فیضِ مشکوٰۃ
شرح
مشکوٰۃ شریف
۵
شارح:
مفتی حارث عبدالرحیم فاروقی قاسمی
مکتبہ فیض القرآن دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فیض المشکوٰۃ

شرح اردو

مشکوٰۃ شریف

جلد پنجم

شارح

مولانا مفتی حارث عبدالرحیم فاروقی قاسمی

کتاب المناسک - کتاب البیوع

سلسلہ حدیث نمبر ۲۳۹۶ تا ۲۹۵۰

ناشر

247554

مکتبہ فیض القرآن نزد مسجد چھتہ دیوبند (یوپی)

نام کتاب : فیض المشکوٰۃ شرح اردو مشکوٰۃ شریف جلد پنجم
شارح : مفتی حارث عبدالرحیم فاروقی قاسمی صاحب
باہتمام : تاج عثمانی ابن مشہود اقبال عثمانی
مطبوعہ :
کمپیوٹر کتابت وڈیزائننگ : شاد کمپیوٹر مکتبہ فیض القرآن دیوبند

مکتبہ فیض القرآن
نزد مسجد چھتہ دیوبند ضلع سہارن پور (یوپی)
Ph.No.01336-222401
(Mob.)09897576186

فیض المسلم

﴿شرح اردو مسلم شریف﴾

شارح: مولانا اخلاق احمد کریمی قاسمی ندوی

فیض سیریز میں تفسیر فیض الامامین اور فیض المشکوۃ کی انتہائی مقبولیت کے بعد **فیض المسلم** شرح اردو **مسلم شریف** کا اہم اور قیمتی اضافہ ہورہا ہے، جس کے بارے میں اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ابتک کی اردو شروحات میں بہترین اضافہ ہے۔

﴿خصوصیات فیض المسلم﴾

(۱) عربی عبارت پر اعراب لگائے گئے ہیں، تاکہ اردو داں طبقہ بھی بہ آسانی پڑھ سکے۔

(۲) **تخریج حدیث** عنوان کے تحت صحاح ستہ کا اہتمام باب کی تعیین کے ساتھ کیا گیا ہے تاکہ بآسانی ان کتابوں کی طرف رسائی ہوسکے۔

(۳) **حل لغات** عنوان کے تحت مشکل عربی الفاظ کا آسان اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۴) **تحقیق رجال** عنوان میں مذکورہ حدیث کے راوی کی مکمل معلومات تحریر کی گئی ہے۔

(۵) **ترجمہ حدیث** انتہائی آسان اردو اور سلیس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۶) **خلاصۂ حدیث** عنوان لگا کر حدیث کا خلاصہ مختصر اور واضح اس طرز پر تحریر ہے کہ عوام اور طلبار بہ آسانی مقصد حدیث کو سمجھ سکیں۔ نیز حدیث میں دعوتی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۷) **کلمات حدیث کی تشریح** عنوان کے تحت مکمل بحث، اختلافی مسائل اور ان کے مدلل جوابات اس انداز میں پیش کیے گئے ہیں کہ کہیں کوئی تشنگی نہ رہ جائے۔

(۸) **استنباط مسائل** کے عنوان میں حدیث شریف سے واضح ہونے والے مسائل کا بخوبی ذکر کیا گیا ہے

فہرست مضامین فیض المشکوۃ جلد پنجم

کتاب المناسک

لغوی معنی: المناسك: منسك کی جمع ہے بمعنی قربانی، نسك(ن) نسكاً قربانی کرنا۔ (قربانی کے علاوہ حج وایام حج کی عبادت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔)

اصطلاحی معنی: مخصوص ایام میں، مخصوص مقامات میں جا کر مخصوص کام کرنا"وشرعا زيارة مكان مخصوص، في زمن من مخصوص بفعل مخصوص" (درمختار: ۳/۴۳۹)۔

فرائض حج
حج میں تین فرض ہیں: (۱) احرام باندھنا (۲) وقوف عرفہ (۳) طواف زیارت۔" فرضة ثلاثة: الاحرام....... والوقوف بعرفة.........وطواف الزيارة" (درمختار ۳/۴۶۸)۔

حج کے واجبات
(۱) وقوف مزدلفہ (۲) سعی بین الصفا والمروہ (۳) رمی جمار (۴) طواف وداع (۵) الحلق یا قصر (۶) میقات سے احرام باندھنا (۷) غروب تک عرفہ میں رہنا (۸) طواف کی ابتدار حجر اسود کے برابر سے گزرنا (۹) دائیں طرف سے طواف کرنا (۱۰) غیر معذور کے لیے چل کر طواف کرنا (۱۱) پاکی کی حالت میں طواف کرنا (۱۲) ستر چھپانا (۱۳) صفا سے سعی شروع کرنا (۱۴) قارن اور متمتع کیلئے قربانی کرنا (۱۵) ترتیب کا خیال رکھنا (۱۶) طواف زیارت کا ایام نحر میں کرنا۔ وواجبة نيف وعشرون وقوف جمع وهوالمزدلفة .....والسعي بين الصفاوالمروة، ورمي الجمار، وطواف الصدر، والحلق والقصر، وانشاء الاحرام من الميقات، ومرالوقوف بعرفة الى الغروب، والبداءة بالطواف من الحجر الاسود و التيامن فيه، والمشي فيه لمن ليس له عذر، والطهارة فيه، وسترالعورة، بداءة السعي بين الصفا والمروة من الصفا، وذبح الشاة للقارن والمتمتع، والترتيب الآتي ......وفعل طواف الا في ايام النحر" (درمختار ۳/۴۶۹-۴۷۳).

حج کے سنن وآداب
ان کے علاوہ حج کے جتنے افعال ہیں وہ یا تو سنن ہیں یا آداب ہیں، جو حج کرنے والے کو بڑی آسانی کے ساتھ پتا چل جایا کرتے ہیں،"وغيرها سنن و اداب" (در مختار ۳/۴۷۳).

الفصل الاول

﴿حج کتنی دفعه فرض ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۳۹۶﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا، فَقَالَ رَجُلٌ: اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثاً، فَقَالَ: لَوْ قُلْتُ: نعم! لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْئٍ فَدَعُوْهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الحج: حج(ن) حجاً قصد کرنا، ذروني: وذر(ض) وذرا چھوڑنا، هلك: هلك(ض) هلاكاً فنا ہونا۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ہمارے درمیان تقریر کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے؛ اس لیے تم لوگ کرو، تو ایک آدمی نے کہا "یا رسول اللہ" کیا ہر سال فرض ہے؟ تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے یہ تین مرتبہ کہا، تو آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم لوگ ادا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے، پھر آپ نے فرمایا جب تک میں تم لوگوں کو چھوڑوں تم بھی مجھے چھوڑ دو؛ اس لیے کہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں وہ لوگ زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی بنیاد پر ہلاک ہو گئے؛ اس لیے جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو انجام دو جہاں تک ممکن ہو، اور

جب کسی چیز سے منع کروں تو رک جاؤ۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج زندگی میں ایک ہی دفعہ فرض ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابۂ کرام کے درمیان تقریر کی، یہ تقریر یا تو فرضیتِ حج کے تناظر میں تھی یا یہ تقریر ایک عام تقریر تھی، اسی دوران آپ نے حضرات صحابۂ کرام کو فرضیتِ حج سے آگاہ کیا، اى وعظنا او خطب لنا عام فرض الحج فيه اوذكر لنا فى اثنا خطبة له" (مرقات ۲۶۳/۵)، قد فرض عليكم الحج فحجوا: یعنی ۹ھ میں جب ولله على الناس حج البيت: آیت نازل ہوئی تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابۂ کرام کو فرضیت حج سے آگاہ کیا" وقال ابن الهمام فرضية الحج كانت سنة تسع" (مرقات ۲۶۳/۵)، فقال رجل: رجل سے مراد حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ ہیں، اكل عام رسول الله: یعنی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے یہ پوچھا کہ یہ حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے یا ہر سال کرنا پڑے گا؟ یہ سوال ان کا اس بنیاد پر تھا کہ تمام اعمال بار بار کیے جاتے ہیں، ایسے ہی حج بھی ایک عمل ہے جسے بار بار کیا جانا چاہیے "انما صدر هذا السوال عنه لان الحج فى تعارفهم هو القصد بعد القصد فكانت الصيغة موهمة للتكرار والا ظهر ان مبنى السوال قياسة على سائر الا عمال من الصلاة والصوم وزكاة الاموال" (مرقات ۲۶۴/۵)، فسكت: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، حتى قالها ثلاثاً: یعنی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا سوال کو تین دفعہ دہرایا، فقال لو قلت نعم لوجبت: یعنی ان کا یہ سوال چوں کہ نامناسب تھا؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ پہلے تو خاموش رہے تاکہ وہ سمجھ جائیں؛ لیکن جب جناب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ جوابِ صریح کے بغیر وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ نے صریح جواب دیتے ہوئے فرمایا، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہوجاتا، ولما استطعتم: جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر آدمی ہر سال حج ادا کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا، ثم قال ذرونى ما تركتكم: یعنی پھر جناب نبی کریم ﷺ نے بطور نصیحت کے فرمایا کہ تم لوگوں کو جتنا بتایا جائے اتنے ہی پر عمل کرلیا کرو، باقی ادھر ادھر زیادہ پوچھ پاچھ مت کیا کرو، فانما هلك من كان قبلكم بكثرة السوال: یعنی یہود ونصاری اسی طرح سے زیادہ سوالات کرنے کی بنیاد پر ہلاک ہوگئے "كسوال الرؤية والكلام وقصة البقرة" (مرقات ۲۶۴/۵)، واختلافهم على انبياء هم: یعنی یہود ونصاری کے سوال پر ان کے انبیاء نے راستہ بتایا تو عمل کرنے کے بجائے حیلے بہانے کرنے لگے، جن سے حضرات انبیاءِ کرام سے اختلاف کی بو جھلکتی تھی؛ اس لیے وہ لوگ ہلاک کردیے گئے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ جب آدمی پر حج فرض ہوگیا تو اب فی الفور حج کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کیا جاسکتا ہے؟

جواب: جواب اس کا یہ ہے کہ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی پر جب حج فرض ہوجائے اور کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فی الفور اسی سال حج کرلے جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مسلک ہے "وحاصله ان وجوبه على الفور للاحتياط" (ردالمحتار: ۴۵۱/۳)، البتہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ حج کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور اس کا اندیشہ نہ ہو کہ حج اس سے چھوٹ جائے گا تو تاخیر کی گنجائش ہے "قال المصنف ويتعين اشهر الحج من العام الاول عند ابى يوسف خلاف لمحمد اى لا بد عند ابى يوسف: ان يؤدى الحج فى العام الاول احتياطا احترازا عن الفوات فان الحيوة الى العام الثانى موهوم، وعند محمد يترخص له ان يوخر الى العام الآخر بشرط ان لا يفوت منه" (نور الانوار /۵۹).

﴿سب سے بہتر عمل﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۹۷﴾وعَنه قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ ایُّ العَمَلِ افضلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ قِیْلَ:ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. متفقٌ عَلَیْہِ.

حل لغات: العمل: کام جمع اعمال، الجھاد: اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرنا، جھد: (ف) جھداً بہت کوشش کرنا، سبیل: راستہ جمع سبل مبرور: برّ (س) براً قبول کرنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، کونسا عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، کہا گیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ، کہا گیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بہترین عمل ایمان ہے، اس کے بعد جہاد اور پھر حج مبرور۔

کلمات حدیث کی تشریح ای العمل افضل: افضل الاعمال کے سلسلے میں مختلف احادیث منقول ہیں، کسی حدیث میں کسی عمل کو افضل کہا گیا ہے اور کسی میں دوسرے عمل کو، ان تمام میں مطابقت یوں پیدا کی جاتی ہے کہ یہ اختلاف سائلین کے احوال مختلف ہونے کی بنیاد پر ہے۔

الایمان باللّٰہ ورسولہ: ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا "والایمان ھو التصدیق القلبی" (مرقات۵/۲۶۵)، الجھاد فی سبیل اللّٰہ: جہاد سے مراد جہاد خالص ہے جو صرف اور صرف اللہ کے لیے ہو "والمراد بہ الجھاد الخالص" (مرقات۵/۲۶۵)، حج مبرور: حج سے مراد وہ حج ہے جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو۔

﴿اللّٰہ کے لیے حج کرنے والے کی سعادت﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۹۸﴾وعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ. متفقٌ عَلَیْہِ.

حل لغات: حج: حج (ن) حجاً ارادہ کرنا، یرفث: رفث (س) رفثاً فحش گوئی کرنا، یفسق: فسق (ن) فسقاً بدکار ہونا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حج کیا اور نہ اس نے ہمبستری کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ ایسے لوٹتا ہے جیسا کہ اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ حج کرنے والے گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنہ: یعنی یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے من حج للّٰہ: یعنی جس شخص نے خلوص نیت سے حج کیا، فلم یرفث: مراد فحش گوئی، عورتوں کے ساتھ دل لگی اور جماع کرنا مراد ہے، ولم یفسق: مراد گناہ کبیرہ کرنا اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا ہے۔

﴿حج کا ثمرہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۹۹﴾وعَنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: العُمْرَۃُ إِلیٰ الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَھُمَا، والحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ إِلاَّ الْجَنَّۃُ. مُتفقٌ عَلَیْہِ.

حل لغات: العمرۃ: طواف اور سعی کا نام عمرہ ہے جمع عمرات، المبرور: بر (س) براً قبول کرنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے ان گناہوں کے لیے جو ان

دونوں کے درمیان ہوں، اور حج مقبول کا بدلہ ہی جنت ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی سیدھے جنت جائے گا۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، العمرة الی العمرة کفارة لما بینهما: یعنی آدمی جب بار بار عمرہ کرتا ہے اور اس درمیان میں کچھ چھوٹے گناہ ہو بھی جائیں تو وہ عمرے کی برکت سے معاف ہو جایا کرتے ہیں، والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة: یعنی جس شخص کا حج مقبول ہو جائے وہ سیدھے جنت جائے گا۔

﴿رمضان میں عمرے کا ثواب﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: عمرة: طواف اور سعی کا نام ہے جمع عمرات، رمضان: قمری مہینے کا نواں مہینہ جمع رمضانات۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے ثواب کے برابر ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان عمرة فی رمضان تعدل حجة: یعنی رمضان شریف میں کیے جانے والے عمرے کا ثواب حج کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔

﴿نابالغ کا حج﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْباً بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا: الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِياً، فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَلَكِ اَجْرٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: رکبا: اسم جمع ہے بمعنی اونٹ یا گھوڑوں کے سوار، صبیا: بچہ جمع صبیان۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی مقام روحاء میں ایک قافلے سے ملاقات ہوئی، تو آپ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم مسلمان ہیں، ان لوگوں نے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ہوں، اتنے میں ایک عورت نے ایک بچے کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: کیا اس کیلئے حج ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تیرے لیے اجر ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بچہ اگر حج کرلے تو اس کو بھی حج کا ثواب ملتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، لقی رکبا: دس یا دس سے زیادہ آدمی کی جماعت کو رکب کہتے ہیں؛ لیکن اب ہر سواری کے لیے رکب کا استعمال ہوتا ہے، الروحاء: مدینہ منورہ سے ۳۶ یا ۴۰ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے "موضع من اعمال الفرع علی نحو من اربعین میلا من المدینة، وفی کتاب مسلم ستة وثلاثین میلا منها" (مرقات ۵/۲۶۶)، ممکن ہے کہ ۴۰ والی تعداد میں قصر کا اعتبار نہ کیا گیا ہو،

فقال من القوم: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ **قالوا المسلمون**: یعنی اس جماعت نے جناب نبی کریم ﷺ کو جواب دیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں، **فقالوا من انت الخ**: اس کے بعد ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو جناب نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ میں ہی خدا کا رسول ہوں، **فرفعت الیہ امرأۃ صبیا الخ**: تو ایک عورت نے ایک بچے کو دکھاتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا اس بچے کا حج ہوگا؟ **قال نعم ولک اجر**: تو جناب نبی کریم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا کہ ہاں اس بچے کا بھی حج ہو جائے گا اور تجھے اجر بھی الگ سے ملے گا۔

خیال رہے کہ صبی ممیز کا حج تو ہو جائے گا؛ لیکن اگر غیر ممیز ہو تو حج ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں بعض لوگوں کا تو کہنا ہے کہ صبی غیر ممیز کا حج نہ ہوگا؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صبی غیر ممیز کی جانب سے ولی اگر حج کرے گا تو یہ حج صحیح ہو جائے گا" **الصبی الذی یحج له ابوہ یقضی المناسك ویرمی الجمار وانه علی وجهین الاول إذا کان صبیا لا یعقل الاداء بنفسه وفی هذا الوجه إذا احرم انه ابوه جاز، وان کان یعقل الاداء بنفسه یقضی المناسك کلها یفعل ما یفعل البالغ فهو کالصریح فی ان احرامه عنه انما یصح إذا کان لا یعقل**" (رد المحتار ۳/۴۶۷)۔

﴿حج بدل﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۲﴾ وَعَنْهُ قَالَ: إِنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمٍ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخاً كَبِيْراً لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَذَالِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: ادرکت: ادرك (افعال) اپنے وقت پر پہنچنا، الوداع: ودع (ف) ودعاً رخصت کرنا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! بندوں پر اللہ کا ایک فریضہ حج بھی ہے، اور میرے والد محترم کو بڑا بوڑھا پا ہے وہ سواری پر ٹھیک سے بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں، کیا میں ان کی جانب سے حج کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج بدل کیا جا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **ادرکت ابی شیخا کبیرا**: یعنی میرے والد محترم پر ایسے وقت میں حج فرض ہوا ہے کہ وہ کافی بوڑھے ہو چکے ہیں، **لا یثبت علی الراحلة**: اور اتنے بوڑھے ہو چکے ہیں کہ وہ سواری پر ٹھیک سے بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں، **افاحج عنه، قال نعم**: یعنی ان بوڑھے صحابی پر اس وقت حج فرض ہوا کہ وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے اور اتنے بوڑھے کہ وہ حج کرنے کے لیے از خود جا بھی نہیں سکتے تھے، اس روایت کی بنیاد پر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ شیخ عاجز پر بھی حج فرض ہو جایا کرتا ہے "**فیه دلیل علی وجوب الحج علی الزمن والشیخ العاجز عن الحج بنفسه، وهو قول الشافعی رحمه الله**" (مرقات ۵/۲۶۷)، لیکن حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ وجوبِ حج کے لیے استطاعت ضروری ہے؛ اس لیے اگر کوئی سفر سے عاجز ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے "**ولنا قوله تعالی من استطاع الیه سبیلا، قید الایجاب به والعجز لازم مع هذه الامور لا الاستطاعة**" (مرقات ۵/۲۶۷)، اور اس حدیث شریف میں جس حج بدل کا تذکرہ ہے وہ حج فرض نہیں؛ بلکہ نفلی حج ہے "**والظاهر ان معنی الحدیث هو ان فریضة الحج ادرکت ابی وهو عاجزاً یصح منی ان احج عنه تبرعاً**" (مرقات ۵/۲۶۷)، **افاحج عنه**: یعنی میں ان کی جانب سے حج بدل کر دوں۔

شرائط حج بدل حج بدل کی چند شرطیں ہیں (۱) آمر پر حج فرض ہو چکا ہو (۲) وہ ہمیشہ کیلئے حج کرنے سے عاجز ہو گیا ہو (۳) حج کی نیت آمر کی طرف سے کی جائے (۴) عاجز یا وارث حج کرنے کا حکم دے (۵) مامور حج کرنے کی اہلیت رکھتا ہو "والمركبة منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز الى الموت وبشرط نية الحج عنه اى عن الامر وبشرط الآمر به يشترط لصحة النيابة اهلية المامور لصحة الافعال" (درمختار:۳/۱۴-۲۱)۔

حج بدل کے سلسلے میں جو یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ مامور کا پہلے حج کیا ہوا ہونا ضروری ہے، اس کی کوئی اصل نہیں "الم فوع عليه اى على ان الشرط هو الاهلية دون اشتراط ان يكون المامور قد حج عن نفسه" (رد المحتار ۴/۲۱)

﴿دوسرے کی طرف سے حج کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۳﴾ وَعَنْهُ قَالَ: اَتٰى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ: إِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ؟ قَالَ: فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: نذرت: نذر (ن) نذراً غیر واجب کو اپنے اوپر واجب کرنا، دین: قرض جمع دیون۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آکر جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، لیکن ان کی موت ہوگئی، تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ادا نہیں کرتے، اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کر؛ اس لیے کہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان اختي نذرت ان تحج وانها ماتت: یعنی زمانۂ نبوت میں ایک عورت نے حج کی نذر مانی؛ لیکن حج ادا کرنے سے پہلے پہلے ان کی موت ہوگئی، تو ان کے بھائی نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کی طرف سے حج کر دیا جائے۔

﴿عورت کا غیر محرم کے ساتھ حج کے لیے جانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۴﴾ وعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ ' فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَأَتِيْ حَاجَّةً ' قَالَ: اِذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یخلون: خلّ (ن) خلوة تنہائی میں ملنا، غزوة لڑائی جمع غزوات۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے، تو ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں غزوے میں میرا نام لکھا جا چکا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت حج کرے تو اپنے محرم کے ساتھ جائے، ورنہ حج موقوف کر دے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، لا يخلون رجل بامرأة۔ مراد یہ ہے کہ کوئی کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے، ولا تسافرن امرأة الا ومعها

محرم:یعنی ۷۷رکلو میٹر یا اس سے زیادہ کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے" قال: ابن الهمام في الصحيحين: لا تسافر امرأة ثلاثاً الا ومعها ذو محرم"(مرقات ۲٦۸/۵)،اس روایت کی بنیاد پر حضرت امام اعظم اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کا کہنا ہے کہ محرم کے بغیر عورت کا حج کرنا صحیح نہیں ہے؛ لیکن حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ عورت کی جماعت مل جائے تو جا سکتی ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ ایک بھی ثقہ عورت مل جائے تو عورت حج کے لیے اسی کے ساتھ جا سکتی ہے، ان حضرات کی بات قیاس پر موقوف ہے، کوئی روایت دلیل میں نہیں ہے۔قال: ابن الملك فيه دليل على عدم لزوم الحج عليها اذ لم يكن معها محرم، وبهذا قال ابو حنيفة واحمد، وقال مالك رحمه الله تعالى يلزمها إذا كان معها جماعة النساء، وقال الشافعي رحمه الله يلزمها إذا كان معها امرأة ثقة"(مرقات ۲٦۸/۵)،وخرجت امرأتي حاجة الخ: میں تو غزوے میں جانے کے لیے تیار ہوں اور میری بیوی حج میں جانے کے لیے تیار ہے، تو اب کیا کیا جائے؟ جناب نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم غزوے میں مت جاؤ؛ بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ اور حج کرو۔

﴿عورتوں کا جہاد﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۰۵﴾ وعَن عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الجِهَادِ، فَقَالَ: جِهَادُكُنَّ الحَجُّ. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: النبي: خدا کے قاصد جمع انبیاء، جهاد: اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرنا، جهد(ف) جهداً بہت کوشش کرنا۔

ترجمه: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تم سب کا جہاد حج ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کو جہاد کا ثواب حج میں مل جاتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح فقال جهاد كن الحج: یعنی عورتوں پر جہاد نہیں ہے؛ بلکہ اگر استطاعت ہے تو ان کے لیے حج ہے۔

﴿تنہا عورت کے لیے سفر کی حد﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۰٦﴾ وعَن أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلَّمَ: لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: مسيرة: مسافت، سار(ض) مسيرة جانا چلنا، يوم: دن جمع ایام۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر نہ کرے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنے کا اندیشہ ہو تو تھوڑی دور کا بھی سفر بلا محرم طے کرنا درست نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا تسافر امرأة مسيرة يوم وليلة إلا ومعها ذو محرم: روایتوں میں تین دن اور بعض بعض روایتوں میں دو دن کے الفاظ بھی آئے ہیں، اور اس روایت میں ایک دن اور ایک رات کا لفظ ہے، ان تمام روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ تھوڑی دور کے لیے بھی بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے"ادل الجمع فكانه اشار ان مثل هذا في قلة الزمن لا يحل لها لسفر مع غير محرم فكيف بما زاد؟"(فتح الملهم ۳/۳۷۵)، اور یہ زمانہ چوں کہ فتنہ وفساد کا ہے

اس لیے عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کرنے سے خاص طور پر بچنا چاہیے، روزمرہ کے حالات اور پیش آمدہ حوادثات کی بنیاد پر فتویٰ بھی اسی قول پر ہے "وفی رد المحتار وروی عن ابی حنیفة وابی یوسف کراهة خروجها وحدها مسیرة یوم واحد ینبغی ان یکون الفتویٰ علیه لفساد الزمان" (فتح الملهم ۲۷۶/۳)

﴿مواقیت حج﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۷﴾ وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ وَكَذَاكَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: المدینة: شہر جمع مدن، العمرة: طواف وسعی کا نام عمرہ ہے جمع عمرات۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے "ذو الحلیفه" اہل شام کے لیے "الجحفه" اہل نجد کے لیے "قرن المنازل" اور اہل یمن کے لیے "یلملم" میقات مقرر کی ہے، اس لیے ان کے لیے اور ان مقامات کے علاوہ کے لوگ جو حج وعمرہ کا ارادہ رکھتے ہیں ان کے لیے بھی میقات یہی ہیں، اور جو ان مقامات کے اندر کے ہیں ان کے لیے میقات ان کے گھر ہیں، وعلی ہذا القیاس یہاں تک کہ مکے والے مکے سے احرام باندھیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقامات ہیں، آدمی جب حج وعمرہ کا ارادہ کرے تو ان مقامات میں سے جہاں سے موقع ملے وہیں سے احرام باندھ لے۔

کلمات حدیث کی تشریح لاهل المدینة ذالحلیفة: مدینہ منورہ سے ۶ رمیل (تقریباً ۹ رکلومیٹر) کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے اور یہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری ۱۰ رمرحلے (۱۶۰ میل) ہے "ذو الحلیفة مکان علی ستة امیال من المدینة وعشر مراحل من مکة" (در مختار ۴۷۹/۳)، لاهل المدینة ذالحلیفة علی فرسخین (۶ رمیل) من المدینة، قال الطیبی رحمه الله: وعشر مراحل من مکة" (مرقات ۲۶۹/۵)، ۱۶۰ رمیل کے تو حساب سے تقریباً ۲۵۸ رکلو میٹر بنتے ہیں؛ لیکن انٹرنیٹ میں ذوالحلیفہ سے مکے کی دوری ۴۰۰ رکلومیٹر بتائی گئی ہے، ممکن ہے کہ پہلے لوگ پیدل سفر کرتے تھے جس کے لیے راستہ سیدھا اپنایا جاتا ہے، اور اب گاڑیوں سے سفر ہوتا ہے؛ جس کے لیے سڑک چاہیے، اور سڑکوں کی کچھ نزاکتیں ہوتی ہیں، بعض دفعہ ایک شہر کو دوسرے شہر سے جوڑنے کے لیے بھی راستہ کو گھمانا پڑ جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسافت کا بڑھ جانا کوئی عیب کی بات نہیں ہے، ولاهل الشام الجحفة: الجحفة یہ اہل شام کی میقات ہے یہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری ۳ رمرحلے (۷۷ رکیلو میٹر ہے) "وجحفة علی ثلاث مراحل" (درمختار ۴۷۹/۳) اور انٹرنیٹ میں اس کی مسافت ۲۰۰ رکلومیٹر لکھی گئی ہے، ولاهل نجد قرن المنازل: یہ نجد والوں کی میقات ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری ۲ رمرحلے (۳۲ رمیل) ہے "وقرن علی مرحلتین" (درمختار ۴۷۹/۳) حساب سے تو تقریباً ۵۲ رکلومیٹر بنتے ہیں؛ لیکن انٹرنیٹ میں ۸۰ رکلومیٹر ہیں، ولاهل الیمن یلملم: یہ اہل یمن کی میقات ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری ۲ رمرحلے (۳۲ رمیل) ہے، فهن لهن ولمن اتی علیهن الخ: یعنی حج وعمرہ کرنے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) **آفاقی:** یہ وہ لوگ ہیں، جو ان مقامات سے باہر کے باشندہ ہیں، ان کے لیے تو یہی جگہیں میقات ہیں؛ لیکن اگر ان

مقامات کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے آئیں تو ان مقامات کے محاذات سے احرام باندھیں۔

(۲) **حلی**: یہ وہ لوگ ہیں جو ان مقامات اور حدودِ حرم کے درمیان رہتے ہیں، ان کے لیے اپنی تمام زمین میقات ہیں، حج وعمرہ کے لیے جہاں سے چاہیں احرام باندھیں "میقاته الحل الذی بین المواقیت والحرم" (در مختار ۳/۴۸۴)۔

(۳) **حرمی**: یہ وہ لوگ ہیں جو حدودِ حرم کے باشندے ہیں، ان کے لیے حج کی میقات پورا حرم ہے اور عمرے کے لیے میقات حل ہے جہاں سے سہولت ہو احرام باندھ لیں؛ لیکن تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے "والمیقات لمن بمکة یعنی من داخل الحرم للحج الحرم وللعمرة الحل" (در مختار ۳/۴۸۴)۔

﴿ذات عرق﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۸﴾ وعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيْقُ الآخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ اَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الطریق: راستہ جمع طرق، المدینة: شہر جمع مدن، مهل: اهلّ (افعال) الملبی: تلبیہ کے وقت آواز بلند کرنا۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ اور دوسرے راستے سے جحفہ ہے، اہل عراق کی میقات ذات عرق ہے، اہل نجد کی میقات قرن المنازل اور اہل یمن کی میقات یلملم ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ذات عرق ایک مقام ہے جو اہل عراق کی میقات ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ومهل اهل العراق من ذات عرق: ذات عرق مکہ مکرمہ سے دو مرحلے کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے جو اہل عراق کی میقات ہے "علی مرحلتین من مکة" (مرقات ۵/۲۷۱)۔

﴿آپ کے حج وعمرے کی تعداد﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۰۹﴾ وعَنْ اَنَسٍ قَالَ: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَّمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: عمر: جمع ہے عمرة کی بمعنی طواف وسعی کرنا، غنائم: جمع ہے غنیمة کی؛ وہ مال جو جنگ میں حاصل ہو۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کیے، تین ذی قعدہ میں اور ایک حج کے ساتھ، ایک عمرہ حدیبیہ سے ذی قعدہ میں، دوسرا اگلے سال ذی قعدہ میں، تیسرا جعرانہ سے ذی قعدہ میں جہاں آپ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ذی الحجہ میں۔

خلاصۂ حدیث جناب نبی کریم ﷺ نے کل ۴؍عمرے کیے، ۳؍تو ذی قعدہ کے مہینوں میں ایک ذی الحجہ میں۔

کلمات حدیث کی تشریح اعتمر رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم اربع عمر الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے کل ۴؍عمرے کیے، ان میں تو ۳؍ذی قعدہ کے مہینوں میں کیے؛ اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار ومشرکین ذی قعدہ میں عمرہ نہیں کیا کرتے تھے اور اس کو گناہ سمجھتے تھے، اس نظریے کی تردید جناب نبی کریم ﷺ نے ذی قعدہ میں متعدد عمرے کرکے کردی "قال العلماء: وانما اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هذه العمر فی ذی القعدة لفضیلة هذا

الشهر، ولمخالفة الجاهلية في ذالك فانهم كانوا يرونه من افجر الفجور" (فتح الملہم ۳/۳۱۴)، عمرة من الحديبية في ذى القعدة: مراد وہ عمرہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ۶ھ میں عمرے کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے؛ لیکن ذی قعدہ کے مہینے میں مشرکین مکہ نے آپ کو مع اصحاب کے حدیبیہ میں روک دیا اور آگے نہ جانے دیا اور بات چند معاہدے پر ختم ہوئی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے، اس وقت آپ عمرہ تو نہ کر سکے؛ مگر آپ کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو بھی ایک عمرہ کہہ دیا گیا ہے "انه احرم بها من ذى الحليفة محمول على انه هم بالدخول محرما بها الا انه عليه الصلاة والسلام صد عنه واحصر منه ففي الجملة اطلاق العمرة عليها مع عدم افعالها باعتبار النية" (فتح الملہم ۳/۳۱۴)، وعمرة من العام المقبل في ذى القعدة: اس صلح نامہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال لوٹ جائیں اگلے سال آکر جو عبادت کرنا چاہیں کریں، اس بات کی بنیاد پر جناب نبی کریم ﷺ نے اگلے سال ذی قعدہ کے مہینے میں مکہ جا کر عمرہ کیا، اسی کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے "وهى عمرة القضاء" (مرقات ۵/۱۷۱)، وعمرة من الجعرانة حيث قسم غنائم حنين الخ: فتح مکہ کے بعد جناب نبی کریم ﷺ کو جب اہل ہوازن کی ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو آپ مع اصحاب کے اس شر کو دبانے کے لیے نکلے؛ چناں چہ مقام حنین میں مقابلہ ہوا، مسلمانوں کی جیت ہوئی، وہاں جو مال غنیمت ہاتھ لگا اس کو مقام جعرانہ میں لا کر تقسیم فرمایا، جعرانہ ہی میں آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، اس کے بعد مکے کے لیے نکلے، فجر کی نماز مکے میں پڑھی، عمرہ کیا پھر آپ واپس ہوئے، یہی عمرۂ جعرانہ ہے، وعمرة مع حجته: یعنی یہ جناب نبی کریم ﷺ کا چوتھا عمرہ ہے؛ جسے آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا تھا "اى مقرونة مع حجة" (مرقات ۵/۱۷۲)۔

﴿حج سے پہلے آپ کے عمرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۱۰﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: قبل: پہلے یہ ظرف زمان ہے، یحج: حج (ن) حجاً ارادہ کرنا۔

ترجمه: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج سے پہلے ذی قعدہ کے مہینوں میں دو عمرے کیے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج سے پہلے مکہ جا کر دو مرتبہ عمرہ کیے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذى قعدة قبل ان يحج مرتين: اس سے پہلی حدیث سے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ آپ نے حج سے پہلے تین عمرے کیے تھے، جب کہ یہ حدیث حج سے پہلے آپ کے عمرے کی تعداد دو بتا رہی ہے، ان دونوں حدیثوں کے تضاد کو یوں دور کیجیے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اگر چہ بظاہر آپ نے عمرہ نہیں کیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آپ احرام سے باہر آجائیے آپ کو عمرہ کا ثواب حاصل ہو گیا، گو آپ ﷺ نے عمرہ کے افعال ادا نہیں کیے ہیں؛ لہذا جس روایت میں حج سے پہلے عمرے کی تعداد تین بتائی گئی ہے اس میں اس عمرہ سے مراد عمرہ کا ثواب ہے، اس اعتبار سے تین عمرے شمار کیے گئے ہیں، اور جس روایت میں حج سے پہلے عمرہ کی تعداد دو بتائی گئی ہے اس کی مراد یہ ہے کہ اگر چہ آپ کو ثواب تین عمرے کے ملے ہیں؛ لیکن ظاہری طور پر عمرے آپ نے دو ہی کیے ہیں۔

الفصل الثاني

﴿حج ایک مرتبہ فرض ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۱۱﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰهَ

كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَقَامَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ: أَفِي كُلِّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُهَا نَعَمْ! لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا، وَالْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: عام: سال جمع اعوام۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے، تو اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر کہا، یارسول اللہ! کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا، اور اگر واجب ہو جاتا تو تم لوگ عمل نہیں کر سکتے تھے اور نہ اس کی طاقت ہے، حج تو ایک مرتبہ ہے، تو جس نے زیادہ کیا وہ نفل ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان الله كتب عليكم الحج: یعنی جب حج فرض ہوا تو جناب نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی اطلاع دی، فقام الاقرع بن حابس الخ: یعنی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے یا بار بار فرض ہے؟ قال لو قلتها نعم لوجبت الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کو یہ پوچھنا اچھا نہیں لگا؛ اس لیے آپ نے مذکورہ بالا باتیں کہیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح بات بات پر بات پوچھا نہیں کرتے، شریعت نے جتنا کہا ہے اس پر عمل کرے، آگے کی نہ سوچے، فمن زاد فتطوع: مراد یہ ہے کہ حج تو صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے جو لوگ ایک سے زیادہ حج کریں گے، یہ ان کے لیے نوافل میں شمار ہوں گے۔

﴿حج نہ کرنے والے کے لیے وعید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۱۲﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوْتَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذَالِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُوْلُ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، وَهِلَالُ بْنُ عَبْدٍ مَجْهُوْلٌ، وَالْحَارِثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ.

حل لغات: زاد: توشہ جمع ازودة، راحلة: سواری جمع اراحل، سبيلا: راستہ جمع سبل۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اتنے توشے کا مالک ہو کہ جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور اس نے حج نہیں کیا تو اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر مرے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "ولله على النّاس حج البيت من استطاع اليه سبيلا" کی وجہ سے ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرے تو بہت ممکن ہے کہ اس کی موت یہودیت یا نصرانیت پر ہو، جو ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح من ملك زاد وراحلة تبلغه الى بيت الله: مراد یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانياً: یعنی اگر وہ حج کے فرض نہ ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا تو واقعتا اس کی موت حالت کفر میں ہوگی؛ لیکن اگر فرضیت کا اقرار تو تھا؛ لیکن اس نے حج نہیں کیا تو یہودیت ونصرانیت سے مشابہت کا تعلق گناہ سے ہوگا "فی الکفر ان اعتقد عدم الوجوب، وفی العصیان ان اعتقد الوجوب" (مرقات ۲۷۳/۵)۔

﴿اسلام میں صرورت﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۱۳﴾وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَرُوْرَةَ فِي الإِسْلَامِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حل لغات: صرورۃ: وہ شخص جو نکاح نہ کرے یا حج نہ کرے، واحد جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں صرورت نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرنا یہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا صرورة في الاسلام: صرورت اس شخص کو کہتے جو حج اور نکاح نہ کرے، مراد یہ ہے کہ جو شخص حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرے تو وہ کامل مسلمان نہیں ہے۔

﴿حج فی الفور واجب ہے یا بالتراخی﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۱۴﴾وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: اراد: ارادہ کرنا(افعال)، فلیعجل: عجل(تفعیل) جلدی کرنا۔

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ رکھے اس کو جلدی کرنی چاہیے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو حج کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح من اراد الحج فليعجل: اس حدیث شریف سے احناف کے فتوے کی تائید ہوتی ہے، اس کی تفصیل "کتاب المناسك" کی پہلی حدیث کے ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

﴿حج وعمرہ ساتھ کرنے کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۱۵﴾وعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ؛ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ، وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِهِ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

حل لغات: العمرة: طواف وسعی کا نام عمرہ ہے جمع عمرات، ينفيان: نفی (ض) نفیاً نابود ہونا، الذنوب: جمع ہے ذنب کی بمعنی گناہ، الكير: بھٹی جمع اکیار' الجنة: باغ جمع جنات، المبرور: شبہ، جھوٹ اور خباثت سے خالی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حج وعمرہ دونوں ساتھ کرو؛ اس لیے کہ یہ دونوں گناہ اور فقر ایسے ختم کر دیتے ہیں؛ جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے اور حج مقبول کا بدلہ ہی جنت ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج وعمرہ دونوں ایک ہی زمانے میں کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح تابعوا بين الحج والعمرة الخ: مراد یہ ہے کہ حج قران کرے یا حج وعمرہ دونوں ایک ہی زمانے میں کرے "ای قاربوا بينهما اما بالقران او بفعل احدهما بعد الآخر" (مرقات۵/۲۷۵)

فانهما ينفيان الفقر: مراد ظاہری اور باطنی دونوں فقر ہیں؛ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو مال دے دے یا یہ کہ اس کا دل غنی کر دے "وهو

یحتمل الفقر الظاهر بحصول غنی الید والفقر الباطن بحصول غنی القلب"(مرقات۵/۲۷۵)'والذنوب: تشبیہ کے لحاظ سے "الذنوب" سے گناہ کبیرہ مراد لے لیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہ ہونی چاہیے؛ البتہ حقوق العباد اس سے مستثنیٰ ہوں گے "قیل المراد بها الصغائر ولکن یأبا ، قوله کما ینفی الکیر"(مرقات۵/۲۷۵)۔

﴿حج کے شرائط﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۱۶﴾وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلىٰ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا يُوجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: الزاد: توشہ جمع أَزْوِدَة ، الراحلة: سواری جمع اراحل۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی کریم ﷺ سے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: توشہ اور سواری۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ توشہ اور سواری حج کے لیے بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح ما یوجب الحج: یعنی وجوبِ حج کے شرائط کیا ہیں؟ قال الزاد والراحلة: یعنی جس کے پاس یہ دو چیزیں ہوں اس پر حج فرض ہے۔

﴿حاجی کامل کی علامت﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۱۷﴾وعَنْهُ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ: مَا الْحَاجُّ؟ قَالَ: الشَّعِثُ التَّفِلُ' فَقَامَ آخَرُ' فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قَالَ: الْعَجُّ وَالثَّجُّ' فَقَامَ آخَرُ' فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا السَّبِيْلُ؟ قَالَ: زَادٌ وَرَاحِلَةٌ. رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ فِيْ سُنَنِهٖ إِلَّا أَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ الْفَصْلَ الْأَخِيْرَ.

حل لغات: الحاج: مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے والے، اسم جمع ہے، الشعث: غبار آلود بال والا، شعث(س)شعثاً الشعر بالوں کا غبار آلود ہونا، تفل: صیغہ صفت، تفِل(س) تیل وخوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبودار ہونا، العج: عج(ن)عجاً آواز بلند کرنا، الثج: ثج(ن)ثجوجا، بہنا بہانا، السبیل: راستہ جمع سبل۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھتے ہوئے کہا: حاجی کامل کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: غبار آلود سر اور پراگندہ بال، دوسرے نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ! کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی کا خون بہانا، تیسرے نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ! سبیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: توشہ اور سواری۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سفرِ حج عشق ومحبت کا مظہر ہے؛ اس لیے آدمی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ شاہ راہِ عبادت میں ایسے رواں دواں ہو کہ اس کی ہر ادا سے فنائی اللہ کے رشحات ٹپکتے ہوں۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ما الحج: مراد یہ ہے کہ حاجی کامل کی صفت وکیفیت کیا ہوں؟ قال الشعث التفل: مراد یہ ہے کہ عبادت میں اس قدر ہمہ وقت مستغرق رہتا ہو کہ وہ اپنے بدن کی رکھوالی نہ کر پاتا ہو "وحاصله تارك الزينة"(مرقات۵/۲۷۶)، ای الحج افضل: حج سے مکمل حج مراد نہیں ہے؛ بلکہ اس کا ایک عمل مراد ہے؛ یعنی حج میں ارکان کے بعد کون سا عمل ایسا ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے، قال العج

والثج: یعنی زیادہ سے زیادہ تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا،ما السبیل: یعنی قرآن کریم میں جو "من استطاع الیه سبیلا" آیا ہے، تو اس سبیل سے کیا مراد ہے؟ قال زاد و راحلة: آپ نے فرمایا: اس سبیل سے مراد توشہ اور سواری ہے۔

﴿باپ کی طرف سے حج کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۱۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ الْعُقَیْلِیِّ اَنَّهٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ: حُجَّ عَنْ اَبِیْكَ وَاعْتَمِرْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

حل لغات: شیخ: بوڑھا جمع شیوخ، کبیر: بڑا جمع کبار، الظعن: ظعن (ن) ظعناً کوچ کرنا۔

ترجمه: حضرت ابورزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والد صاحب بڑے بوڑھے ہیں، حج وعمرے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ کوچ کرنے کی، آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ کر۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ معذور آدمی کی طرف سے دوسرا شخص حج کرسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا یستطیع الحج ولا العمرة: یعنی حج وعمرے کے افعال ادا نہیں کر سکتے، ولا الظعن: یعنی حج وعمرہ کے لیے سفر کی طاقت بھی نہیں رکھتے، قال حج عن ابیك واعتمر: تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے والد محترم کی طرف سے حج بھی کر لے اور عمرہ بھی کر لے، ان کو ثواب مل جائے گا۔

﴿حج بدل کا طریقه﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۱۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ: لَبَّیْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ: اَخٌ لِیْ اَوْقَرِیْبٌ لِیْ، قَالَ: اَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ. رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: رجلا: آدمی جمع رجال، نفسك: ذات جمع نفوس۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا "لبیك عن شبرمة" آپ نے پوچھا شبرمہ کون ہے؟ کہا: میرا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے، آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنی طرف سے حج کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: پہلے اپنی طرف سے حج کر، پھر شبرمہ کی طرف سے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحب اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ آدمی پہلے اپنی طرف سے حج کرے، اس کے بعد دوسرے کی طرف سے حج بدل کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة: اس روایت کی بنیاد پر حضرت امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کا کہنا ہے کہ حج بدل کے لیے مامور کا پہلے اپنی طرف سے حج کرنا ضروری ہے؛ لیکن حضرت امام اعظم اور امام مالک علیہما الرحمہ کا کہنا ہے کہ حج بدل کے لیے مامور کا پہلے اپنی طرف سے حج کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ پہلے اپنی طرف سے حج کیے بغیر بھی دوسرے کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے "والیه ذهب الاوزاعی والشافعی واحمد.........وذهب مالك والثوری واصحاب ابی حنیفة رحمهم اللّٰه الی انه یحج" (مرقات ۵/۲۷۷)، ثم فرع علیه ای علی ان الشرط هو الاهلیة دون اشتراط ان یکون المامور قد حج عن نفسه" (ردالمحتار ۴/۲۱)۔

جواب: ان حضرات کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت اس قابل نہیں ہے کہ اس سے وجوب ثابت ہو سکے؛ بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا ثبوت ہو سکتا ہے؛ اس لیے کہ اس حدیث شریف کی سند میں ایک راوی ہیں سعید بن ابی عروبہ، وہ اس روایت کو بصرہ میں جب بیان کرتے تھے، تو حضرت ابن عباس کا قول قرار دیتے تھے، اور جب کوفے میں بیان کرتے تھے تو اس کی سند مرفوع کر دیتے تھے؛ جس کی وجہ سے اس روایت میں ضعف آ گیا ہے "لان ابن المفلس ذکر فی کتابه ان بعض العلماء ضعف هذا الحدیث بان سعید بن ابی عروبة کان یحدث به بالبصرة فیجعل هذا الکلام من قول ابن عباس ثم کان بالکوفة لسنده الی النبی صلی الله علیه وسلّم" (مرقات ۵/۲۷۷)۔

﴿مشرق والوں کی میقات﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۰﴾ وعنه قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيْقَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوُدَ.

حل لغات: وقت: وقت (تفعیل) وقت مقرر کرنا اور کبھی جگہ کے لیے بھی آتا ہے۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اہل مشرق کے لیے "العقیق" میقات مقرر کی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیق نامی جگہ بھی ایک میقات ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، لاهل المشرق العقیق: مراد وہ لوگ ہیں جو حرم سے باہر مکہ مکرمہ کی مشرقی جانب کے علاقوں میں رہتے ہیں، اور عقیق ایک جگہ کا نام ہے جو ذات عرق کے محاذات میں واقع ہے۔

﴿اهل عراق کی میقات﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۱﴾ وعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ. رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

حل لغات: وقت: وقت (تفعیل) وقت مقرر کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اہل عراق کے لیے "ذات عرق" میقات مقرر کی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عراق کے لیے "ذات عرق" میقات ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وقت لاهل العراق ذات عرق: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے اہل مشرق کے لیے دو میقاتیں مقرر کی ہیں، ایک یہاں موقع ہو تو اہل مشرق عقیق میں احرام باندھ لیں، یہاں سے احرام باندھنا افضل ہے، موقع نہ ہو تو اس سے آگے بڑھ کر ذات عرق میں ضرور احرام باندھ لیں؛ احرام باندھے بغیر اس مقام سے آگے نہ بڑھیں۔

﴿کہاں سے احرام باندھنا افضل ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۲﴾ وعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الأَقْصىٰ إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَه الْجَنَّةُ. رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: اهل: اهل (افعال) تلبیہ کے وقت آواز بلند کرنا، المسجد: سجدہ کرنے کی جگہ جمع مساجد۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے حج وعمرہ کے لیے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کا احرام باندھا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے، یا یہ فرمایا کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی حرم سے جتنی دوری پر احرام باندھے اتنا ہی اچھا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح من اهل بحجة او عمرة: مراد حج وعمرہ کے لیے احرام باندھنا۔من المسجد الاقصیٰ: مراد دور دراز مقامات ہیں جہاں سے احرام باندھا جائے؛ تاکہ خانۂ کعبہ پہنچنے سے بہت پہلے ہی سے عشق و محبت کی نشانیاں ظاہر ہونے لگے، اور مسجد اقصیٰ کی تخصیص اس کی افضلیت کی وجہ سے کی گئی ہے "غفرله ما تقدم من ذنبه وماتاخر: مراد صغائر وکبائر دونوں طرح کے گناہ ہیں، او وجبت له الجنة: یعنی ابتدائی مرحلے ہی میں جنت واجب ہو جائے گی۔

الفصل الثالث

﴿دوران حج سوال نہ کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ فَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوىٰ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: یتزودون: تزوّد (تفعل) توشہ لینا، الزاد: توشہ جمع ازودة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل یمن حج تو کرتے تھے؛ لیکن زادِ راہ نہیں لاتے تھے، اور کہتے تھے ہم لوگ توکل کرنے والوں میں ہیں؛ مگر جب مکہ مکرمہ پہنچتے لوگوں سے سوال شروع کر دیتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "وتزودوا فان خير الزاد التقوىٰ"۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی حج کو جائے تو ضروریات کے سامان ساتھ لے کر جائے؛ تاکہ حج کے دوران دستِ سوال دراز کرنے سے بچے۔

کلمات حدیث کی تشریح كان اهل اليمن يحجون الخ: یعنی اہل یمن، اسباب کے بغیر ہی حج کیا کرتے تھے، وہ لوگ یا تو بالکل زادِ راہ نہیں لاتے تھے یا لاتے تھے تو بہت کم، اور جب ان سے کہا جاتا کہ بھائی سفر خرچ تو تم لوگوں نے لیا ہی نہیں ہے، تو وہ لوگ کہتے کہ ہم متوکلین میں سے ہیں، فاذا قدموا مكة سالوا الناس: لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ وہ لوگ جب مکہ مکرمہ آجاتے تو دست سوال دراز کرنا شروع کر دیتے، فانزل الله تعالىٰ الخ: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

﴿عورتوں کا جہاد﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ: الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: جهاد: اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ، جهد (ف) جهداً بہت کوشش کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان پر ایسا جہاد ہے جن میں قتال نہیں ہے، وہ حج وعمرہ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو جہاد کا ثواب حج اور عمرہ میں مل جایا کرتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قلت یا رسول الله علی النساء جهاد: یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوق جہاد کی ایک جھلک ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے یہ پوچھا کہ کیا عورت کے لیے جہاد نہیں ہے؟ قال: نعم اعلیهن جهاد لا قتال فیه: جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو بتایا کہ ہاں عورت کے لیے جہاد ہے؛ لیکن ایسا جہاد ہے کہ اس میں قتال نہیں ہے، الحج و العمرة: یعنی وہ جہاد حج اور عمرہ ہے؛ یعنی حج وعمرہ میں جہاد کی طرح ہی سفر کرنا، ضروری سامان ڈھونا، اہل خانہ اور شہر والوں سے دور ہو جانے کی پریشانی ہے: اسی لیے حج وعمرے کو جہاد کہا گیا ہے۔

﴿حج نہ کرنے والوں کے لیے وعید﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۲۵﴾ وعَن أَبِيْ أمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْسُلْطَانٌ جَائِرٌ او مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُوْدِياً وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِياً. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

حل لغات: یمنعه: منع (ف) منعاً روکنا، منع کرنا، حاجة: ضرورت جمع حاجات، سلطان: بادشاہ جمع سلاطین، جائر: جار (ن) جوراً علیه ظلم کرنا، مرض: بیماری جمع امراض۔

توجمه: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو ظاہری ضرورت، ظالم بادشاہ اور خطرناک مرض نے حج سے نہیں روکا اور وہ حج کیے بغیر مرگیا، تو اس کو اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا کسی وجہ کے حج ترک کرنے والے کے لیے مذکورہ بالا وعید ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح حاجة ظاهرة: ظاہری ضرورت سے مراد زاد راہ اور سواری ہے "ای فقد زاد وراحلة" (مرقات۵/۲۷۹)، او سلطان جائر: یعنی ایسا بادشاہ ہے کہ جو حج کرنیوالوں کو قید کر لیتا ہو یا قتل کر دیتا ہو یا اسباب لٹوا دیتا ہو؛ تو ایسے حالات میں حج فرض نہیں ہے، او مرض حابس: یعنی ایسا مرض کہ آدمی سفر نہ کر سکے تو حج فرض نہیں ہے۔

﴿حاجی کی حیثیت﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۲۶﴾ وعَن أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: الحَاجُّ وَالعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَلَهُمْ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: وفد: وہ لوگ جو اکٹھے کسی جگہ جائیں جمع وفود، دعوہ: دعا (ن) دعوةً بلانا۔

توجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اگر یہ لوگ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا اور اگر استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی لوگ اللہ کے گھر میں حاضری دیتے ہیں اسلئے یہ سب اللہ کے مہمان ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح الحاج والعمار: مراد وہ لوگ ہیں جو حج اور عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں وفد الله: مراد اللہ کے مہمان ہیں، ان دعوه اجابهم: اور چوں کہ مہمان کی فرمائشیں قبول کی جاتی ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو بھی قبول کرتا ہے اور بخشش بھی کرتا ہے۔

﴿اللہ کے وفود﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۲۷﴾ وعَنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَفْدُاللّٰهِ ثَلَاثَةٌ: الغَازِيْ

وَالحَاجُّ وَالمُعتَمِرُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالبَيهَقِيُّ فِي شُعَبِ الإِيمَانِ.

حل لغات: وفد: وہ لوگ جو اکٹھا کسی جگہ جائیں، جمع وفود۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے وفود تین ہیں: (۱) غازی (۲) حاجی (۳) عمرہ کرنے والے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے یہ تین وفود ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، الغازی: مراد وہ لوگ ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے جہاد کرتے ہیں۔

﴿حاجی کی قدر و منزلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۸﴾ وعَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَقِيتَ الحَاجَّ فَسَلِّم عَلَيهِ وَصَافِحهُ وَمُرهُ ان يَستَغفِرَ لَكَ قَبلَ ان يَدخُلَ بَيتَهُ فَإِنَّهُ مَغفُورٌ لَهُ. رَوَاهُ احمَدُ.

حل لغات: الحاج: مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے والے، اسم جمع ہے، صافحه: صافح (مفاعلت) مصافحہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حاجی سے ملو تو، ان کو سلام کرو، مصافحہ کرو اور ان سے کہو کہ تمہارے لیے استغفار کریں، اپنے گھر داخل ہونے سے پہلے؛ اس لیے کہ وہ اس وقت تک مغفور ہوتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی کی آمد پر ان سے ملے اور دعا کے لیے کہے۔

کلمات حدیث کی تشریح إذا لقيت الحاج الخ: یعنی جب حاجی اور معتمر واپس آئے تو ان سے خاص طور پر ملے اور ان سے دعا کے لیے کہے، قبل ان يدخل بيته الخ: مراد یہ ہے کہ گھر گرہستی میں لگ کر غفلت کے شکار ہونے سے پہلے پہلے۔

﴿دوران سفر مرنے والے حاجی کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۲۹﴾ وعَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: مَن خَرَجَ حَاجًّا أو مُعتَمِراً أو غَازِياً ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيقِهِ كَتَبَ اللهُ له اجرالغَازِي وَالحَاجِّ وَالمُعتَمِرِ. رَوَاهُ البَيهَقِيُّ فِي شُعَبِ الإِيمَانِ.

حل لغات: خرج: خرج (ن) خروجاً نکلنا، طریق: راستہ جمع طرق۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج، عمرہ یا جہاد کے لیے نکلا؛ لیکن راستے میں اس کی موت ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ اس کو غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب عنایت کرتا ہے۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے حاجی کی موت ہو جائے، تو اس کو حج کا ثواب مل جاتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح من خرج حاجا الخ: مراد یہ ہے کہ جو بھی اللہ کی راہ میں نکلے؛ خواہ حج و عمرہ کے لیے ہو، یا جہاد وطلب علم کے لیے، ثم مات في طريقه: یعنی عمل کرنے سے پہلے ہی اس کی موت ہوگئی، کتب الله له اجر الغازی الخ: یعنی وہ جس مقصد کے لیے نکلا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا ثواب دے دیتا ہے۔

باب الاحرام والتلبیۃ

الفصل الاول

﴿احرام میں خوشبولگانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۰﴾عَن عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّهَ صَلَّى اللّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاحْرَامِه قَبْلَ ان يُحْرِمَ وَلِحِلِّه قَبْلَ ان يَطُوْفَ بِالبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ كَانِّيْ اَنظُرُ اِلیٰ وِبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: مسك: کستوری جمع مَسِك،انظر: نظ(ن)نظراً دیکھنا،الطیب:خوشبوجمع اطیاب،وبیص.وَبَصَ(ض)وبصاً چمکنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں احرام باندھنے سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ کو احرام کے لیے اور حلال ہونے کے لیے خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ایسی خوشبولگاتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا؛ گویا کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں؛ حالاں کہ آپ محرم تھے۔

خلاصۂ حدیث آدمی احرام سے پہلے اور حلال ہونے سے پہلے رمی جمرات کے بعد خوشبولگا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح کنت اطیب الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ احرام باندھنے سے پہلے خوشبولگوایا کرتے تھے،ولحله قبل ان يطوف بالبيت: طواف سے مراد"طواف افاضہ"ہے؛یعنی رمی جمرات کے بعد چوں کہ جماع اور دواعِ جماع کے علاوہ تمام چیزیں حلال ہوجایا کرتی ہیں؛اس لیے اب خوشبولگانے میں بھی حرج نہیں ہے۔

﴿تلبید وتلبیہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۱﴾وَعنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ يُهِلُّ مُلَبِّداً يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ اللّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا يَزِيْدُ عَلىٰ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: ملبدا: لَبَّدَ(تفعیل) کسی چیز کے ذریعے سے بالوں کو آپس میں چپکا دینا،النعمة: نعمت جمع انعامات۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو تلبید کی حالت میں بلند آواز سے کہتے ہوئے سنا"لبيك، اللّهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"یعنی آپ ان کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احرام کے دوران بالوں کو آپس میں چپکا لینے کی گنجائش ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح يهل: یعنی آپ زور سے تلبیہ پڑھتے،ملبدا: یعنی محرم گوند،مہدی یا خطمی وغیرہ سے سر کے بالوں کو آپس میں ملا کر چپکا دے؛ تاکہ بال جھڑنے نہ پائے،لا يزيد على هولاء الكلمات: یعنی جناب نبی کریم ﷺ اکثر تلبیہ میں اس حدیث شریف میں مذکور کلمات ہی کہتے تھے؛ لیکن بعض دفعہ اس سے کچھ زیادہ بھی کر دیا کرتے تھے"وهو محمول على الغالب على سياتي في الفصل الثاني عن ابن عمر مرفوعاً"(مرقات۲۸۳/۵)۔

﴿تلبیہ کب کہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۲﴾وعَنْه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ إِذَا اَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الغَرْزِ

وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً اَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: رجل: پیر جمع ارجل، الغرز: رکاب جمع غروز۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جب اپنا پیر رکاب میں ڈالے اور اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی، تب آپ نے مسجد ذی الحلیفۃ کے پاس تلبیہ کہا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جہاں سے احرام باندھے وہیں سے تلبیہ شروع کردے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنہ: یعنی یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فی الغرز: وہ آہنی حلقہ جو زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے اور سوار اس پر پاؤں رکھ کر سواری پر چڑھتا ہے "**استوت به ناقته قائمة اهل من عند ذی الحلیفة**" اس حدیث شریف سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جب آپ نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تب آپ نے تلبیہ پڑھا، دوسری روایت میں ہے کہ احرام کے لیے بنیت نفل دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد لبیک کہا، اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ مقام بیداء میں پہنچے تب آپ نے لبیک کہا، اس تضاد کو اس طرح دور کیا جاتا ہے کہ آپ نے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اس کے فوراً بعد تلبیہ کہا، پھر جب اونٹ پر سوار ہونے لگے تب بھی آپ نے تلبیہ کہا، اور جب آپ مقام بیداء پہنچے تو پھر آپ نے وہاں بھی تلبیہ کہا، اور تلبیہ کا تکرار تو ہوتا ہی رہتا ہے "**وقد جمع ابن القیم فی زاد المعاد بینهما بقوله اهل فی مصلاه ثم رکب ناقته فاهل ایضا ثم اهل لما استقبلت به البیداء**" (مرقات ۲۸۴/۵)۔

﴿تلبیہ کا ذکر﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۳۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخاً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: خرجنا: خرج (ن) خروجاً نکلنا، صرخ (ن) صراخا سخت چیخنا۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کے لیے زور سے تلبیہ کہتے ہوئے نکلے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی زور سے تلبیہ پڑھے۔

کلمات حدیث کی تشریح نصرخ: یعنی تلبیہ زور سے کہا، بالحج: جناب نبی کریم ﷺ نے حج وعمرہ دونوں کیا تھا؛ لیکن راوی نے یہاں پہ صرف حج کا تذکرہ کیا ہے، یہ اس لیے کہ حج ہی مقصود اصلی تھا "**ولعل الاقتصار علی ذکر الحج؛ لانه الاصل والمقصود الاعظم**" (مرقات ۲۸۴/۵)

﴿تلبیہ کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۳۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ اَبِیْ طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعاً الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: ردیف: سوار کے پیچھے سوار ہونے والا جمع رُدَفَاء، لیصرخون: صرخ (ن) صراخا سخت چیخنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سواری پہ حضرت ابو طلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور وہ لوگ حج وعمرہ دونوں کے لیے چلاتے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح کنت ردیف ابی طلحة: یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سواری پہ حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔لیصرخون بھما جمیعاً الخ: یعنی حضرات صحابۂ کرام حج قران کی نیت کر کے زور زور سے تلبیہ پڑھ رہے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حج قران کرنا افضل ہے؛ اس لیے کہ اگر یہ افضل نہ ہوتا تو حضرات صحابۂ کرام یہ نہ کرتے "وھذا یدل علی ان القران افضل وبه قلنا؛ لانه یبعد مخالفة الصحابة رضی الله عنهم للنبی صلی الله علیه وسلم وھم معه فی اول الوھلة" (مرقات ۵/۲۸۴)۔

﴿حج کے اقسام﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۳۵﴾ وعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ، وَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتّٰى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: فحل: حل (ض) حلاً الرجل احرام سے نکلنا۔

ترجمه: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم سے بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا، ہم میں سے بعض نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے صرف حج کا احرام باندھا، تو جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا وہ حلال ہو گئے، اور جن لوگوں نے حج یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا، وہ لوگ قربانی کے دن حلال ہوئے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احرام کے مختلف طریقے ہیں؛ اس لیے جس انداز میں احرام باندھے گا اسی ترکیب سے احرام کھولنا پڑے گا؛ تاکہ حدیث شریف پر عمل ہو جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح فمنا من اھل بعمرة: یعنی بعض حضرات نے صرف عمرے کا احرام باندھا؛ تاکہ عمرہ کرنے کے بعد ایام حج تک فری ہو جائیں، اور جب حج کے ایام آئیں تو پھر حج کے لیے احرام باندھ کر حج کے امور انجام دیں، اس کو حج تمتع کہا جاتا ہے، ومنامن اھل بالحج: دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی صرف حج کا احرام باندھے، اس کو حج افراد کہا جاتا ہے، واھل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم: اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج افراد کیا تھا؛ لیکن دوسری صحیح روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا اور حج قران ہی افضل ہے "باب القران لحدیث اتانی اللیة ات من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اھلو بحجة وعمرة معاً" (درمختار: ۳/۵۵۴)۔

سوال: جب روایتوں سے یہ بات واضح ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج قران کیا تھا، تو بعض روایتوں میں حج افراد کا تذکرہ کیسے ملتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے تو حج قران ہی کی نیت کی تھی اور تلبیہ بھی آپ اسی حساب سے پڑھتے تھے؛ لیکن کبھی کبھی تلبیہ میں صرف حج یا صرف عمرے کا تذکرہ کر لیا کرتے تھے، تو جس راوی نے جیسا سنا ویسا ہی نقل کر دیا، اسی بنیاد پر روایتوں میں قدرے اختلاف ہو گیا ہے "قال الخطابی یحتمل ان یکون بعضهم سمعه یقول لبیک بحجة وخفی علیه قوله وعمرة فحکی

الله کان مفرداً، وسمعه اخر يقول: لبيك بحجة وعمرة فقال كان قارناً، ولا تنكر الزيادات في الاخبار" (مرقات ۲۸۵/۵)

﴿حج نبی﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ بَدَأَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: تمتع: تمتع (تفعل) حج تمتع کرنا، بدأ: بدأ (ن) بدوًا شروع کرنا۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کو حج سے ملا کر تمتع کیا؛ بایں طور کہ عمرے کے احرام سے شروع کیا، پھر آپ نے حج کا احرام باندھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج تمتع کیا جاسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ: اس روایت میں جو لفظ تمتع ہے اس سے لغوی تمتع مراد ہے، ورنہ تو حقیقتاً یہ حج قران ہے "من روى التمتع اراد التمتع اللغوي" (مرقات ۸۵/۵)

الفصل الثانی

﴿احرام کے کپڑے﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۷﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: تجرد: جرد (س) جرداً، جرّد (تفعیل) کپڑے اتارنا۔

ترجمه: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ احرام کے لیے ننگے ہوئے اور انہوں نے احرام باندھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احرام کے لیے غسل کرنے کے بعد بغیر سلے ہوئے کپڑے پہنے۔

کلمات حدیث کی تشریح تجرد لاهلا له واغتسل: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے سلے ہوئے کپڑے اتارے، غسل فرمایا، اسکے بعد آپ نے بغیر سلے ہوئے کپڑے پہنے "اى عن المخيط ولبس ازار أو رداء" (مرقات ۲۸۶/۵)

واغتسل: یعنی احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے "اى للاحرام وهو من سنته عليه السلام" (مرقات ۲۸۶/۵)۔

﴿تلبید کا تذکرہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۸﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَأْسَهُ بِالْغِسْلِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حل لغات: لبد: لبد (ض) لبداً شعره لیس دار چیز سے اپنے بالوں کو چپکانا۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے غسل کے ذریعے سے اپنے سر کے بالوں کو جمایا۔

خلاصۂ حدیث احرام کے وقت محرم لیس دار چیز سے اپنے سر کے بالوں کو جمالے؛ تاکہ بال ٹوٹ کر گرنے سے محفوظ ہو جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح لبد راسه: مراد یہ ہے کہ حالت احرام میں سر کے بالوں کو ٹوٹنے سے محفوظ کرنے کیلئے، گوند وغیرہ لگا کر جما لینے کی اجازت ہے، بالغسل: بالکسر مراد وہ لیس دار چیز ہیں جن سے سر کی تلبید کی جاسکے۔

﴿تلبیہ میں آواز بلند کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۳۹﴾وعَن خلّادِبنِ السَّائِبِ عَن اَبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ آمُرَ اَصْحَابِیْ اَن یَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالإِهْلَالِ اَو التَّلْبِیَةِ.رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ.

حل لغات:یرفعوا:رفع(ف)رفعا بلند کرنا،اصوات:جمع ہے صوت کی بمعنی آواز۔

ترجمہ:حضرت خلاد بن سائب رضی اللہ عنہ اپنے والدمحترم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل نے میرے پاس آکر کہا کہ میں اپنے اصحاب کوحکم دوں کہ وہ لوگ تلبیہ میں آواز بلند کریں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ تلبیہ زور سے پڑھا جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح عن خلاد بن السائب عن ابیه: خلاد بن سائب انصاری صحابی ہیں، یہ اپنے والدمحترم سائب بن خلادخزرجی سے روایت کرتے ہیں،ان آمر اصحابی ان یرفعوا اصواتهم الخ:اس حکم سے مراد حکم استحبابی ہے"ای امر استحباب"(مرقات۵/۲۸۶)۔

﴿لبیک کہنے والے کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۴۰﴾وعَن سَهْلِ بنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ مُسْلِمٍ یُلَبِّیْ إِلَّا لَبّٰى مَنْ عَنْ یَمِیْنِه وشِمَالِه مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتىٰ تَنْقَطِعَ الأَرْضُ مِنْ هٰهُنَاوهٰهُنَا:رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات:یمینه: برکت وقوت جمع اَیمان،شماله: بایاں جمع شمائل،حجر: پتھر جمع احجار،المدر: مٹی کا ڈھیلا۔

ترجمه: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے،تو اس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری حصے تک؛خواہ پتھر ہوں کہ درخت یا مٹی کے ڈھیلے،سب لبیک کہتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ تلبیہ کہنے والے کی تقلید کرتے ہوئے دنیا کی ہر چیز تلبیہ کہنا شروع کر دیتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ما من مسلم یلبی الا لبی الخ:اس حدیث شریف کی مراد یہ ہے کہ تلبیہ کہنے والےکی موافقت میں دنیا کی ہر چیز تلبیہ کہنا شروع کر دیتی ہے"ای یوافقه فی التلبیة جمیع ما فی الارض"(مرقات ۵/۲۸۷)

﴿احرام کے لیے دو رکعت﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۴۱﴾وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْكَعُ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ به النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَیْفَةِ اَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَیَقُوْلُ :لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ لَبَّیْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَیْكَ وَالعَمَلُ. مُتفَقٌ عَلَیْه وَلَفْظُه لِمُسْلِمٍ.

حل لغات:یرکع:رکع(ف)رکوعاً جھکنا،سعد:خوش بختی جمع اسعد،الرغباء:رغب(س)رغباً ورغباءً عاجزی ظاہری کرنا۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ذوالحلیفۃ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب آپ کی اونٹنی مسجد ذی الحلیفۃ کے پاس آپ کو لے کر کھڑی ہوتی،تو آپ ان کلمات کے ساتھ لبیک کہتے "لبیک اللھم لبیک لبیک وسعدیك والخیر فی یدیك لبیك والرغباء الیك والعمل"۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احرام کے وقت دورکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح یرکع بذی الحلیفة رکعتین: مراد نماز پڑھنا ہے؛ یعنی احرام کے وقت دورکعت نماز پڑھنا سنت ہے اور جیسے ہی نماز ختم ہو سر سے کپڑا ہٹا دے اور فوراً تلبیہ پڑھے، اهل بهؤلاء الکلمات: یعنی جناب نبی کریم ﷺ بلند آواز سے تلبیہ کہتے "ای رفع صوته" (مرقات ۵/۲۸۷)، یقول لبیك الخ: یہاں تو تلبیہ ان الفاظ میں ہے اور مشہور جو تلبیہ ہے اس کے الفاظ دوسرے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تلبیہ تو وہی ہے جو مشہور ہے؛ اس لیے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ سے منقول ہے، اور حضرت ابن عمر چوں کہ بعض دفعہ تلبیہ کے الفاظ بدل لیا کرتے تھے؛ اس لیے ان کی روایتوں میں تلبیہ کے مختلف الفاظ ملتے ہیں، جس میں کوئی قباحت نہیں ہے، (مرقات ۵/۲۸۷)۔

﴿تلبیہ کے بعد دعا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۲﴾ وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهِ سَأَلَ اللَّهَ رِضْوَانَهُ وَالجَنَّةَ وَاسْتَعْفَاهُ بِرَحْمَتِهِ مِنَ النَّارِ. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ.

حل لغات: فرغ: فرغ (ف، ن، س) فراغاً کام سے خالی ہونا، الجنة: باغ جمع جنات۔

ترجمه: حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ جب تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رضامندی، جنت اور اس کی رحمت کے ذریعے دوزخ سے معافی چاہتے۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جب احرام کی نماز سے فارغ ہو کر تلبیہ پڑھے تو اس کے بعد دعا بھی کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح سأل الله رضوانه: مراد دنیا اور عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مراد ہے، والجنة: مراد وہ جنت ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے؛ یعنی جب مرضی مولی مل گئی تو اب جنت کا بھی سوال کرلیا گیا، واستعفاه: مراد استغفار ہے؛ اس لیے کہ بعض روایتوں میں لفظ استغفار کی صراحت مل جاتی ہے، برحمته: مراد محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے "ای بسبب رحمته تعالیٰ لا بکسب نفسه" (مرقات ۵/۲۸۸)، من النار: مراد عذاب دوزخ ہے۔

الفصل الثالث

﴿حجة الوداع کے موقع پر آپ کا اعلان﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ الْحَجَّ اَذَّنَ فِى النَّاسِ فَاجْتَمِعُوْا فَلَمَّا اَتَى الْبَيْدَاءَ اَحْرَمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِىّ.

حل لغات: اراد: راد (ن) روداً ارادہ کرنا، الناس: آدمی جمع اناس۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو آپ نے لوگوں میں اعلان کیا؛ چناں چہ لوگ جمع ہوگئے، جب آپ بیداء پہنچے تو آپ نے احرام باندھا۔

خلاصۂ حدیث آپ نے حج سے پہلے اعلان کرایا تا کہ لوگ مجھے حج کرتا ہوا دیکھ کر حج کرنے کا طریقہ سیکھ لیں۔

کلمات حدیث کی تشریح لما اراد النبی صلی الله علیه وسلم الحج: جناب نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت تھی کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرمادیں؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو آپ نے لوگوں میں

کا اعلان کرادیا" لقوله تعالیٰ: واذن فی الناس بالحج الأیۃ" (مرقات ۲۸۹/۵)، فاجتمعوا: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کا اعلان سن کر حضرات صحابۂ کرام مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے، فلما الی البیداء: یہ ذوالحلیفہ میں اس مخصوص جگہ کا نام ہے، جہاں جناب نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا تھا۔

﴿مشرکوں کا تلبیہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدٍ قَدٍ إِلَّا شَرِيْكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: المشرکون: جمع ہے مشرک کی بمعنی خدا کے ساتھ شریک کرنے والا، البیت: گھر جمع بیوت۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین تلبیہ میں یہ "لبیک لا شریک لك" کہتے تھے، تو جناب نبی کریم ﷺ فرماتے، افسوس تم پر! بس کر بس کر، مگر مشرکین یہ کلمات "الاشریکاً هو لك تملکه وما ملك" کہتے اور طواف کرتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین نے چوں کہ عبادتوں میں ملاوٹ کر ڈالی تھی؛ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تلبیہ بھی محفوظ نہ تھا، تو جہاں تک تلبیہ ٹھیک تھا، مشرکین جب اس کو پڑھتے تو جناب نبی کریم ﷺ ان کو وہیں روکنے کی کوشش کرتے؛ مگر وہ لوگ مانتے نہیں اور تلبیہ میں بھی بعض شرکیہ کلمات پڑھ ڈالتے۔

کلمات حدیث کی تشریح کان المشرکون یقولون لبیك لا شریك لك: یعنی حج کے دوران مشرکین بھی تلبیہ پڑھتے تھے، تو جب وہ لوگ "لا شریك لك" تک پہنچتے تو جناب نبی کریم ﷺ ان لوگوں کو روکتے کہ بس کرو اور یہیں تک پڑھو، چوں کہ تلبیہ کی اصل یہی ہے، آگے جو تم لوگ پڑھتے ہو، وہ غلط ہے، یقولون هذا وهم یطوفون بالبیت: یعنی مشرکین مانتے نہیں "الاشریکاً هو لك تملکه ومالملك" شرکیہ کلمات پڑھتے اور طواف کرتے۔

﴿باب قصة حجة الوداع﴾

الفصل الاول

﴿حجة الوداع کی تفصیل﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۵﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى إِذَا أَتَيْنَا ذَاالْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: اغْتَسِلِيْ وَاسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِيْ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَاءِ، أَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، قَالَ جَابِرٌ: لَسْنَا نَنْوِيْ إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتّٰى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهٗ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ، فَطَافَ سَبْعاً، فَرَمَلَ ثَلَاثاً وَمَشٰى أَرْبَعاً، ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ، فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَنَّهٗ قَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ، فَاسْتَلَمَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا،

فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا، قَرَأَ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَأَ بِالصَّفَا، فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَأَى الْبَيْتَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ، ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ، قَالَ: مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ وَمَشٰى اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ سَعٰى حَتّٰى اِذَا صَعِدَ تَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ نَادٰى وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهُ، فَقَالَ: لَوْ اَنِّيْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ؟ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْاُخْرٰى، وَقَالَ: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: مَاذَا قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ، قَالَ: فَاِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ، قَالَ: فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ قَدِمَ بِهٖ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِيْ اَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً، قَالَ: فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوْا اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى، فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاتَشُكُّ قُرَيْشٌ اِلَّا اَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ، فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَقَالَ: اِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضَعاً فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِباً اَضَعُ مِنْ رِبَانَارِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَاِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَداً تَكْرَهُوْنَهُ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّيْ، فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ، فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ اِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفاً حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَدَفَعَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى اَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ

الْقِبْلَةَ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفاً حَتَّى اَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ، فَحَرَّكَ قَلِيْلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوُسْطٰى الَّتِيْ تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى حَتّٰى اَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّيْنَ بَدَنَةً بِيَدِهٖ، ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا، فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَاَشْرَكَهٗ فِيْ هَدْيِهٖ، ثُمَّ اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِيْ قِدْرٍ، فَطُبِخَتْ فَاَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ، فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، فَاَتٰى عَلٰى بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُوْنَ عَلٰى زَمْزَمَ، فَقَالَ: اِنْزِعُوْا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا اَنْ يَّغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ، فَنَاوَلُوْهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: بشر: انسان مذکر و مؤنث، واحد جمع سب کے لیے مستعمل ہے، استثفری: استثفری (استفعال) کپڑے کا لنگوٹ کسنا، القصواءَ: بالفتح والضم دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے، رمل: رمل (ن) رملاً کندھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا، رقی: رقی (س) رقیاً پہاڑ پر چڑھنا، انصبت: انصب (انفعال علیہ) اترنا، مکث: مکث (ن) مکثاً رکنا، زاغت: زاغ (ض) زیغاً الشمس سورج کا ڈھلنا، برح: برح (س) برحاً نشان کا ظاہر ہونا۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں نو سال رہے، لیکن آپ نے کوئی حج نہیں کیا، پھر ۱۰ھ میں آپ نے اعلان کرایا کہ اس سال آپ کا ارادہ حج کرنے کا ہے، یہ اطلاع پا کر لوگ بہت بڑی تعداد میں مدینہ آگئے، ہر ایک کی خواہش اور آرزو یہ تھی کہ اس مبارک سفر میں آپؐ کے ساتھ رہ کر آپ کی پوری پوری پیروی کرے اور آپ کے نقش قدم پر چلے، (حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر جب روانگی کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں) یہ پورا قافلہ مدینہ سے روانہ ہو کر ذوالحلیفہ آیا اور اس دن یہیں قیام کیا، یہاں پہونچ کر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ اسماء بنت عمیس (جو ابوبکر صدیق کی بیوی تھیں، اور وہ بھی اس قافلہ میں تھیں) ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا (یعنی محمد بن ابی بکر)، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرایا کہ ایسی حالت میں میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اسی حالت میں احرام کے لئے غسل کر لیں، اور جس طرح عورتیں ایسی حالت میں کپڑے کا لنگوٹ استعمال کرتی ہیں اسی طرح استعمال کریں، اور احرام باندھ لیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں آخری نماز (ظہر کی) پڑھی، پھر آپ اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوئے؛ یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیداء کے میدان میں کھڑی ہوئی تو آپ نے بلند آواز سے تلبیہ کے یہ الفاظ کہے "اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"۔

حضرت جابرؓ نے (حجۃ الوداع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے) بتلایا کہ اس سفر میں ہماری نیت (اصلاً) صرف حج کی تھی (مقصد سفر کی حیثیت سے) عمرہ ہمارے ذہن میں نہیں تھا، یہاں تک کہ جب ہم سفر پورا کر کے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ پر پہنچ گئے تو آپ نے سب سے پہلے حجر اسود کا استلام کیا (یعنی قاعدے کے مطابق اس پر ہاتھ رکھ کے اس کو چوما، پھر آپؐ نے طواف شروع کیا) جس میں تین چکروں میں آپ ﷺ نے رمل کیا (یعنی وہ خاص چال چلے جس میں قوت اور شجاعت کا اظہار ہوتا ہے) اور باقی چار چکروں میں اپنی عادت کے مطابق چلے، پھر (طواف کے سات چکر پورے کر کے) آپ ﷺ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور یہ آیت تلاوت فرمائی "واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى" (اور مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو)، پھر اس طرح کھڑے ہو کر کہ مقام ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا آپ ﷺ نے نماز پڑھی (یعنی دوگانہ طواف ادا کیا) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں "قل يا ايها الكفرون" اور "قل هو الله احد" کی قرأت کی، اس کے بعد آپ ﷺ حجر

اسود کی طرف واپس آئے اور پھر اس کا استلام کیا، پھر ایک دروازہ سے (سعی کیلیے) صفا پہاڑی کی طرف چلے گئے، اور اس کے بالکل قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، ان الصفاو المروۃ من شعائر اللہ" (بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں جن کے درمیان سعی کا حکم ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اسی صفا سے سعی شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے کیا ہے"۔

چناں چہ آپ ﷺ پہلے صفا پر آئے اور اس حد تک اس کی بلندی پر چڑھے کہ بیت اللہ آپ ﷺ کی نظر کے سامنے آ گیا، اس وقت آپ ﷺ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی توحید اور تکبیر و تحمید میں مصروف ہو گئے، آپ ﷺ نے کہا "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له،له الملك وله الحمد وهو علی کل شيء قدیر،لا اله الا الله وحده انجزو عده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده" (اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پرستش کے لائق نہیں، وہی تنہا معبود و مالک ہے کوئی اس کا شریک ساجھی نہیں، ساری کائنات پر اسی کی فرماں روائی ہے، اور حمد و ستائش اسی کا حق ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی تنہا مالک و معبود ہے، اس نے (مکہ پر اور سارے عرب پر اقتدار بخشنے اور اپنے دین کو سر بلند کرنے کا) اپنا وعدہ پورا فرمادیا، اپنے بندے کی اس نے بھر پور مدد فرمائی، اور کفر و شرک کے لشکروں کو اس نے تنہا اسی نے شکست کی) آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ کلمات فرمائے اور ان کے درمیان میں دعا مانگی، اس کے بعد آپ ﷺ اتر کے مروہ کی طرف چلے؛ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کے قدم وادی کے نشیب میں پہنچے تو آپ ﷺ کچھ دوڑ کے چلے، پھر جب آپ نشیب سے اوپر آ گئے تو پھر اپنی عام رفتار کے مطابق چلے؛ یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر آ گئے اور یہاں آپ ﷺ نے بالکل وہی کیا جو صفا پر کیا تھا؛ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ آخری پھیرا پورا کر کے مروہ پر پہنچے، آپ ﷺ نے اپنے رفقاء صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: اگر پہلے سے میرے خیال میں وہ بات آجاتی جو بعد میں آئی تو میں قربانی کے جانور مدینہ سے ساتھ نہ لاتا اور اس طواف و سعی کو جو میں نے کیا ہے عمرہ بنا دیتا، تو اب میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم میں سے جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں آئے ہیں وہ اپنا احرام ختم کر دیں اور اب تک جو طواف و سعی انہوں نے کی اس کو عمرہ بنا دیں، آپ کا یہ ارشاد سن کر سراقہ بن مالک نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم کہ اشہر حج (حج کے مہینوں) میں عمرہ کیا جائے خاص اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے؟ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا کہ "دخلت العمرة فی الحج لا بل لا بدابد" (عمرہ حج میں داخل ہو گیا، خاص اسی سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے)۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو زکوۃ اور دوسرے مطالبات کی وصولی وغیرہ کے لیے جناب نبی کریم ﷺ کے حکم سے یمن گئے ہوئے تھے) وہاں سے جناب نبی کریم ﷺ کی قربانی کے لیے مزید جانور لے کر مکہ معظمہ پہنچے تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حج کی نیت کی اور تلبیہ کہہ کر احرام باندھا تو اس وقت تم نے کیا کہا تھا؟ یعنی افراد کے طریقے پر صرف حج کی نیت کی تھی یا تمتع کے طریقے پر صرف عمرہ کی، یا قران کے طریقے پر دونوں کی ساتھ ساتھ نیت کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے نیت اس طرح کی تھی کہ "اللهم انی اهل بما اهل به رسولك" (اے اللہ! میں احرام باندھتا ہوں اس چیز کا جس کا احرام باندھا ہو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے)، آپ نے فرمایا کہ میں چوں کہ قربانی کے جانور ساتھ لایا ہوں (اور اس کی وجہ سے اب حج سے پہلے احرام ختم کرنے کی میرے لیے گنجائش نہیں ہے، اور تم نے میرے جیسے احرام کی نیت کی ہے)؛ اس لیے تم بھی میری طرح احرام ہی کی حالت میں رہو، آگے حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے جو جانور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور جو بعد میں آپ ﷺ کے لیے حضرت علیؓ یمن سے لے کر آئے ان کی مجموعی تعداد سو تھی (بعض روایات سے تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۶۳ اونٹ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اور ۳۷ حضرت علی یمن سے لائے تھے)، حضرت جابرؓ نے آگے بیان کیا کہ جناب نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق تمام ان صحابہ نے احرام ختم کر دیا جو قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے اور صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد اپنے سروں کے بال ترشوا کے وہ سب حلال ہو گئے اور جو طواف وسعی انہوں نے کی تھی اس کو مستقل عمرہ قرار دے دیا، بس جناب نبی کریم ﷺ اور وہ صحابہ حالت احرام میں رہے جو اپنی قربانیاں ساتھ لائے تھے۔

پھر جب یوم الترویہ (یعنی ۸ رذی الحجہ کا دن) ہوا تو سب لوگ منیٰ جانے لگے (اور جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صفا مروہ کی سعی کر کے اپنا احرام ختم کر چکے تھے اور حلال ہو گئے تھے) انہوں نے حج کا احرام باندھا، اور جناب نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر منیٰ کو چلے، پھر وہاں پہنچ کر آپ نے (اور صحابہ کرام نے مسجد خیف میں) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچوں نمازیں پڑھیں، پھر فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر آپ ﷺ منیٰ میں اور ٹھہرے، یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو آپ ﷺ عرفات کی طرف روانہ ہوئے، اور آپ نے حکم دیا تھا کہ صوف کا بنا ہوا خیمہ آپ ﷺ کے لیے نمرہ میں نصب کیا جائے (نمرہ دراصل وہ جگہ ہے جہاں سے آگے عرفات کا میدان شروع ہوتا ہے) آپ ﷺ کے خاندان قریش کے لوگوں کو اس کا یقین تھا اور اس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ "مشعر حرام" کے پاس قیام کریں گے، جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے (لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ؛بلکہ) آپ ﷺ مشعر حرام کے حدود سے آگے بڑھ کے عرفہ پہنچ گئے اور آپ نے دیکھا کہ (آپ کی ہدایت کے مطابق) نمرہ میں آپ کا خیمہ نصب کر دیا گیا ہے تو آپ ﷺ اس خیمہ میں اتر گئے؛ یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے اپنی ناقہ قصواء پر کجاوا کسنے کا حکم دیا؛ چناں چہ اس پر کجاوا کس دیا گیا، آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی (وادیٔ عرفہ) کے درمیان آئے اور آپ ﷺ نے اونٹنی کی پشت ہی پر سے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں (یعنی ناحق کسی کا خون کرنا اور ناجائز طریقے پر کسی کا مال لینا تمہارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے)؛ بالکل اسی طرح جس طرح کہ آج یوم العرفہ کے دن ذی الحجہ کے اس مبارک مہینے میں اپنے اس مقدس شہر مکے میں (تم ناحق کسی کا خون کرنا اور کسی کا مال لینا حرام جانتے ہو)، خوب ذہن نشیں کر لو کہ جاہلیت کی ساری چیزیں (یعنی اسلام کی روشنی کے دور سے پہلے تاریکی اور گمراہی کے زمانہ کی ساری باتیں اور سارے قصے ختم ہیں)، میرے دونوں قدموں کے نیچے دفن اور پامال ہیں، (میں ان کے خاتمہ اور منسوخ کا اعلان کرتا ہوں) اور زمانہ جاہلیت کے خون بھی ختم ہیں معاف ہیں؛ یعنی اب کوئی مسلمان زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا بدلا نہیں لے گا، اور سب سے پہلے میں اپنے گھرانہ کے ایک خون ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے فرزند کے خون کے ختم اور معاف کیے جانے کا اعلان کرتا ہوں، جو قبیلہ بنی سعد کے ایک گھر میں دودھ پینے کے لیے رہتے تھے، ان کو قبیلۂ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا، ہذیل سے اس خون کا بدلہ لینا ابھی باقی تھا؛ لیکن اب میں اپنے خاندان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اب یہ قصہ ختم، بدلہ نہیں لیا جائے گا) اور زمانہ جاہلیت کے سارے سودی مطالبات (جو کسی کے کسی کے ذمہ باقی ہیں وہ سب بھی) ختم اور سوخت ہیں، (اب کوئی مسلمان کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کرے گا) اور اس باب میں بھی میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے سودی مطالبات میں سے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کے ختم اور سوخت ہونے کا اعلان کرتا ہوں (اب وہ کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کریں گے) ان کے سارے سودی مطالبات آج ختم کر دیے گئے، اور اے لوگو! عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو! اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اور اللہ کے حکم اور اس کے قانون سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا ہے، اور تمہارا خاص حق ان پر یہ ہے کہ جس آدمی کا گھر میں آنا اور تمہاری جگہ اور تمہارے بستر پر بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اس کو اس کا موقع نہ دیں؛ لیکن اگر وہ یہ غلطی کریں تو تم (حمیہ

اور آئندہ سد باب کے لیے اگر کچھ سزا دینا مناسب اور مفید سمجھو تو) ان کو کوئی خفیف سی سزا دے سکتے ہو، اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پہننے کا بندوبست کرو، اور میں تمہارے لیے وہ سامان ہدایت چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے وابستہ رہے اور اس کی پیروی کرتے رہے تو پھر کبھی تم گمراہ نہ ہوگے وہ ہے ''کتاب اللہ''، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ میں نے تم کو اللہ کی ہدایت اور اس کے احکام پہنچائے یا نہیں) تو بتاؤ! کہ وہاں تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں اور قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کے احکام ہم کو پہنچا دئے اور رہنمائی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نصیحت و خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، اس پر آپ ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اس سے اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا ''**اللهم اشهد! اللهم اشهد! االلهم اشهد!**'' یعنی اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا پیغام اور تیرے احکام تیرے بندوں تک پہنچا دئے اور تیرے یہ بندے اقرار کر رہے ہیں، اس کے بعد (آپ ﷺ کے حکم سے) حضرت بلالؓ نے اذان دی پھر اقامت کہی، اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد پھر بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی، اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے اور کوئی نماز نہیں پڑھی۔

پھر (جب آپ ﷺ ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ بلا فصل پڑھ چکے تو اپنی ناقہ پر سوار ہو کر آپ ﷺ میدان عرفات میں خاص وقوف کی جگہ پر تشریف لائے اور اپنی ناقہ قصواء کا رخ آپ ﷺ نے اس طرف کر دیا جدھر پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں ہیں اور پیدل مجمع آپ ﷺ نے اپنے سامنے کر لیا اور آپ ﷺ قبلہ رو ہو گئے اور وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت آ گیا، اور (شام کے آخری وقت میں فضا جو زرد ہوتی ہے وہ) زردی بھی ختم ہو گئی، اور آفتاب بالکل ڈوب گیا، تو آپ ﷺ (عرفات سے مزدلفہ کے لیے) روانہ ہوئے، اور اسامہ بن زیدؓ کو آپ ﷺ نے اپنی ناقہ پر اپنے پیچھے سوار کر لیا تھا، اور جناب نبی کریم ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ''قصواء'' اونٹنی کے لگام کو کھینچا یہاں تک کہ اس کا سر کجاوے کے نچلے حصہ سے لگ گیا۔ اور آپ ﷺ نے داہنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! وقار و تمکنت سے چلو، جب کسی اونچی جگہ پر چڑھتے تو اونٹنی کی لگام قدرے ڈھیلے کر دیتے؛ تا کہ وہ اونچائی پر چڑھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ آ گئے (جو عرفات سے تقریباً تین میل ہے) یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں، ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ (یعنی اذان ایک ہی دفعہ کہی گئی اور اقامت مغرب کے لیے الگ کہی گئی اور عشا کے لیے الگ کہی گئی) اور ان دونوں نمازوں کے درمیان بھی آپ نے سنت یا نفل کی رکعتیں بالکل نہیں پڑھیں، اس کے بعد آپ ﷺ لیٹ گئے، اور لیٹے رہے، یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی اور فجر کا وقت آ گیا، تو آپ ﷺ نے صبح صادق کے ظاہر ہوتے ہی اذان اور اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ مشعر حرام کے پاس آئے (راجح قول کے مطابق یہ ایک بلند ٹیلہ سا تھا، مزدلفہ کے حدود میں اب بھی یہی صورت ہے اور وہاں نشانی کے طور پر ایک عمارت بنا دی گئی ہے) یہاں آ کر آپ ﷺ قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا اور اللہ کی تکبیر و تہلیل اور توحید و تمجید میں مشغول رہے، یہاں تک کہ خوب اجالا ہو گیا، پھر طلوع آفتاب سے ذرا پہلے آپ ﷺ وہاں سے منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے اور اس وقت آپ ﷺ نے اپنی ناقہ کے پیچھے فضل بن عباسؓ کو سوار کر لیا اور چل دئے اور وہ اچھے بال گورے اور خوبصورت تھے، جب آپ ﷺ آگے بڑھے تو کچھ عورتیں آپ کے سامنے گزر رہی تھیں فضل بن عباسؓ کی نظر ان کی طرف چلی گئی تو جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کو فضل بن عباسؓ کے چہرے پر رکھا (تا کہ کسی جانب سے وسوسہ دل میں نہ آ جائے)، فضل بن عباس اپنے چہرے کو دوسری جانب کر کے پھر انہیں دیکھنے لگے، جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے دست

مبارک کو دوسری جانب سے فضل بن عباسؓ کے چہرے پر رکھ دیا، فضل بن عباس دوسری جانب چہرہ پھیر کر دیکھنے لگے؛ یہاں تک کہ جب وادیٔ محسر کے درمیان پہنچے تو آپ ﷺ نے اونٹنی کی رفتار کچھ تیز کر دی پھر اس سے نکل کر اس درمیان والے راستہ سے چلے جو بڑے جمرہ پر پہنچتا ہے، جمرہ کے پاس پہنچ کر جو درخت کے پاس ہے آپ ﷺ نے اس پر رمی کی سات سنگ ریزے پھینک کے مارے ؛ جن میں ہر ایک کے ساتھ آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے، یہ سنگ ریزے ''خذف کے سنگریزوں'' کی طرح کے تھے (یعنی چھوٹے چھوٹے جیسے کہ انگلیوں میں رکھ کر پھینکے جاتے ہیں جو قریباً چنے اور مٹر کے دانے کے برابر ہوتے ہیں) آپ ﷺ نے جمرہ پر یہ سنگ ریزے (جمرہ کے قریب والی) نشیبی جگہ سے پھینک کے مارے اور اس رمی سے فارغ ہو کر قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے، وہاں آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹوں کی قربانی اپنے ہاتھ سے کی، پھر جو باقی رہے وہ حضرت علیؓ کے حوالہ فرما دئے، ان سب کی قربانی انہوں نے کی، اور آپ ﷺ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک فرمایا، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک پارچہ لے لیا جائے، یہ سارے پارچے ایک دیگ میں ڈال کر پکائے گئے تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ دونوں نے اس میں سے گوشت کھایا اور شوربا پیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر طواف زیارت کے لیے بیت اللہ کی طرف چل دئے اور ظہر کی نماز آپ ﷺ نے مکے میں جا کر پڑھی، نماز سے فارغ ہو کے (اپنے اہل خاندان) بنی عبد المطلب کے پاس آئے جو زمزم سے پانی کھینچ کھینچ کے لوگوں کو پلا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ دوسرے لوگ غالب آکر تم سے یہ خدمت چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھینچتا، ان لوگوں نے آپ کو بھر کے ایک ڈول زمزم کا دیا تو آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک حج کیا ہے، اور آپ کی عبادت کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگ دیکھ کر وہ عبادت کرنا سیکھ لیں؛ چناں چہ عام لوگوں کو حج کا طریقہ سکھانا تھا؛ اسلیے جناب نبی کریم ﷺ نے اعلان کرایا کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں؛ اس لیے جن لوگوں کو حج کرنا ہے وہ میرے ساتھ ہو جائیں تا کہ حج کرنے کا طریقہ سیکھ لیں؛ چناں چہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار صحابۂ کرام نے حج کر کے حج کرنے کا طریقہ سیکھ لیا۔

کلمات حدیث کی تشریح **مکث بالمدینة تسع سنین لم یحج:** جناب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں نو سال گزارے؛ لیکن آپ نے اس لمبے عرصے میں کوئی حج نہیں کیا تھا؛ چوں کہ ان دنوں حج فرض ہوا نہ ہی تھا؛ اس لیے آپ نے حج نہیں فرمایا تھا؛ البتہ آپ نے چند عمرے کیے تھے، **ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشر:** یعنی نویں سال میں حج فرض ہوا، تو آپ نے جلد بازی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حجاج کے امیر بنا کر حج کے لیے بھیجا اور دسویں سال آپ نے عام اعلان کرایا کہ جن لوگوں کو حج کرنا ہو وہ لوگ چلیں میں حج کرنا چاہتا ہوں، چناں کہ خلق کثیر نے آپ کی معیت میں حج جیسا اہم رکن ادا کیا؛ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی ''**وقد بلغ جملةمن معه علیه الصلاة و السلام من اصحابه فی تلك الحجة تسعین الفاً و قیل ماۃ وثلاثین الفاً**'' (مرقات ۵/۲۹۰)، **حتی إذا اتینا ذاالحلیفة:** یہ مدینہ والوں کی میقات ہے؛ اس لیے یہ حضرات یہاں آکر ٹھہر گئے تا کہ احرام باندھ لیں، اس کے بعد آگے بڑھا جائے. **فولدت اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر:** اسماء یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، حجاج کا قافلہ ابھی ذوالحلیفہ میں تھا اور لوگ احرام کی تیاری میں مشغول تھے کہ اسماء کے بطن سے ایک بچہ ہو گیا، اب وہ پریشان کہ احرام کیسے باندھیں؟ حج کا کیا ہوگا؟ **فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم کیف اصنع:** چناں چہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے پاس کسی کو بھیج کر مسئلہ دریافت کرایا کہ آج ہی میرا وضع حمل ہوا ہے؛ اس لیے احرام کے بارے میں کیا حکم ہے؟ **قال اغتسلی و استثفری**

بثوب واحرمی: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے یہ حکم بتایا کہ تم غسل کرو، لنگوٹ باندھ لو اور احرام باندھ کر حج ادا کرو، اس صورت میں بھی حج اس لیے ہو جاتا ہے کہ افعال حج ادا کرنے کے لیے طہارت ضروری نہیں ہے، صرف طواف زیارت ایسا رکن ہے؛ جس کی ادائیگی کے لیے طہارت شرط ہے تو مجبوری میں طواف زیارت مؤخر کی جاسکتی ہے؛ اس لیے حیض اور نفاس کی شکار عورتیں افعال حج ادا کرنے کے بعد طواف زیارت کے لیے پاکی کے ایام تک رکی رہیں، جب وہ پاک ہو جائیں تو طواف زیارت کر کے اپنا حج مکمل کر لیں "وواجباته...... والطهارة عن الحدث" (شامی ۳/۵۳۷)، فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد: ممکن ہے کہ ذوالحلیفہ میں کوئی مسجد ہو، جہاں جناب نبی کریم ﷺ نے دو رکعت "صلاۃ احرام" پڑھی جو سنت ہے، بعض لوگوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے جو دو رکعت نماز پڑھی ہے وہ "صلاۃ احرام" نہیں؛ بلکہ وہ تو نماز ظہر تھی، ان لوگوں سے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے ہر جگہ تمام مکتوبہ نمازیں جماعت سے پڑھیں تو ذوالحلیفہ میں آپ نے کس مجبوری کی بنیاد پر دو رکعت نماز ظہر کی تنہا پڑھی؟ وہ تنہا پڑھی جانے والی نماز ظہر کی نہیں؛ بلکہ وہ دو رکعت نماز "صلاۃ احرام" تھی، علی البیداء: ذوالحلیفہ کے حدود میں بیدا اس خاص مقام کا نام ہے جہاں جناب نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا تھا، اهل بالتوحید: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھی، قال ابن حجر ای احرم رافعا صوته" (مرقات ۵/۲۹۱) قال جابر لسنا ننوی الا الحج، لسنا نعرف العمرة: حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں کہ دور جاہلیت میں ہم لوگ اشہر حج میں عمرہ کرنا گناہ سمجھتے تھے؛ اس لیے ہم لوگ اس زمانے میں جب حج کرتے تو صرف حج کی نیت کرتے عمرے کی نیت نہ کرتے؛ لیکن جناب نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو بتایا کہ حج کے ساتھ عمرے کی بھی نیت کی جاسکتی ہے؛ اس لیے جو لوگ حج قران کرنا چاہیں وہ حج قران کر سکتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کا حج "حج قران" تھا جسے دیکھ کر حضرات صحابۂ کرام نے سمجھا کہ جاہلیت میں جو حج کے ساتھ عمرہ نہیں کیا جاتا تھا وہ غلط تھا "حتی اذا اتینا البیت معه: یعنی یہ حضرات سفر مکمل کر کے اب بیت اللہ پہنچ گئے اور بیت اللہ کے اندر باب السلام سے داخل ہوئے، واستلم الرکن: یعنی حجر اسود کا بوسہ لیا، فرمل ثلاثاً ومشی اربعاً: یعنی آپ نے طواف زیارت اس طور پر کیا کہ پہلے تین چکر میں قدرے اکڑ کر چلے اور باقی چار چکروں میں معتدل چال سے چلے، فرمل ای اسرع یهز منکبیه(ثلاثاً)ای ثلاث مرات من الاشواط السبعة(ومشی) ای علی السکون(اربعاً) ای فی اربع مرات" (مرقات ۵/۲۹۲)، ثم تقدم الی مقام ابراهیم الخ: یعنی طواف کے بعد جناب نبی کریم ﷺ نے مقام ابراہیم میں آ کر دو رکعت نماز پڑھی جو اس آیت کی بنیاد پر واجب ہے "ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب بالجیم علی الصحیح(در مختار ۳/۵۱۲)، ثم خرج من الباب الی الصفا الخ: یعنی جب جناب نبی کریم ﷺ طواف اور نماز سے فارغ ہو گئے تو اب سعی بین الصفا والمروہ کے لیے نکلے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، لوانی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الهدی وجعلتها عمرة: یہ ایک حقیقت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج و عمرہ دونوں کا احرام ساتھ ساتھ باندھا تھا، نیز آپ ساتھ میں ہدی کے جانور بھی لے کر آئے تھے؛ اس لیے آپ عمرہ کرنے کے بعد احرام تو نہیں کھول سکتے تھے؛ لہٰذا آپ نے حضرات صحابۂ کرام سے فرمایا کہ جو لوگ اپنے ساتھ ہدی کے جانور نہیں لے کر آئے ہیں وہ اب احرام کھول سکتے ہیں، اور پھر بعد میں حج کا احرام باندھ کر حج کریں جسے حج تمتع کہتے ہیں، وقال دخلت العمرة فی الحج مرتین الخ: مراد حج قران ہے؛ یعنی حج قران صرف اسی سال کے لیے نہیں ہے؛ بل کہ حج قران قیامت تک کیا جاسکتا ہے "معناه جواز القران" (مرقات ۵/۲۹۶)، حین فرضت الحج: مراد احرام ہے؛ یعنی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے لیے یمن سے آئے تو جناب نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ کا احرام کیسا ہے؛ قال قلت

اللهم انی اهل بما اهل به رسولك الخ: مراد یہ ہے کہ جو آپ کا احرام ہے وہی احرام میرا بھی ہے،تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ ابھی حلال نہیں ہو سکتے؛اس لیے حج کرنے تک احرام ہی کی حالت میں رہیں، قال فحل الناس کلهم وقصروا الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد"فمن کان منکم لیس معه هدی فلیحل" سن کر بہت سے حجاج کرام نے عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھول دیا؛ مگر جناب نبی کریم ﷺ اور وہ لوگ جن کے ساتھ ہدی کے جانور تھے احرام ہی میں رہے، فلما کان یوم التروية الخ: مراد آٹھویں ذی الحجہ ہے،ترویہ روی سے مشتق ہے جس کے معنی آتے ہیں غور وفکر کے،اور چوں کہ ان ایام میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت اسماعیل کو قربان کرنے کے سلسلے میں غور وفکر کیا تھا؛ اس لیے اس کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے"وهو اليوم الثامن من ذی الحجه............ لان الخليل تروی فيه ای تفكر فی ذبح اسمعيل" (مرقات ۲۹۸/۵)،توجهوا الی منی: یعنی آٹھویں ذی الحجہ،اب حج کے افعال شروع ہوں گے تو سب لوگ منی گئے اور جن لوگوں نے احرام کھول دیا تھا ان لوگوں نے احرام باندھا،ورکب النبی صلی الله علیه وسلم فصلی بها: یعنی جناب نبی کریم ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ سے منی گئے،وہاں قیام کیا اور مسجد خیف میں مکمل ایک دن کی پانچ نمازیں پڑھیں، ثم مکث قليلا حتی طلعت الشمس الخ: یعنی مسجد خیف میں نماز پڑھنے کے بعد جناب نبی کریم ﷺ مسجد ہی میں بیٹھے رہے جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ نے وادی نمرہ (عرفات میں ایک جگہ کا ہے) میں ایسا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا جو بالوں کا بنا ہوا ہو،اس کے بعد آپ منی سے عرفات کے لیے روانہ ہو گئے،المشعر الحرام: مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے،فا جاز رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی اتی عرفة الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ منی سے چل کر سیدھے عرفہ پہنچے اور درمیان میں کہیں ٹھہرے نہیں؛ حالاں کہ قریش کو یہ یقین تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ مشعر حرام میں ضرور ٹھہریں گے؛اس لیے کہ وہ لوگ وہاں ایام جاہلیت میں ٹھہرا کرتے تھے؛لیکن آپ نے وہاں قیام نہیں کیا اور سیدھے عرفات پہنچ گئے جہاں آپ کے لیے پہلے ہی سے خیمہ نصب تھا،آپ وہاں دوپہر ڈھلنے تک رکے رہے، حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء الخ: جب دوپہر ڈھل گئی تو آپ نے قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا؛ چناں چہ جب قصواء تیار ہو گئی تو آپ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں پہنچے اور ایک بلیغ خطبہ دیا،الی الصخرات: مراد جبل رحمت ہے جو میدان عرفات کے تقریباً وسط میں واقع ہے،حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلاً حتی غاب القرص الخ: مراد یہ ہے کہ آپ غروب آفتاب تک میدان عرفات میں ٹھہرے رہے،اس کے بعد جلدی جلدی چل کر مزدلفہ پہنچے،آپ نے مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی، ثم اضطجع حتی طلع الفجر الخ: جناب نبی کریم ﷺ نے مغرب وعشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مزدلفہ میں رات کو آرام فرمایا اور جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی،ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام الخ: فجر کی نماز کے بعد آپ مشعر حرام میں آئے اور دیر تک دعا کرتے رہے،جب سورج نکلنے کا وقت ہوا تو آپ منی کے لیے روانہ ہو گئے۔

﴿احرام کے طریقے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۶﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَاَهْدٰى فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا، وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَايَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهٖ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ، قَالَتْ: فَحِضْتُ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَةٍ،

فَاَمَرَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَأْسِي وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِالْحَجِّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّي بَعَثَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ، وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ، قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافاً بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافاً وَاحِدًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: قدمنا: قَدِمَ (س) قدوماً جانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حجۃ الوداع میں جناب نبی کریم ﷺ کیساتھ نکلے، ہم میں سے وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا، اور وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا، تو جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور اسکے ساتھ ہدی نہیں ہے، وہ حلال ہو جائے، اور جس شخص نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور اس کے ساتھ ہدی ہے؛ تو وہ عمرے کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے، پھر جب تک ان دونوں سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک احرام نہ کھولے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب تک اپنی ہدی کی قربانی سے فارغ نہ ہو جائے احرام نہ کھولے، اور جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اپنا حج پورا کرے، حضرت عائشہ نے کہا کہ میں حائضہ تھی: اس لیے میں نے نہ ہی طواف کیا اور نہ ہی صفا مروہ کی سعی کی، میں حالت حیض میں تھی کہ عرفہ کا دن آگیا، چوں کہ میں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں سر کھول کر کنگھی کر لوں اور حج کا احرام باندھ کر عمرہ چھوڑ دوں؛ چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا؛ یہاں تک کہ میں نے اپنا حج پورا کیا، تو آپ نے میرے ساتھ عبدالرحمن بن ابوبکر کو بھیج کر مجھے حکم دیا کہ میں مقام تنعیم سے احرام باندھ کر عمرے کی قضا کروں، حضرت عائشہ نے کہا: جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، انہوں نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی پھر حلال ہو گئے، پھر منی سے لوٹنے کے بعد ایک طواف کیا اور جن لوگوں نے حج قران کیا ان لوگوں نے صرف ایک طواف کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھنے کے مختلف طریقے ہیں، ان میں سے جس طریقے کے مطابق احرام باندھنا چاہے باندھ سکتا ہے، شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **خرجنا:** مراد یا تو صحابۂ کرام کی جماعت ہے یا عورتوں کی مخصوص جماعت مراد ہے **فمنا من اهل بعمرة:** مراد حج افراد کا احرام ہے، **ومنا من اهل بحج:** مراد حج قران کا احرام ہے" مقرون بعمرة (مرقات ۵/۳۰۶)، **من اهل بعمرة ولم يهد الخ:** یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا کہ اگر آپ لوگوں کے ساتھ ہدی نہیں ہے تو عمرہ مکمل کر کے حلال ہو جائیے، **ومن احرم بعمرة واهدى الخ:** یعنی جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے وہ حج قران کی نیت کر لیں "والمعنى فليدخل الحج في العمرة ليكون قارناً" (مرقات ۵/۳۰۶)، **قالت فحضت ولم اطف البيت:** یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو صرف عمرے ہی کا احرام باندھا تھا؛ اس لیے قاعدے کے مطابق عمرے کا کام مکمل کرنے کے بعد وہ بھی حلال ہو جاتی؛ لیکن خانۂ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ہی ان کو حیض آگیا جس کی وجہ سے وہ نہ ہی عمرے کے امور کو انجام دے سکی اور نہ ہی حلال ہو سکی، **ولا بين الصفا والمروة:** صفا مروہ کے درمیان سعی کے لیے طہارت تو شرط نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے طواف ہی نہیں کیا تھا، جس کے بعد ہی صفا مروہ کی سعی کی جا سکتی ہے" ای ولم اسع بينهما اذلا يصح السعي الا بعد الطواف والافالحيض لا يمنع السعي" (مرقات ۵/۳۰۶)، **فلم ازل حائضاً حتى كان يوم عرفة الخ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے یوم

عرفہ تک حیض آتا رہا جس کی بنیاد پر میں عمرہ نہ کر سکی تو جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے عمرہ کے بغیر ہی احرام کھول کر حج کے لیے احرام باندھنے کا حکم دیا، **ففعلت حتی قضیت حججی**: یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا کہ عمرے کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھا اور حج کیا، **بعث معی عبد الرحمٰن بن ابی بکر الخ**: یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج سے فارغ ہوگئیں تو ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا تا کہ وہ عمرے کی قضا کر سکیں؛ چناں چہ انہوں نے مقام تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا اور عمرے کی قضا کی، **قالت فطاف الذین کانوا اھلوا بالعمرۃ الخ**: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، ان لوگوں نے ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف پہلے کیا، اور جب حج کا احرام باندھا تو منیٰ سے لوٹ کر دوسرا طواف کیا، **واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ الخ**: یعنی جن لوگوں نے حج اور عمرے کا احرام ساتھ ساتھ باندھا تھا ان لوگوں نے صرف ایک طواف کیا، یہاں طواف سے مراد طواف فرض ہے؛ ورنہ تو قارن کے لیے بھی دو طواف ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان قارناً فطاف طوافین وسعی سعیین (مرقات ۵/۳۰۷)۔

﴿حج قران کا لغوی معنی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۷﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدٰى وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدٰى، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدٰى، فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا، فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ، فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشٰى أَرْبَعًا، فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَانْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: الهدی: جمع ہے هدية کی بمعنی قربانی کا وہ جانور جو حرم میں بھیجا جائے، خب: خَبَّ (ن) خَبًّا جوش مارنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کو حج سے ملا کر حج تمتع کیا تھا اور ذوالحلیفہ سے قربانی کا جانور ساتھ لے لیا تھا، نیز آپ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا، چناں چہ لوگوں نے بھی جناب نبی کریم ﷺ کی معیت میں عمرے کے ساتھ حج کو ملا کر حج تمتع کیا، لوگوں میں بعض وہ تھے جن کے ساتھ ہدی تھی اور بعض وہ تھے جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی، تو جب جناب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ پہنچے، تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگوں میں سے جن کے ساتھ ہدی ہے وہ سب حج کرنے سے پہلے ان چیزوں کو حلال نہ سمجھیں جن سے باز رہ رہے ہیں، اور جن کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ سب خانہ کعبہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور بال کٹوا کر حلال ہو جائیں، پھر حج کا احرام باندھیں اور قربانی کریں، جو قربانی نہ کر سکیں وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھیں اور گھر جا کر سات روزے رکھیں، آپ نے مکہ مکرمہ جاتے ہی طواف کیا، اس طور پر کہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر تین مرتبہ اکڑ کر چلے اور چار مرتبہ آہستے آہستے، جب آپ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو

رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے سلام پھیرا اور وہاں سے چل کر صفا پہنچے اور صفا مروہ کے سات چکر لگائے، پھر آپ نے اجتناب کرنے والی چیزوں کو حلال نہیں سمجھا؛ یہاں تک کہ جب آپ نے حج کر لیا، قربانی کے دن قربانی کی اور طواف افاضہ کر لیا تو پھر آپ نے اجتناب کی جانے والی چیزوں کو حلال سمجھا اور جو لوگ ہدی ساتھ میں لے گئے تھے انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے کیا۔

خلاصہ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج قران کی ایک حیثیت تمتع کی بھی ہے؛ اس لیے اس حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ کے حج کو حج تمتع کہہ دیا گیا ہے ورنہ تو آپ کا حج "حج قران" ہی تھا۔

کلمات حدیث کی تشریح تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع الخ: تمتع کے لغوی معنی آتے ہیں فائدہ اٹھانے کے، اور چوں کہ حج قران میں بھی حج کو عمرے کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا جاتا ہے؛ اس لیے اس حدیث شریف میں لغوی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ کے حج قران کو "حج تمتع" کہہ دیا گیا ہے "فيل المراد التمتع اللغوى وهو القران آخراً" (مرقات ۵/۳۰۷)۔فتمتع الناس مع النبى صلى الله عليه وسلم الخ: حضرات صحابۂ کرام تو جناب نبی کریم ﷺ کے طریقے کے شیدائی تھے، تو نبی کریم ﷺ نے جیسا احرام باندھا ویسا ہی حضرات صحابۂ کرام نے احرام باندھا۔ثم ليهل بالحج وليهد: حج قران کرنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ جب حج سے فارغ ہو جائیں تو ایک قربانی بطور شکرانہ کے کریں "وذبح للقران وهو دم شكر" (در مختار ۳/۵۵۸)۔فمن لم يجد هديا فليصم الخ: یعنی قارن قربانی نہ کر سکے تو اس کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ قربانی کے بجائے ایام حج یعنی ۷، ۸، ۹ ذی الحجہ کو روزہ رکھے، مجبوری میں ان ایام سے پہلے بھی رکھے جا سکتے ہیں اور سات روزے بعد میں رکھے "وان عجز صام ثلاثة ايام آخرها يوم عرفة، بان يصوم السابع والثامن والتاسع قال فى شرح اللباب لكن ان كان يضعفه ذالك عن الخروج الى عرفات والعقوف والدعوات فالمستحب تقديمه على هذه الايام وسبعة بعد تمام ايام حجه" (فتاویٰ شامی ۳/۵۵۸)۔

﴿حج کے مہینے میں عمرہ کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۸﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذِهٖ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ، فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهٗ فَاِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الهدی: جمع ہے هدية کی بمعنی قربانی کا وہ جانور جو حرم میں بھیجا جائے۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ عمرہ ہے جس سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے، تو جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ پورے طور پر حلال ہو جائیں؛ اس لیے کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرنا قیامت تک جائز ہو گیا۔

خلاصہ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز اور کار ثواب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح هذه عمرة استمتعنا بها: یہاں بھی تمتع سے مراد لغوی معنی ہے۔

﴿وهذا الباب خال عن الفصل الثانى﴾

الفصل الثالث

﴿تبدیل احرام کے حکم پر صحابہ کا تردد﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۴۹﴾ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ نَاسٍ مَعِيَ قَالَ: اَهْلَلْنَا اَصْحَابُ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهُ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَأَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ: حِلُّوْا وَأَصِيْبُوْا النِّسَاءَ، قَالَ عَطَاءٌ: وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ، فَقُلْنَا: لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا خَمْسٌ أَمَرَنَا أَنْ نُفْضِيَ إِلٰى نِسَائِنَا فَنَأْتِيَ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيْرُنَا الْمَنِيَّ، قَالَ: يَقُوْلُ جَابِرٌ بِيَدِهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى قَوْلِهِ بِيَدِهِ يُحَرِّكُهَا، قَالَ: فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا،فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّيْ أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِيْ لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّوْنَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَااسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، فَحِلُّوْا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنْ سِعَايَتِهِ، فَقَالَ: بِمَ أَهْلَلْتَ؟ قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا، قَالَ: وَأَهْدٰى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا، فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟ قَالَ: لِأَبَدٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یعزم: عَزَمَ(ض)عزماً واجب ہونا،مَکَثَ(ن)مَکْثاً ٹھہرنا۔

ترجمہ: حضرت عطا سے روایت ہے کہ میں نے بہت سے شریک مجلس لوگوں کے ساتھ جابر بن عبداللہ سے کہتے ہوئے سنا کہ جناب نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے صرف حج کا احرام باندھا تھا،عطا کہتے ہیں کہ جابر نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچے تو ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہم لوگ حلال ہو جائیں،عطا کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ حلال ہو جاؤ اور عورت کے پاس جاؤ،عطا کہتے ہیں کہ آپ نے عورت کی مقاربت کو واجب تو نہیں کیا؛لیکن حلال ضرور کر دیا تھا،تو ہم لوگوں نے کہا کہ ہمارے اور عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن ہیں،اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی عورتوں سے جماع کریں؛گویا ہم عرفہ اس حال میں جائیں کہ ہمارے عضو تناسل سے منی ٹپک رہی ہو،عطا کہتے ہیں کہ جابر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا کہ ان کے ہاتھ کا اشارہ میری نظروں میں پھر رہا ہے،جابر کہتے ہیں تو جناب نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے؛چناں چہ آپ نے فرمایا:آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں اللہ سے آپ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ڈرتا ہوں،آپ لوگوں سے زیادہ سچا اور آپ لوگوں سے زیادہ نیکوکار ہوں،اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی،تو میں بھی آپ لوگوں کی طرح حلال ہو جاتا،اگر مجھے یہ بات پہلے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی ہے،تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا؛اس لیے آپ لوگ حلال ہو جائیں؛چناں چہ ہم لوگ حلال ہو گئے،آپ کی باتوں کو سنا اور اطاعت کی،عطا کہتے ہیں کہ جابر نے کہا:جب علیؓ اپنے کام سے واپس آئے،تو آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کیسا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جیسا جناب نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہے،تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا،تو آپ قربانی کریں اور حالت احرام ہی میں رہیں،جابر کہتے ہیں حضرت علی آپ کے لیے ہدی لے کر آئے تھے،سراقہ بن مالک بن جعشم نے کہا:یارسول اللہ! یہ صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ نے فرمایا:ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی بعثت اس لیے ہوئی تھی کہ آپ امت کو عمل کر کے دکھائیں؛چناں چہ آپ نے عمل کر کے دکھایا اور امت نے عمل کیا؛لیکن یہاں کسی مجبوری کی وجہ سے جناب نبی کریم ﷺ احرام نہیں کھول پائے؛جس کی وجہ سے حضرات صحابۂ کرام کو تردد ہوا؛مگر جب ان حضرات کو اس کی حقیقت کا علم ہو گیا تو ان حضرات نے قابلِ دید اطاعت وفرمابرداری کا ثبوت دیا۔

کلمات حدیث کی تشریح عن عطاء: حضرت عطا علیہ الرحمہ بڑے مشہور اور جلیل القدر تابعی ہیں،بالحج خالصا وحدہ: یہ بات حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی معلومات کے مطابق کہی ہے؛ورنہ تو حضرات صحابۂ کرام میں

بہت سے وہ حجاج کرام بھی تھے جنہوں نے حج قران کا احرام باندھا تھا؛ اسلئے کہ خود جناب نبی کریم ﷺ نے حج قران کا احرام باندھا تھا، **فقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ**: یعنی جب یہ حضرات مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور طواف وسعی سے فارغ ہو گئے، تو جناب نبی کریم ﷺ نے ۴ رذی الحجہ کو فرمایا کہ آپ لوگ حلال ہو جائیں؛ حتی کہ آپ لوگ اپنی اپنی عورتوں سے بھی مل سکتے ہیں، **فقلنا لما لم یکن بیننا و بین عرفۃ الا خمس الخ**: یعنی ان حضرات کو حلال ہونے کیلئے کہنا بڑا تعجب لگا، تو ان حضرات نے جناب نبی کریم ﷺ سے درخواست کی یا رسول اللہ! عرفہ کے دن میں اب صرف پانچ دن ہیں؛ اسلئے ہم لوگوں کو بھی آپ کی طرح احرام کی حالت ہی میں رہنے دیا جائے، **فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فینا الخ**: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کو حضرات صحابۂ کرام کے تردد کا علم ہوا تو آپ نے ایک جامع تقریر کی، جسکی بنیاد پر حضرات صحابۂ کرام کی سوچ میں تبدیلی آئی اور ان حضرات نے قابلِ دید اطاعت وفرمابرداری کا ثبوت دیا۔

﴿صحابہ کے تردد پر آپ کی برہمی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۰﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَاقَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ اَوْ خَمْسٍ، فَدَخَلَ عَلَیَّ وَهُوَ غَضْبَانُ، فَقُلْتُ: مَنْ اَغْضَبَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ، قَالَ: اَوَمَا شَعَرْتِ اَنِّیْ اَمَرْتُ النَّاسَ بِاَمْرٍ، فَاِذَاهُمْ يَتَرَدَّدُوْنَ وَلَوْ اَنِّیْ اَسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَااسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْیَ مَعِیْ حَتّٰى اَشْتَرِيَهُ ثُمَّ اَحِلُّ كَمَاحَلُّوْا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: النار: آگ جمع نِیران، شعرت: شَعَرَ (ن) شَعْراً جاننا، محسوس کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ذی الحجہ کی چوتھی یا پانچویں تاریخ کو میرے پاس غصے کی حالت میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس نے آپ کو غصہ دلایا اللہ اسے دوزخ میں ڈالے؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے بعض لوگوں کو ایک حکم دیا؛ لیکن وہ لوگ متردد ہیں، اگر مجھے یہ بات پہلے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی ہے، تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا، پھر میں ان ہی لوگوں کی طرح حلال ہو جاتا اور جانور یہیں خرید کر قربانی کر ڈالتا۔

خلاصۂ حدیث: اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ناراض ضرور ہوئے تھے، مگر آپ بعد میں راضی بھی ہو گئے اور حضرات صحابۂ کرام نے عمل کر کے دکھایا بھی۔

کلمات حدیث کی تشریح: انی امرت الناس: یہاں "الناس" سے بعض لوگ مراد ہیں؛ اس لیے کہ بہت سے وہ صحابہ تھے جنہوں نے حج قران کا احرام باندھا تھا، بامر: وہ حکم تھا حج سے پہلے ہی عمرہ کر کے حلال ہونے کا۔

﴿باب دخول مکۃ والطواف﴾

الفصل الاول

﴿مکہ کا مدخل ومخرج﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۱﴾ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَايَقْدِمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِیْ طُوًى حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ وَيُصَلِّیَ فَيَدْخُلَ مَكَّةَ نَهَاراً وَإِذَا نَفَرَ مِنْهَا مَرَّ بِذِیْ طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ، وَيَذْكُرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یصبح: اَصْبَحَ (افعال) صبح کے وقت میں داخل ہونا، نفرَ (ض) نَفراً متفرق ہونا۔

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر جب بھی مکہ آتے تو ذی طوی میں رات گزارتے، اور جب صبح ہوتی تو غسل کر کے

نماز پڑھتے پھر دن کو مکے میں داخل ہوتے، اور جب مکہ سے واپس ہوتے، اس وقت بھی ذی طوی سے گزرتے اور صبح تک وہیں رہتے، نیز حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آدمی دن کے وقت میں داخل ہو؛ تاکہ بیت اللہ نظر آئے؛ اس لیے کہ بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت کی دعا قبول ہوا کرتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح عن نافع: یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں، بذی طوی: حدود حرم میں ایک جگہ کا نام ہے، فیدخل مکة نهارا: مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہونے میں حکمت یہ ہے کہ بیت اللہ پر نگاہ پڑے اور آدمی دعا کرے؛ اس لیے کہ بیت اللہ پر پہلی نگاہ پڑتے وقت کی جانے والی دعا قبول ہوا کرتی ہے، وبات بها حتی يصبح: یعنی جناب نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے واپس ہوتے تو صبح تک مقام ذی طوی میں قیام فرماتے؛ تاکہ سب لوگ یہاں جمع ہو جائیں اور ساتھ ساتھ چلیں "انتظاراً لا صحابه واهتماماً لجمع اسبابه" (مرقات ۵/۳۱۲)۔

﴿مکے میں داخل ہونے اور نکلنے کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: دخلها: دَخَلَ (ن) دُخولاً داخل ہونا۔

ترجمه: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جب مکہ آئے تو اس کے بلند حصے کی طرف سے داخل ہوئے، اور اس کی نشیبی کی جانب سے نکلے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب داخل ہو تو ذی طوی کی طرف سے داخل ہو جو بلند حصہ ہے، اور جب نکلے تو اس کے مقابل دوسری جانب سے نکلے جو نشیب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح دخلها من اعلاها: مراد مقام ذی طوی کی طرف سے داخل ہونا ہے؛ اس لیے کہ یہ مکہ مکرمہ کا بلند حصہ سمجھا جاتا ہے، وخرج من اسفلها: مراد اس کے مقابل دوسری طرف کا حصہ ہے؛ اس لیے کہ وہ حصہ دوسری جانب سے نشیب مانا جاتا ہے، اور پہلی والی حدیث میں جو ذی طوی کی طرف سے نکلنے کا تذکرہ ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ حقیقت میں تو مکہ مکرمہ کے نشیب والے حصے سے ہی نکلے تھے؛ لیکن مدینہ منورہ کا راستہ پکڑنے کے لیے ادھر سے گھوم کر پھر ذی طوی ہی میں آ گئے تھے، اسی کو پہلی والی حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ کے دخول وخروج کو ذی طوی ہی کی طرف سے بتایا گیا ہے۔

﴿طواف کے لیے طہارت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۳﴾ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُوْبَكْرٍ، فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ مِثْلَ ذَالِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: بدأ: بَدَأَ (ف) بدواً شروع کرنا، البیت: گھر جمع بیوت۔

ترجمه: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج کیا ہے، چناں چہ عائشہ نے مجھے بتلایا کہ آپ نے مکہ

جا کر سب سے پہلے جو کام کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے وضو کیا اور آپ نے طواف کیا؛ لیکن عمرہ مکمل نہیں ہوا، پھر ابو بکر نے حج کیا تو پہلی چیز جس سے انہوں نے شروع کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا؛ لیکن عمرہ مکمل نہیں ہوا، پھر عمر اور عثمان نے ایسا ہی کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف کے لیے طہارت واجب ہے، اس کا خیال رہے۔

کلمات حدیث کی تشریح انه توضا: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے وضو کی تجدید کی؛ اسلئے کہ آپ نے ذی طوی میں تو کیا ہی تھا، اسی کا وضو باقی تھا وضو کرنے کی ضرورت تو نہ تھی؛ لیکن آپ نے وضو علی الوضو فرمایا "ای جدد الوضوء" (مرقات ۳۱۲/۵)، طاف بالبیت: یہ طواف عمرے کا طواف تھا؛ اسلئے کہ آپ تو قارن تھے "ای طواف العمرة لكونه قارناً" (مرقات ۳۱۳/۵)، ثم لم تكن عمرة: مراد یہ ہے کہ عمرہ مکمل نہیں ہوا تھا؛ اسلئے کہ صرف طواف وسعی ہی آپ نے کیے تھے، عمرہ کے دوسرے اعمال باقی تھے، اور ان اعمال کو قارن ہونے کی بنیاد پر حج کرنے سے پہلے کر نہیں سکتے تھے؛ اسلئے آپ کا عمرہ مکمل نہ ہو سکا تھا۔

﴿طواف میں رمل﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشٰى أَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: سعی: سَعیٰ (ف) سعیاً دوڑنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرے کا طواف کرتے تو پہلے تین شوط میں اکڑ کر چلتے اور باقی چار شوط میں آہستہ چلتے، پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور صفا مروہ کی سعی کرتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج وعمرہ کے طواف میں رمل کا خیال رہے۔

کلمات حدیث کی تشریح اول ما یقدم سعی ثلاثة اطواف: یعنی حج وعمرہ کے طواف میں پہلے تین چکر میں رمل کرے، ومشی اربعة: یعنی اخیر کے چار چکر میں اکڑ کر نہ چلے؛ بلکہ درمیانی چال اختیار کرے، ثم سجد سجدتین: یہ دو رکعت سنت طواف ہے، طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے یہ سنت ہے۔

﴿صفا مروہ کے درمیان سعی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۵۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ: رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الحجر: پتھر جمع احجار، مشی: مشی (ض) مشیاً چلنا، بطن: پیٹ جمع بطون۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے پتھر سے پتھر تک تین مرتبہ رمل کیا اور چار مرتبہ آہستہ چلے، اور صفا مروہ کا طواف کرتے تھے تو بطن مسیل میں دوڑتے تھے۔

خلاصۂ حدیث: حج وعمرہ کے لیے صفا مروہ کا طواف ضروری ہے اور میلین اخضرین میں ذرا تیز دوڑے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، من الحجر الی الحجر ثلاثاً: حجر سے مراد حجر اسود ہے۔

﴿حجر اسود کا استلام﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۵۶﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثاً وَمَشٰى اَرْبَعاً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: قدم: قَدِمَ(س)قدوماً آنا، فاستلمه: استلم(استفعال)بوسہ دینا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جب مکہ آئے، تو حجر اسود کے پاس آ کر اس کو بوسہ دیا اور اس کے دائیں جانب سے اکڑ کر تین چکر لگائے اور چار آہستہ سے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دے۔

کلمات حدیث کی تشریح اتی الحجر: حجر سے مراد حجر اسود ہے، فاستلمه: یعنی اس پتھر کو چھو کر اس کو چوما۔

﴿حجر اسود کا بوسہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۵۷﴾وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: استلام: استلم(استفعال)بوسہ دینا۔

ترجمہ: حضرت زبیر بن عربی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو اسے ہاتھ لگاتے اور چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دینا از روئے شرع ثابت ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح سال رجل ابن عمر عن استلام الحجر: مراد یہ ہے کہ اس آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فقال الخ: تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؛ اس لیے بوسہ دینا چاہیے۔

﴿استلام رکن یمانی﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۵۸﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یستلم: استلم(استفعال)بوسہ دینا، البیت: گھر جمع بیوت۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں رکن یمانی کا استلام کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح الرکنین الیمانیین: خانۂ کعبہ کے چار کونے؛ یعنی چار رکن ہیں، ایک رکن تو وہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے، دوسرا اس کے سامنے رکن یمانی ہے، اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے ان دونوں کو "رکنین یمانیین" کہتے ہیں، تیسرا رکن "رکن عراقی"، اور چوتھا رکن "شامی" ہے؛ مگر ان دونوں کو رکن شامی کہتے ہیں۔

﴿سواری پر طواف کرنے کا مسئلہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۵۹﴾وَعَنِ ابْنِ عِبَّاسٍ قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: بعیر: اونٹنی جمع بعران، بمحجن: ٹیڑھے سروالا ڈنڈا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع میں اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا اور محجن کے ذریعے سے حجر اسود کا بوسہ لیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مجبوری کے وقت سواری پر سوار ہو کر طواف کیا جا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی حجۃ الوداع علی البعیر: طواف کے لیے پیدل واجب ہے؛ لیکن جناب نبی کریم ﷺ کا سواری پر طواف کرنا عذر کی بنیاد پر تھا، اور عذر یہ تھا کہ بھیڑ تھی، آپ پیدل طواف کرتے لوگ آپ کو نہ دیکھ پاتے اور اس حج کا مقصد لوگوں کو مناسک حج سکھانا تھا؛ اسلئے آپ نے سواری پر طواف کیا تاکہ آپ کو دیکھ کر طواف کرنے کا طریقہ سیکھ لیں "وھذا فی طواف الافاضۃ اما الخصوصیۃ او لعذر بہ فان المشی فی الطواف عندنا واجب وقال الطیبی رحمہ اللہ انما طاف راکبا مع ان المشی افضل لیراہ الناس اللّٰھم وذالک لازدحامھم و کثرتھم" (مرقات ۳۱۵/۵)، یستلم الرکن بمحجن: یعنی آپ نے حجر اسود کا استلام عصا سے اشارہ کر کے کیا۔

﴿طریق استلام﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۶۰﴾وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: البیت: گھر جمع بیوت، بعیر: اونٹنی جمع بُعْران۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے خانۂ کعبہ کا طواف اونٹنی پر سوار ہو کر کیا، جب آپ حجر اسود کے سامنے آتے تو ایک چیز سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دور سے اشارہ کرنے سے استلام کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنہ: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، اتی علی الرکن: کن سے مراد حجر اسود ہے

﴿حجر اسود کو چومنے کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۶۱﴾وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهٗ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یستلم: استلم (استفعال) بوسہ دینا، محجن: ٹیڑھے سروالا ڈنڈا۔

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو خانۂ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا کہ آپ محجن سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اور اس کو چومتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دور سے اشارہ کر کے چومنے سے استلام کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح الرکن: رکن سے مراد حجر اسود ہے۔

﴿حائضہ طواف وسعی نہ کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ، فَقَالَ. لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ: فَاِنَّ ذٰلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِيْ مَايَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: طمثت: طَمَثَ (ن) طمثا المرأۃ حائضہ ہونا، کتبہ، کَتَبَ (ن) کتابۃً لکھنا۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کے ہم راہ صرف حج کے ارادہ سے نکلے، جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی، اور جناب نبی کریم ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ میں رو رہی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ شاید تم حائضہ ہوگئی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے مقرر کردیا ہے؛ اس لیے تم وہی افعال کرو جو حجاج کررہے ہیں، بس خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرو جب تک کہ پاک نہ ہوجاؤ۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج کے دوران حیض آجائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، طواف کے علاوہ حج کے تمام امور انجام دیتی رہے، جب پاک ہوجائے بعد میں طواف کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح **لا نذکر:** یعنی تلبیہ میں صرف حج کا تذکرہ کرتے تھے......... اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احرام میں عمرہ شامل نہ تھا، بے شک احرام میں عمرہ شامل تھا؛ مگر ثبوت شئی سے نفی شئی لازم نہیں آتی ہے، اس قاعدے کی رو سے یہاں اگر صرف حج کا تذکرہ کیا ہے، تو محض عمرے کا تذکرہ نہ کرنے سے عمرے کی نفی لازم نہیں آتی ہے "فلما کنا بسرف: یہ مکہ مکرمہ سے چھ میل کی دوری پر ایک مقام کا نام ہے، طمثت: اس کے معنی حیض آنے کے آتے ہیں، فافعلی ما یفعل الحاج: حج کے دوران حجاج جتنے افعال انجام دے رہے ہیں، تم بھی ان افعال کو انجام دیتی رہو، ان کی انجام دہی کے لیے پاکی شرط اور واجب نہیں ہے، غیر ان لا تطو فی بالبیت الخ: یعنی حج کے تمام افعال کو انجام دینا ہے، بس طواف نہیں کرنا ہے؛ اس لیے کہ طواف کے لیے پاکی واجب ہے، جب تم پاک ہوجاؤ تو بعد میں طواف کرلو حج مکمل ہوجائے گا۔

﴿مشرک کے لیے طواف﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ اَمَرَهُ اَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ اَلَا لَايَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: رهط: تین سے دس تک کی جماعت جمع اَرْهُط۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے مجھے حجۃ الوداع سے پہلے اس حج میں جس میں جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، اس جماعت کے ساتھ بھیجا کہ لوگوں میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد مشرکین نہ حج کریں، اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج ایک عبادت ہے، جس کیلئے ایمان شرط ہے؛ اس لیے مشرکین اب حج نہ کریں۔

کلمات حدیث کی تشریح امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیھا قبل حجۃ الوداع: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے امیر حج بنا کر بھیجا تھا، اس میں ان کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہاں یہ اعلان کرادیں کہ اب کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، فی رھط امرہ ان یؤذن فی الناس الخ: چناں چہ اس حکم کی تعمیل کے لیے انہوں نے جماعت تشکیل دی، جس میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے، اس سے مقصد یہ تھا کہ جب زیادہ لوگ اعلان کرنے والے ہوں گے، تو تمام لوگوں کو اس کا علم ہو جائے گا اور فتنہ باز لوگوں کا عذر بھی ختم ہو جائے گا، ولا یطوفن بالبیت عریان: یعنی زمانہ جاہلیت میں ایک رسم یہ تھی کہ لوگ اس گمان سے ننگے ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے کہ ہم ان کپڑوں میں گناہ کرتے ہیں؛ اس لیے ان کپڑوں کو پہن کر طواف کریں یہ بڑی بے ادبی ہے؛ اس لیے وہ لوگ ننگے ہی طواف کرتے تھے، شریعت اسلامیہ نے اس قبیح رسم میں پابندی لگادی۔

الفصل الثانی

﴿خانۂ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۴﴾ عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ: سُئِلَ جَابِرٌ عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: البیت: گھر جمع بیوت، یرفع: رَفَعَ (ف) رفعاً اٹھانا۔

ترجمہ: مہاجر مکی سے روایت ہے کہ حضرت جابرؓ سے خانہ کعبہ دیکھ کر ہاتھ اٹھانے والے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے؛ لیکن ہم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح سئل جابر عن الرجل یری البیت یرفع یدیہ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ایک شخص کو دیکھا گیا کہ وہ خانۂ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھاتا ہے، تو یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس طرح ہاتھ اٹھانا مشروع ہے یا نہیں؟ "ای ھو مشروع ام لا" (مرقات ۵/۳۱۸)، فقال قد حججنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم نکن نفعلہ: مراد یہ ہے کہ اس آدمی کا یہ طریقہ مشروع نہیں ہے......... صحیح قول کے مطابق خانۂ کعبہ پر پہلی نگاہ پڑتے وقت بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے "ولا یرفع یدیہ عند رؤیۃ البیت، وقیل: یرفع، قال القاری فی شرحہ: ای لا یرفع ولو حال دعاءہ، لانہ لم یذکر فی المشاھیر من کتب اصحابنا بل قال السروجی المذھب ترکہ وصرح الطحاوی بانہ یکرہ عند ائمتنا الثلاثۃ" (فتاوی شامی ۳/۵۰۳)

﴿سعی کے دوران کعبہ دیکھ کر ہاتھ اٹھانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۵﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَاَقْبَلَ اِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ اَتَى الصَّفَا، فَعَلَاهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلَى الْبَيْتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللّٰهَ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: فدخل: دَخَلَ (ن) دُخُولاً داخل ہونا، الحجر: پتھر جمع اَحْجار۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ چل کر مکہ آئے تو حجر اسود کی طرف بڑھ کر بوسہ دیا، پھر

آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، پھر صفا آکر اس کی بلندی پر چڑھے یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آیا، تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر جس طرح چاہا ذکر اور دعا کرتے رہے۔

خلاصۂ حدیث سعی بین الصفا والمروہ کے دوران جب خانہ کعبہ نظر آئے، تو ہاتھ اٹھا کر کثرت سے ذکر اور خوب دعا کرنی چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح ثم اتی الصفا فعلاہ الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے مکے میں داخل ہوتے ہی پہلے طواف کیا، دو رکعت "صلاۃ طواف" پڑھی اور سعی کے لیے چلے گئے، جب صفا پہاڑی کی بلندی پر چڑھے اور وہاں سے خانہ کعبہ نظر آیا تو آپ نے ذکر اور دعا کی۔

﴿نماز وطواف میں مماثلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلَ الصَّلَاةِ اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ اِلَّا بِخَيْرٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَذَكَرَ التِّرْمِذِیُّ جَمَاعَةً وَقَفُوْهُ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ.

حل لغات: مثل: نظیر جمع امثال۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرنا نماز کے مانند ہے، الا یہ کہ تم طواف میں بولتے ہو، تو جو طواف میں بات کرے اس کو اچھی باتیں کرنی چاہیے۔

خلاصۂ حدیث طواف کی بڑی اہمیت ہے، یہی وجہ ہیکہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "الطواف حول البیت مثل الصلاۃ"۔

کلمات حدیث کی تشریح قال الطواف حول البیت: یعنی اس طواف سے مراد خانۂ کعبہ کا طواف ہے، نہ کہ سعی بین الصفا والمروہ "احتراز من الطواف بین الصفا والمروۃ" (مرقات ۳۱۸/۵)، مثل الصلاۃ الخ: یہ تشبیہ ثواب میں ہے؛ یعنی جس طرح سے نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے، ایسے ہی طواف کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے؛ جیسے جمعہ کے خطبے کو نماز سے تشبیہ دی گئی ہے، تو وہاں بھی مراد ثواب ہی ہے، نہ کہ وہ قیود و شرائط مراد ہیں جو نماز کے لیے ہیں "هل هي قائمة مقام ركعتين الاصح لا ذكر الزيلعي، بل كشطرها في الثواب" (درمختار ۲۴/۳) الا انکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر" مراد یہ ہے کہ ذکر کرے، علمی گفتگو ہو، دنیوی باتیں نہ ہوں، دنیوی باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

﴿حجر اسود کی حقیقت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضاً مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِیْ آدَمَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حل لغات: الحجر: پتھر جمع احجار، اللبن: دودھ جمع اَلْبَان۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت سے اترا ہے اور وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا؛ لیکن بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجر اسود میں گناہوں کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے اور وہ جذب کرتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وھو اشد بیاضا من اللبن: یعنی جس وقت حجر اسود جنت سے اترا تھا اس وقت یہ پتھر بالکل سفید تھا، فسودتہ خطایا بنی آدم: لیکن چوں کہ اس پتھر میں گناہوں کے جذب کرنے کی صلاحیت ہے

جس کی وجہ یہ پتھر لوگوں کے گناہوں کو جذب کرتے کرتے کالا ہوگیا ہے۔

﴿حجر اسود کی گواهی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ: وَاللّٰهِ! لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: یوم: دن جمع ایام، یبصر البصر (افعال) دیکھنا، لسان: زبان جمع السنه۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اٹھائے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور جس شخص نے اس کو حق کے ساتھ چوما ہوگا، اس کے لیے گواہی دے گا۔

خلاصۂ حدیث جو بھی شخص اخلاص کے ساتھ حجر اسود کو چومے گا، قیامت کے دن اس شخص کے حق میں گواہی دے گا۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، لیبعثنه الله یوم القیامة: یعنی قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا، یشهد علی من استلمه بحق: یعنی قیامت کے دن یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں خلوص سے چومنے والون کے حق میں گواہی دے گا۔

﴿حجر اسود اور مقام ابراهیم جنت کے یاقوت هیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۶۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُمَا لَأَضَاءَ امَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: یاقوتتان: یاقوت کا تثنیہ ہے ایک بیش قیمت پتھر، جمع یواقیت، طمس: طَمَسَ (ض) طمسا بے نور ہونا۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے نور کو اٹھالیا، اگر ان دونوں کا نور نہیں اٹھاتا، تو یہ دونوں مشرق ومغرب کی تمام چیزوں کو روشن کر دیتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت کی تمام چیزوں میں بڑی چمک ہے، ایک بھی چیز آجائے تو پوری دنیا روشن ہو جائے گی، اس بنیاد پر حجر اسود اور مقام ابراہیم کی وجہ سے پوری دنیا روشن ہو جاتی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو سلب کرلیا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان الرکن: رکن سے مراد حجر اسود ہے "ای الحجر الاسود" (مرقات ۳۲۰/۵)، والمقام: یہ وہ جنتی پتھر ہے، جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی، مطاف میں مشرق کیطرف منبر اور ملتزم کے درمیان ایک جالی دار قبہ میں محفوظ ہے، طمس الله نورهما: یعنی ان دونوں پتھروں کے نور کو سلب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ایمان غیب پر رہے "ولعل الحکمة فی طمسهما لیکون الایمان غیبا لا عینا" (مرقات ۳۲۰/۵)۔

﴿استلام وطواف کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۰﴾ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَارَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ

اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ، قَالَ: اِنْ اَفْعَلْ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا، فَاَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَا يَضَعُ قَدَمًا وَلَا يَرْفَعُ اُخْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَكَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: یزاحم: زَحَمَ(ف) زحماً بھیڑ کرنا، الخطایا: جمع ہے خطیئۃ کی بمعنی گناہ، البیت: گھر جمع بیوت۔

ترجمہ: حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ابن عمر دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانے میں جس طرح سبقت کرتے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو اس طرح سے سبقت کرتے نہیں دیکھا، نیز وہ کہتے اگر میں یہ کروں تو مجھے مت روکو؛ اس لیے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں کو چھونا گناہوں کے لیے کفارہ ہے، میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص خانۂ کعبہ کا سات طواف کرے اس کی حفاظت کرتے ہوئے، تو اس کو غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، نیز میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ ایک قدم رکھ کر دوسرا قدم نہیں اٹھاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ فضائل کے حصول میں آدمی کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح عبید بن عمیر: ان کی پیدائش جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہو چکی تھی، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھا بھی تھا، خلاصہ یہ ہے کہ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے؛ البتہ تابعی ہونے میں سب کا اتفاق ہے، علی الرکنین: مراد حجر اسود اور رکن یمانی ہے، کفارۃ للخطایا: خطا سے مراد گناہ صغیرہ ہیں؛ یعنی طواف کے دوران حجر اسود کا استلام کرنے سے گناہِ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔

﴿رکنین کے درمیان دعا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۱﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: رب: پالنہار جمع اَرْبَاب، حَسَنَةٌ: اچھائی جمع حَسَنَاتٌ، النَّارُ: آگ جمع نِيْرَان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دونوں رکنوں کے درمیان کہتے ہوئے سنا "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنةو قنا عذاب النار"۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان دعا کرے، خاص طور سے اس حدیث شریف میں مذکور دعا کو پڑھے، یہ جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح الرکنین: رکنین سے مراد حجر اسود اور رکن یمانی ہے۔

﴿سعی کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۲﴾ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: اَخْبَرَتْنِيْ بِنْتُ اَبِيْ تُجْرَاةَ قَالَتْ: دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ دَارَ آلِ اَبِيْ حُسَيْنٍ نَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَرَاَيْتُهُ يَسْعٰى وَاِنَّ مِئْزَرَهُ لَيَدُوْرُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ، وَرَوَى اَحْمَدُ مَعَ اخْتِلَافٍ.

حل لغات: دار: گھر جمع دیار، متزر: تہبند جمع مازر۔

تو جمه: حضرت صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ مجھے بنت تجرات نے بتایا کہ میں قریش کی عورتوں کے ساتھ آل ابوحسین کے گھر گئی؛ تا کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھیں، اس وقت آپ صفا مروہ کی سعی کر رہے تھے، چناں چہ میں نے دیکھا کہ آپ دوڑ رہے تھے اور آپ کی شدت دوڑ کی وجہ سے آپ کا تہبند گھوم رہا تھا، نیز میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ لوگ سعی کیجیے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر سعی کو واجب کیا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ "سعی بین الصفا والمروۃ" واجب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح صفیه بنت شیبه: ان کی صحابیت میں کلام ہے، البتہ تابعیت میں وثوق ہے، ننظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الخ: یہ عورتیں جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھنے اس لیے گئی تھیں؛ تا کہ آپ کو دیکھ کر افعال حج یا دوسرے امور سیکھیں "لنستفیدمن علمه و برکته" (مرقات ۵/۳۲۲)، فرأیته یسعی و ان متزره لیدور: مراد یہ ہے کہ آپ سعی کے دوران تیز دوڑ رہے تھے، فان اللہ کتب علیکم السعی: صفا مروہ کی سعی واجب ہے یہ احناف کا مسلک ہے؛ لیکن حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے، یہ حضرات حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، حضرات احناف بھی اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں؛ مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث شریف ثبوت کے اعتبار سے قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے؛ اس لیے اس حدیث شریف سے زیادہ سے زیادہ وجوب کا اثبات تو ہوسکتا ہے، فرض کا نہیں "قال الطیبی رحمه اللہ ای فرض فدل علی ان السعی فرض ومن لم یسع بطل حجه عند الشافعی و مالك واحمد رحمهم اللہ تعالیٰ وقال ابو حنیفة رحمه اللہ السعی واجب لان الحدیث ظنی" (مرقات ۵/۳۲۲)۔

﴿سعی کیسے کریں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۳﴾ وَعَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيْرٍ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا اِلَيْكَ اِلَيْكَ. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

حل لغات: بعیر: اونٹ جمع بعران، طرد: طَرَدَ (ن) طرداً دور کرنا۔

تو جمه: حضرت قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو صفا مروہ کی سعی سواری پر کرتے ہوئے دیکھا، نہ دور کرنا تھا اور نہ ہٹو بچو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مجبوری میں سواری پر سوار ہو کر سعی کی جاسکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح یسعی بین الصفا والمروۃ علی بعیر: جناب نبی کریم ﷺ کی سعی مجبوری کی بنیاد پر تھی، اس کی تفصیلات دیکھیے: (سواری پر طواف کرنے کا طریقہ)۔

﴿طواف میں اضطباع﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۴﴾ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ اَخْضَرَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: مضطبعا: اضطبع (افتعال) بازو ظاہر کرنا، داہنی بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالنا، برد: چادر جمع بُرَد۔

تو جمه: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے خانۂ کعبہ کا طواف اس حال میں کیا کہ آپ سبز

چادر سے اضطباع کیے ہوئے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف کے دوران اضطباع مستحب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح طاف بالبیت مضطبعاً: چادر اوڑھنے کا ایک طریقہ تو وہ ہے جو عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ اوڑھنے والے کے دونوں مونڈھے چادر کے اندر ہوتے ہیں، اور ایک طریقہ تو یہ ہے کہ دایاں مونڈھا باہر رہے اور دائیں بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے، ببرد اخضر: وہ چادر مکمل سبز نہ تھی؛ بلکہ اس چادر میں سبز دھاریاں تھیں "ای فیہ خطوط خضر" (مرقات ۵/۳۲۳)۔

﴿طواف کی ایک سنت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ اعْتَمَرُوْا مِنَ الْجِعِرَّانَةِ فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا وَجَعَلُوْا اَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ ثُمَّ قَذَفُوْهَا عَلٰى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرٰى. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: رملوا: رَمَلَ(ن) رملاً کندھوں کو ہلاتے ہوئے چلنا، اردیۃ: جمع ہے رداء کی بمعنی چادر، اباط: جمع ہے ابط کی بمعنی بغل، عواتق: جمع ہے عاتق کی بمعنی کندھا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے جعرانہ سے عمرہ کیا، تو طواف میں تین مرتبہ رمل کیا اور اپنی چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف میں رمل سنت ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح الجعرانۃ: میقاتِ حج وعمرہ میں سے ایک ہے جو مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ قریب ہے، فرملوا بالبیت ثلاثاً: مراد شروع کے تین چکر ہیں؛ یعنی اضطباع شروع کے تین چکروں میں سنت ہے۔

الفصل الثالث

﴿استلام رکنین کی اہمیت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا تَرَكْنَا اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: قَالَ نَافِعٌ: رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ.

حل لغات: الحجر: پتھر جمع احجار، رخاء: فراخی۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے ان دونوں رکنوں؛ یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام نہ بھیڑ میں چھوڑا نہ چھیڑ میں، جب سے میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو ان کا استلام کرتے دیکھا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا جانا چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح فی شدۃ ولا رخاء: مراد یہ ہے بھیڑ ہو یا نہ ہو، دونوں حالتوں میں حضرات صحابۂ کرام حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام نہیں چھوڑتے تھے۔

﴿عذر کی وجہ سے طواف کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۷﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنِّیْ اَشْتَكِیْ، فَقَالَ: طُوْفِیْ مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ، فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: شَكَوْتُ: شکی (ن) شکایۃ شکایت کرنا، اشتکی (افتعال) بیمار ہونا۔

توجمه: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرلو، چناں چہ میں نے طواف کیا، اور جناب نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں سورۂ طور کی تلاوت کرتے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے سواری پر طواف کیا جاسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح شکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انی اشتکی الخ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حج کے دوران بیمار ہوگئیں، تو انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں بیمار ہوگئی ہوں، پیدل طواف نہیں کرسکتی، اب میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ پیدل کے بجائے طواف کرنے والوں کے پیچھے پیچھے سواری پر طواف کرلو؛ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

﴿بوسہ کے وقت حضرت عمر کا خطاب﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۸﴾ وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: اعلم: عَلِمَ (س) علماً جاننا، تنفع: نَفَعَ (ف) نفعاً فائدہ پہنچانا، تضر: ضَر (ن) ضراً نقصان پہنچانا۔

توجمه: حضرت عابس بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عمر کو پتھر کو چومتے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہے تھے میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، تو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں جناب نبی کریم ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

خلاصۂ حدیث حجر اسود کے استلام میں صرف جناب نبی کریم ﷺ کے طریقے کی پیروی ہے، باقی اور کچھ نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح انی لاعلم انك حجر ما تنفع ولا تضر: یعنی تیری حقیقت ایک پتھر کی ہے، اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے، ہم تجھے نافع اور ضار کبھی نہیں سمجھ سکتے؛ جیسے مشرکین عقیدے کی دیوالیے پن کی وجہ سے بعض پتھروں کو نافع اور ضار سمجھتے ہیں، ولو لا انی رأیت الخ: میں نے بس جناب نبی کریم ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا ہے؛ اس لیے میں تجھے چوم رہا ہوں

﴿رکن یمانی پر دعا کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۷۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وُكِّلَ بِهٖ سَبْعُوْنَ مَلَكًا يَعْنِی الرُّكْنَ الْيَمَانِیَّ فَمَنْ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، قَالُوْا: آمِيْنَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: ملکا: فرشتہ جمع مَلَائِكُ، حَسَنَةً: بھلائی جمع حَسَنَاتٌ۔

توجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہاں یعنی رکن یمانی پر ستر فرشتے متعین ہیں، تو

جو شخص یہ دعا پڑھے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رکن یمانی کے پاس دعا کرنی چاہیے وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وکل به سبعون ملکا الخ: رکن یمانی کے پاس ستر فرشتے متعین ہیں، فقالوا آمین: ان فرشتوں کا کام دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہنا ہے۔

﴿طواف کے دوران ذکر کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۰﴾ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعاً وَّلَا یَتَکَلَّمُ اِلَّا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مُحِیَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ وَکُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَمَنْ طَافَ فَتَکَلَّمَ وَهُوَ فِیْ تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِی الرَّحْمَةِ بِرِجْلَیْهِ کَخَائِضِ الْمَاءِ بِرِجْلَیْهِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: البیت: گھر جمع بیوت، محیت: محیٰ (ن) محیاً مٹانا، خاض: خاض (ن) خوضاً داخل ہونا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سات مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله" کے علاوہ کچھ نہیں کہا، تو اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں، اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں، اور جس شخص نے ان کلمات کو کہتے ہوئے طواف کیا، تو وہ پانی میں داخل ہونے کی طرح دریائے رحمت میں داخل ہوگا۔

خلاصۂ حدیث آدمی طواف کے دوران فالتو بات نہ کرے؛ بلکہ ذکر و اذکار میں لگا رہے، اس سے بڑے فائدے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، من طاف بالبیت سبعاً: مراد ایک طواف کے سات چکر ہیں "ای سبع مرات من الاشواط" (مرقات ۵/۳۲۷)، محیت عنه عشر سیئات الخ: یعنی یہ فضائل یا تو ہر کلمے کے عوض میں ملتے ہیں یا یہ کہ ان تمام کلمات کہنے پر ہی یہ مقام حاصل ہوتا ہے "ای بکل خطوة او لکل کلمة او بالمجموع" (مرقات ۵/۳۲۷)۔

﴿باب الوقوف بعرفة﴾

الفصل الاول

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۱﴾ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ الثَّقَفِیِّ اَنَّهٗ سَأَلَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِیَانِ مِنْ مِنًی اِلٰی عَرَفَةَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: کَانَ یُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا یُنْکَرُ عَلَیْهِ وَیُکَبِّرُ الْمُکَبِّرُ مِنَّا فَلَا یُنْکَرُ عَلَیْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حل لغات: غادیان: غدا (ن) غدواً صبح کے وقت جانا، الیوم: دن جمع ایام، یهل: هلل (تفعیل) کلمہ طیبہ پڑھنا۔

ترجمہ: حضرت محمد بن ابو بکر ثقفی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک سے اس وقت پوچھا جب وہ دونوں صبح کے وقت منیٰ سے عرفہ جا رہے تھے، کہ آپ لوگ جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس دن میں کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہم میں سے تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے تھے اور ہم میں سے تکبیر کہنے والے تکبیر کہتے تھے اور ان دونوں کو منع نہیں کیا جاتا۔

خلاصۂ حدیث حج کے دوران تلبیہ کہنا چاہے تو تلبیہ کہے اور اگر تکبیر کہنا چاہے تو تکبیر کہے، از روئے شرع دونوں کی گنجائش ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح محمد بن ابو بکر ثقفی: ثقیف طائف میں ایک قبیلے کا نام ہے، اسی قبیلے کی طرف منسوب ہو کر یہ ثقفی کہلاتے ہیں، غادیان: مراد صبح کے وقت جانا، کان یهل منا المهل الخ: مراد تلبیہ کہنا ہے؛ یعنی جن لوگوں کی مرضی تلبیہ کہنے کی ہوتی وہ لوگ تلبیہ کہتے، ان پر کوئی نکیر نہیں ہوتی تھی۔

﴿عرفہ میں وقوف﴾

﴿حدیث نمبر ۲۲۸۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنٰى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِيْ رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: رحال: جمع ہے رحل کی بمعنی قیام گاہ، وقفت: وَقَفَ (ض) وقوفاً ٹھہرنا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تو یہاں قربانی کی ہے؛ لیکن پورا منیٰ قربان گاہ ہے؛ اس لیے تم لوگ اپنی قیام گاہ میں قربانی کر لو، میں نے یہاں قیام کیا ہے؛ حالانکہ پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور میں یہاں ٹھہرا ہوں، جب کہ پورا مزدلفہ موقف ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفہ، منیٰ اور مزدلفہ کے تمام حدود دوران حج استعمال کی جا سکتی ہے، حجاج کرام کی مرضی ہے، جہاں چاہے ٹھہرے اور قربانی کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح نحرت ههنا: مراد ایک مخصوص جگہ کی طرف اشارہ ہے جہاں جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کی تھی "والصواب ان المشار اليه موضع مخصوص من مواضع منى" (مرقات ۵/۳۲۹)، ووقفت هنا الخ: یعنی صخرات کے قریب وہ جگہ مراد ہے جہاں جناب نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تھا، آپ نے یہ کہہ کر واضح کر دیا کہ پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے، میرے ٹھہرنے کی جگہ کو وقوف عرفہ کے لیے خاص نہ کر لیا جائے، ووقفت ههنا وجمع الخ: مزدلفہ کا دوسرا نام جمع بھی ہے؛ یعنی اس سے مراد مزدلفہ ہے۔

﴿یوم عرفہ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۲۸۳﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهُ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یوم: دن جمع ایام، یعتق: اعتق (افعال) آزاد کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندے کو عرفہ کے دن سے زیادہ آگ سے آزاد کرتا ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں کے قریب ہوتا ہے اور حجاج پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن تمام دنوں سے زیادہ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قال ما من يوم اكثر من ان يعتق الله فيه الخ: مراد یہ ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ گاہ بگاہ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہی رہتا ہے، ان میں یوم عرفہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سال ملا دیا جائے کے مقابلے میں سب سے زیادہ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے، وانه ليدنو: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن بندوں پر فضل اور رحم کرتا ہے۔

الفصل الثانی

﴿امام کے موقف سے دور میں ٹھہرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۸۴﴾عَنْ عَمْرِوبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ خَالٍ لَهُ يَزِيْدَ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: كُنَّا فِيْ مَوْقِفٍ لَنَا بِعَرَفَةَ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو مِنْ مَوْقِفِ الْإِمَامِ جِدًّا فَاَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: إِنِّيْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكُمْ، يَقُوْلُ لَكُمْ: قِفُوْا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَإِنَّكُمْ عَلٰى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: مشاعر: جمع ہے مشعر کی بمعنی ارکان حج ادا کرنے کی جگہ۔

توجمه: حضرت عمرو بن عبداللہ بن صفوان اپنے ماموں یزید بن شیبان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم میدان عرفات میں اس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، جو ہمارے لیے متعین تھی، جسے عمرو امام کے موقف سے بہت دور بتاتے تھے، اتنے میں ابن مربع انصاری نے ہمارے پاس آ کر کہا، میں جناب نبی کریم ﷺ کا قاصد ہوں، تمہارے لیے یہ پیغام ہے کہ تم لوگ اپنے مشاعر میں ٹھہرے رہو؛ اس لیے کہ تم لوگ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر قائم ہو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج میدان عرفہ میں جہاں کہیں بھی ٹھہریں حج ہو جائے گا۔

کلمات حدیث کی تشریح عمرو بن عبد الله بن صفوان: یہ قریشی ہیں اور تابعی، یزید بن شیبان: یہ صحابی ہیں جناب نبی کریم ﷺ سے ان کی لقاء ثابت ہے، کنا فی موقف لنا بعرفة: مراد یہ ہے کہ ان کے ٹھہرنے کی جگہ متعین کی گئی تھی جو جناب نبی کریم ﷺ کے موقف سے بہت دور تھا، یباعده عمرو: عمرو سے مراد عمرو بن دینار ہیں جو وہیں کہیں ٹھہرے تھے "وهو عمرو بن دينار" (مرقات ۵/۳۳۰)، فاتانا ابن مربع الانصاری الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے قاصد بھیج کر یہ اعلان کرایا تھا کہ میدان عرفات میں جو لوگ جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں وہیں رہیں؛ اس لیے کہ پورا میدان عرفات موقف ہے، جہاں کہیں بھی ٹھہریں رکن ادا ہو جائے گا، مجھ سے قریب میں ٹھہرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

﴿پورا عرفہ موقف ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۸۵﴾وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: فجاج: جمع ہے فج کی بمعنی گلی، طریق: راستہ جمع طُرُق۔

توجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پورا عرفہ موقف ہے، پورا منی قربان گاہ ہے، پورا مزدلفہ موقف ہے، اور مکہ مکرمہ کی ہر گلی راستہ اور قربان گاہ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفہ کا پورا میدان موقف ہے، آدمی جہاں چاہے ٹھہرے۔

کلمات حدیث کی تشریح کل عرفة موقف: یعنی عرفہ کا پورا میدان حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، جہاں چاہے ٹھہرے، وکل منی منحر: مراد یہ ہے کہ پورے منی میں حجاج جہاں چاہیں قربانی کریں، وکل فجاج مكة طريق ومنحر: اس میں اس بات کا جواز بتلایا ہے کہ حجاج مکہ مکرمہ کے جس راستے سے چاہیں داخل ہو سکتے ہیں؛ اگرچہ بعض راستے سے داخل ہونا افضل ہے، ایسے ہی حدود حرم میں جہاں چاہیں قربانی کرنے کی گنجائش ہے، البتہ منی میں قربانی کرنا افضل ہے "ای

یجوز دخول مکۃ من جمیع طرقها وان کان الدخول من ثنیہ کداء افضل ویجوز النحر فی جمیع نواحیها لانها من الحرم.........الا ان منی افضل" (مرقات ۵/۳۳۰)۔

﴿عرفہ کا خطبہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۶﴾ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ قَائِماً فِي الرِّكَابَيْنِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: یوم: دن جمع ایام، الرکابین: زین کا وہ حصہ جس پر سوار اپنا پیر رکھتا ہے جمع رکب۔

توجمه: حضرت خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو عرفہ کے دن اونٹ کے اوپر دونوں رکابوں پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہوئے دیکھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ذرا اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر خطبہ دے۔

کلمات حدیث کی تشریح یخطب الناس: یعنی جناب نبی کریم ﷺ اپنی تقریر میں حج کے مسائل بتا رہے تھے۔

﴿یوم عرفہ کی دعا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۷﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ إِلٰى قَوْلِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ.

حل لغات: النبیون: جمع ہے نبی کی بمعنی پیغمبر، شئی: چیز جمع اشیاء۔

توجمه: حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ کی دعا سب سے بہترین دعا ہے اور ان میں وہ دعا سب سے بہتر ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کی ہے؛ یعنی لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔

خلاصۂ حدیث حجاج کو عرفہ کے دن یہ دعا کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ یہ ایک جامع اور تمام انبیائے کرام کی پسندیدہ دعا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ: یوں تو ہر وقت کی دعا اہم ہے؛ لیکن یوم عرفہ کی دعا کی ایک خاص اہمیت ہے، وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی: مراد یہ ہے کہ یوم عرفہ میں حجاج کو اس حدیث شریف میں مذکور دعا پڑھنی چاہیے؛ اس لیے کہ یہ ایک تمام انبیائے کرام کی پسندیدہ دعا ہے۔

﴿شیطان کی حالت زار﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۸﴾ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيْزٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْماً هُوَ فِيْهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَظُ مِنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِمَا يَرٰى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ إِلَّا مَا رُئِيَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَقِيْلَ مَا رَأٰى يَوْمَ بَدْرٍ؟ قَالَ: فَإِنَّهٗ قَدْ رَأٰى جِبْرِيْلَ يَزَعُ الْمَلَائِكَةَ. رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلاً وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ.

حل لغات: ادحر: دَحَرَ (ف) دحراً دھتکارنا، احقر: حَقَرَ (ض) حقراً بے قدر ہونا، اغیظ: غَاظَ (ض) غیظاً غصہ پر برانگیختہ

ہونا، یزع: وَزَعَ (ف) وزعاً الجیش ترتیب سے صفوں میں رکھنا۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں شیطان اتنا زیادہ ذلیل وراندہ اور اتنا زیادہ حقیر پر غیظ دیکھا گیا ہو، جیسا کہ وہ عرفہ کے دن ہوتا ہے، یہ اس لیے کہ وہ اس دن رحمت کے نزول اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے گناہوں کی معافی دیکھتا ہے؛ البتہ بدر کے دن ایسا دیکھا گیا تھا؛ اس لیے کہ اس نے جبرئیل کو فرشتوں کی صف بندی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان خود کو تمام ایام میں عرفہ کے دن سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے، مگر ایک دن اور بھی آیا ہے، جس دن بھی شیطان کافی پریشان تھا اور وہ ہے "یوم بدر"۔

کلمات حدیث کی تشریح ما رأى الشيطان يوم هو فيه اصغر الخ: مراد یہ ہے کہ عرفہ کے دن شیطان خود کو بڑا ذلیل اور رسوا محسوس کرتا ہے، وما ذالك الا لما يرى من تنزل الرحمة الخ: یعنی شیطان کے خود کو ذلیل اور رسوا محسوس کرنے کی وجہ خدا کی طرف سے رحمت کا نزول اور معافی کا اعلان ہے، عن الذنوب العظام: حدیث شریف کے ان کلمات سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن گناہ کبیرہ بھی معاف کر دیتا ہے "وفيه ايماء الى غفران الكبائر" (مرقات ۳۳۲/۵) الا ما رأى يوم بدر الخ: یعنی جس طریقے سے عرفہ کے دن شیطان اپنے آپ کو ذلیل اور رسوا محسوس کرتا ہے ایسے ہی "یوم بدر" میں کیا تھا، اور اس کی وجہ ملائکہ کا نزول ہے۔

﴿یوم عرفہ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۸۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَا ئِكَةَ، فَيَقُوْلُ: انْظُرُوْا إِلَى عِبَادِيْ أَتَوْنِيْ شُعْثاً غُبْرًا ضَاجِّيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ أُشْهِدُ كُمْ أَنِّيْ غَفَرْتُ لَهُمْ، فَيَقُوْلُ الْمَلَا ئِكَةُ: يَا رَبِّ فُلَانٌ كَانَ يُرْهَقُ وَفُلَانٌ وَفُلَانَةٌ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرُ عَتِيْقاً مِنَ النَّارِ مِنْ يوم عرفة. رواه في شرح السنة.

حل لغات: شعثا: شَعِثَ (س) شعثا پراگندہ ہونا، غبرا: غَبَرَ (ن) غبوراً گرد آلود ہونا، ضاجین: ضَجَّ (ض) ضجاً چیخنا، زور زور سے بولنا، یرھق: رَهِقَ (س) رھقاً برائیوں کا مرتکب ہونا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن آسمان دنیا پر نازل ہو کر فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے، میرے بندوں کو دیکھو! یہ لوگ میرے پاس پراگندہ بال، گرد آلود اور چلتے ہوئے دور دراز سے میرے پاس آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، تو فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! فلاں شخص گناہ کرتا تھا، اور فلاں مرد اور فلانی عورت بھی گناہ گار ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں نے انہیں بھی بخش دیا، جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا کوئی دن نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن تمام حجاج کو بخش دیتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان الله ينزل الى السماء الدنيا: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، فيباهي بهم الملا ئكة: مراد آسمان دنیا کے فرشتے ہیں، یا مقربین یا تمام فرشتے، ان تینوں احتمالوں کی گنجائش ہے

"ای ملائکۃ سماء الدنیا او الملا ئکۃ المقربین او جمیع الملا ئکۃ"(مرقات۵/۳۳۳)،ضاجین من کل فج عمیق: یہ حجاج دنیا کے کونے کونے سے بلند کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے آئے ہیں،اشھدکم انی غفرت لھم: یعنی اللہ تعالیٰ حجاج کرام کی مغفرت کوفرشتوں پر ظاہر کرتا ہے،فیقول الملا ئکۃ یا رب فلان کا ن یرھق الخ: یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجاج کرام کی عام معافی کا منظر دیکھ کرفرشتے عرض کرتے ہیں، یااللہ!اس جماعت میں تو فلاں فلاں گناہ گار بھی ہیں،ان کی تو مغفرت نہیں ہونی چاہیے تھی،اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان تمام گناہ گار کو بھی بخش دیا۔

الفصل الثالث

﴿عرفات میں وقوف کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۰﴾عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ، فَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ،فَيَقِفُ بِهَا، ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا، فَذَالِكَ قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. متفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات:دان:دَانَ(ن)دُنُوّاً قریب ہونا،الحمس:حَمِسَ(س) حَمْساً دلیر ہونا،سائر:سَئِرَ(س) سَئَاراً باقی رہنا، یفیض:فَاضَ(ض)فَیْضاً منتشر ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ قریش اور وہ لوگ جوان کے مذہب سے قریب تھے،مزدلفہ میں ٹھہرتے تھےاور قریش کو بہادر کہاجاتا تھا؛البتہ سارا عرب عرفہ میں ٹھہرتا تھا؛لیکن جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ میدان عرفات میں آکر وہاں وقوف کریں اور پھر وہاں سے کوچ کریں،یہ اللہ تعالیٰ کے قول"ثم افیضوا من حیث افاض الناس"کی وجہ سے ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل وقوف عرفہ ہی کا ہے؛اس لیے حجاج وہیں وقوف کریں۔

کلمات حدیث کی تشریح ومن دان دینھا: مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مذہبی رو سے قریش کی پیروی کی تھی،یقفون بالمزدلفة الخ: یعنی یہ لوگ تمام آدمیوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرنے کے بجائے مزدلفہ ہی میں ٹھہرتے تھےاور یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ سب سے برتر ہیں؛اس لیے حرم سے باہر جاکر تمام لوگوں کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرنا ہماری شان کے خلاف ہے"وقائلین بانا اھل الحرم المحترم کالحمام فلا نخرج منه للوقوف کالعوام"(مرقات۵/۳۳۳)، فکان سائر العرب یقفون بعرفة: یہ سارے عرب قدیم اور اچھے طریقے کے مطابق عرفہ میں وقوف کرتے تھے، فلما جاء الاسلام امر اللہ تعالیٰ الخ: یعنی جب اسلام آیا تو اہل اسلام کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ لوگ عرفہ ہی میں وقوف کریں یہ انبیائے سابقین کا طریقہ ہے،اور یہ لوگ جوعرفہ کے بجائے مزدلفہ میں وقوف کرتے ہیں،قدیم طریقے کے خلاف ہونے کی وجہ سے ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے قابل ہیں،متابعة للانبیاء الکرام، ثم یفیض منھا: یعنی وقوف عرفہ کے بعد واپسی کے دوران مزدلفہ میں ٹھہرا جائے؛ تاکہ ہر اعتبار سے طریق مستقیم پر عمل ہوکر غلط طریقے یکسر ختم ہوجائیں۔

﴿عرفہ کے دن آپ کی دعا کا قبول ہونا﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۱﴾وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِاُمَّتِهٖ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ، فَاُجِيْبَ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمِ، فَاِنِّيْ آخِذٌ لِلْمَظْلُوْمِ مِنْهُ، قَالَ: اَيْ رَبِّ اِنْ شِئْتَ اَعْطَيْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ، فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهٗ، فَلَمَّا اَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ اَعَادَ

الدُّعَاءَ، فَأُجِيْبُ إِلَى مَا سَأَلَ، قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ: تَبَسَّمَ، فَقَالَ لَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ! إِنَّ هٰذِهٖ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ فِيْهَا فَمَا الَّذِيْ اَضْحَكَكَ؟ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ، قَالَ: إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيْسَ لَمَّا عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ إِسْتَجَابَ دُعَائِيْ وَغَفَرَ لِاُمَّتِيْ اَخَذَ التُّرَابَ، فَجَعَلَ يَحْثُوْهُ عَلٰى رَاْسِهٖ وَيَدْعُوْا بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ، فَاَضْحَكَنِيْ مَا رَاَيْتُ مِنْ جَزْعِهٖ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ نَحْوَهُ.

حل لغات: امته: قوم جمع امم،شئت :شَاءَ(ف) شيئا چاہنا،الجنة: باغ جمع جنات۔

ترجمہ: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لیے مغفرت کی دعا مانگی جسے قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ظالموں کے علاوہ ان سب کو بخش دیا؛ اس لیے کہ میں ظالم سے مظلوم کا حق لوں گا،آپ نے فرمایا: اے میرے پروردگار! آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت دے کر ظالم کو بخش سکتے ہیں؛ لیکن اس شام کو یہ دعا قبول نہیں ہوئی؛ البتہ مزدلفہ کی صبح کو جب آپ نے اس دعا کا اعادہ کیا تو آپ نے جو کچھ مانگا سب قبول ہوگیا، راوی کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ ہنسے یا مسکرائے، تو ابوبکر وعمر نے آپ سے فرمایا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! یہ ایسا وقت ہے جس میں آپ ہنستے نہیں تھے، تو آپ کو کس نے ہنسایا؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو خوش وخرم رکھے، آپ نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس نے جب یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرماکر میری امت کو بخش دیا، تو اس نے مٹی لے کر اپنے سر میں ڈالنا شروع کردیا اور اس نے عذاب اور ہلاکت کو بلانا شروع کردیا؛ چناں چہ اس کی بدحواسی دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

خلاصۂ حدیث عرفہ،مزدلفہ میں خاص طور پر دعائیں قبول ہوتی ہیں؛ اس لیے حجاج کرام کو دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح دعا لامته عشية عرفة الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت کی دعا کی تو آپ کی دیہ دعا قبول کرلی گئی "ما خلا المظالم فانی آخذ للمظلوم منه: شام کو آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے امت محمدیہ کی مغفرت تو ہوگئی؛ مگر ظالم لوگوں کو الگ کرلیا کہ اس میں وہ لوگ شامل نہیں، ان کی مغفرت نہیں ہوگی، میں ان لوگوں سے بدلہ لوں گا، فلما اصبح بالمزدلفة اعاد الدعاء الخ: یعنی عرفہ کے وقوف کے بعد جب آپ مزدلفہ پہنچے، تو آپ نے وہاں جاکر عرفہ کی شام میں کی جانے والی دعا کو دہرایا تو یہاں وہ دعا قبول ہوگئی، فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ: یعنی یہ دعا قبول ہونے کے بعد شیطان کی عجیب وغریب حالت ہوگئی جس کی وجہ سے آپ کو ہنسی آگئی۔

﴿باب الدفع من عرفة والمزدلفة﴾

الفصل الاول

﴿عرفات سے آپ کی واپسی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۴۹۲﴾ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سُئِلَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ؟ قَالَ: كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. متفقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: العنق: عَنِقَ(س) عنقاً لمبی گردن والا ہونا، اعنق (افعال) تیز چلنا، فجوة: دو چیزوں کے درمیان کشادگی جمع فجوات، نص: نَصَّ (ض) نصاً الناقة اونٹنی کو تیز دوڑانا۔

ترجمہ: حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اسامہ بن زید سے پوچھا گیا کہ حجۃ الوداع میں واپسی کے وقت

جناب نبی کریم ﷺ کی رفتار کیسی تھی؟ انہوں نے فرمایا: آپ تیز چلتے، اور جہاں کشادہ راستہ ملتا وہاں اپنی اونٹنی کو دوڑاتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ راستے میں حجاج کرام تیز چلیں تاکہ مقامات مقدسہ میں جلدی جا کر زیادہ سے زیادہ عبادت ودعا کی جاسکے۔

کلمات حدیث کی تشریح عن هشام بن عروة: عروہ سے مراد عروہ بن زبیر ہیں، بڑے مشہور تابعی ہیں؛ بلکہ مدینہ منورہ کے سات بڑے فقہاء میں ان کا شمار ہے، کیف کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الخ: واپسی سے مراد عرفہ سے واپسی ہے؛ یعنی جناب نبی کریم ﷺ عرفہ سے جب واپس ہو رہے تھے تو آپ کی رفتار کیسی تھی؟ قال کان یسیر العنق الخ: یعنی آپ کی رفتار تیز تھی اور جب آپ کو موقع ملتا کہ راستہ کشادہ ہے تو آپ اپنی سواری کو دوڑا بھی دیتے تھے۔

﴿چال میں طمانیت ہو﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا لِلْإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيْضَاعِ. رواهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: زجراً: زَجَرَ (ن) زجراً ڈانٹنا، سوط: کوڑا جمع اسواط، الیضاع: اَوْضَعَ (افعال) البعیر اونٹ کو تیز دوڑانا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن واپسی میں جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹوں کے مارنے کا شور سنا، تو آپ نے اپنے کوڑے سے لوگوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اے لوگو! اطمینان کے ساتھ چلو؛ اس لیے کہ دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ چال میں ایسی تیزی اختیار نہ کی جائے کہ جس سے دوسرے لوگوں کو یا خود سواری کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔

کلمات حدیث کی تشریح انه دفع مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم الخ: مراد یہ ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ آنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جناب نبی کریم ﷺ کیساتھ تھے، فسمع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹوں کے ہانکنے اور مارنے کی شدید آواز سنی، فاشار بسوطه الیهم وقال الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے جب سواریوں کو تکلیف دیتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ چال میں طمانیت اختیار کی جائے، محض تیز چلنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔

﴿تلبیہ کب تک کہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۴﴾ وَعَنْهُ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. مُتفقٌ عليهِ.

حل لغات: اردف: اَرْدَفَ (افعال) اپنے پیچھے سوار کرنا، العقبة: گھاٹی جمع عقاب۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ اسامہ بن زید عرفہ سے مزدلفہ تک جناب نبی کریم ﷺ کے ردیف تھے، پھر آپ نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل کو اپنے پیچھے بٹھایا، ان دونوں کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ رمی جمرۂ عقبہ تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج کے لیے رمی جمرۂ عقبہ تک تلبیہ کہنا سنت ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،ان اسامة بن زید کان ردف النخ: مراد یہ ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک حضرت اسامہ بن زید جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ثم ارد ف الفضل من المزدلفة الی منی: مراد یہ ہے کہ مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے،فکلاهما قال لم یزل النخ: مراد یہ ہے کہ رمی جمرۂ عقبہ تک تلبیہ پڑھتے رہنا سنت ہے۔

فائدہ: منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا عمل جمرۂ عقبہ کی رمی ہے جو واجب ہے،منیٰ میں تین مخصوص مقام ہیں،جنہیں ''جمرات'' کہتے ہیں: پہلا جمرہ جو مسجد خیف کے نزدیک واقع ہے،اسے جمرہ اولی،دوسرا جمرہ اس سے آگے ہے،اسے جمرۂ وسطیٰ،اور تیسرا جمرہ جو منیٰ کے اخیر میں ہے،اسے جمرۂ عقبہ کہتے ،اس حدیث شریف میں یہی اخیر والا جمرہ مراد ہے۔

﴿مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۹۵﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلٰى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: جمع: جَمَعَ(ف)جمعاً اکٹھا کرنا،جمع کرنا،یسبح: سَبَّحَ(تفعیل)تسبیح پڑھنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں،ان میں سے ہر ایک کے لیے تکبیر کہی گئی،ان دونوں کے درمیان آپ نے نہ نفل پڑھی نہ تسبیح۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھنی چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح جمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم المغرب والعشاء بجمع: جمع سے مراد مزدلفہ ہے؛یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں نمازیں مزدلفہ میں اس طریقے پر پڑھیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد آپ نے تاخیر کی اور جب مزدلفہ پہنچ گئے تو آپ نے مغرب وعشاء دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں،ولم یسبح بینهما الخ: اس حدیث شریف کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ ان دونوں نمازوں کے درمیان سنن ونوافل کا اہتمام نہیں ہوا؛لیکن معتمد قول یہ ہے کہ آپ نے بعد میں سونے سے پہلے سنن اور وتر کی نمازیں پڑھی تھیں''والمعتمد انه یصلی بعد ها سنة المغرب والعشاء والوتر لقوله(ثم اضطجع)ای للنوم بعد راتبة العشاء والوتر کما فی روایة''(مرقات۵/۳۰۲)

﴿آپ نے کسی نماز کو وقت سے پہلے نہیں پڑھی﴾

﴿حدیث نمبر۲۳۹۶﴾وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا. متفق علیه.

حل لغات: میقات: وقت جمع مواقیت،صلاتین،تثنیہ ہے صلاۃ کی بمعنی نماز۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دو نمازوں کے علاوہ کوئی نماز وقت سے پہلے پڑھتے نہیں دیکھا،ایک مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں،اور دوسری فجر کی نماز جو آپ نے اس دن وقت سے پہلے پڑھی تھی۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے کوئی بھی نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی اور یہ جو اس روایت میں یہ بات کہی گئی ہے یہ عام معمول کے خلاف تھا،اسی کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس انداز میں بیان کردیا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح صلی صلاۃ الا میقاتها: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے کوئی بھی نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی، آپ نے جو بھی نماز پڑھی، وقت ہونے کے بعد وقت پر پڑھی، خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں "ای فی وقتها قال النووی اخذ ابو حنیفة رحمه الله........ منع الجمع فی السفر" (مرقات۵/۳۳۷)، الا صلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمع: یہ وہ دو نمازیں ہیں، جن کو جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عشاء کے وقت میں پڑھی تھیں، اور آج بھی ان دونوں نمازوں کو حج کے موقع پر ایک ساتھ عشاء میں وقت میں پڑھنا سنت ہے "ای جمع بینهما فی وقت العشاء........ وهذا الجمع سنة باجماع من العلماء" (فتح الملهم ۳/۲۸۷)، وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتها: یہ نماز حقیقت میں وقت سے پہلے نہیں پڑھی گئی تھی، بلکہ جناب نبی کریم ﷺ نے یہ نماز اپنی عام عادت کے خلاف پڑھی تھی، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وقت سے پہلے کہہ کر بیان کر دیا ہے، بعض دفعہ آدمی اس طرح سے بول دیا کرتا ہے، جو کوئی عیب کی بات نہیں ہے "ای بغلس قبل وقتها المعتاد" (مرقات۵/۳۳۸) اس لیے کہ دوسری صحیح اور خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اس دن مزدلفہ میں فجر کی نماز وقت پر ہی پڑھی تھی "وقد صح فی البخاری عن ابن مسعود رضی الله عنه انه صلی الفجر بعد الصبح بالمزدلفة وقال الفجر فی هذه الساعة" (مرقات۵/۳۳۸)۔

﴿عذر کی وجہ سے مزدلفہ پہلے جانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِیْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ. متفقٌ عليهِ.

حل لغات: قدم: قَدَّمَ (تفعیل) آگے بڑھانا، لیلة: رات جمع لیالی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں جناب نبی کریم ﷺ نے کمزوری کی وجہ سے مزدلفہ کی رات میں پہلے ہی بھیج دیا تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے رات ہی میں چلنے کی گنجائش ہے؛ تاکہ ازدحام کی وجہ سے راستے کی دشواریوں سے بچا جا سکے۔

کلمات حدیث کی تشریح لیلة المزدلفة: وہ رات مراد ہے جس رات کو مزدلفہ میں ٹھہرتے ہیں، فی ضعفة اهله: مراد بچے، عورتیں اور عمر دراز لوگ ہیں، بھیڑ کی وجہ سے ان لوگوں کو دن میں مزدلفہ سے منیٰ جانے میں دشواری ہو تو رات میں جا سکتے ہیں؛ جیسا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل وعیال کو پہلے ہی منیٰ بھیج دیا تھا۔

﴿کنکریاں کہاں سے لے﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۸﴾ وَعَنْهُ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا: عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهٗ حَتّٰی دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًی قَالَ: عَلَيْكُمْ بِحَصَی الْخَذْفِ الَّذِیْ يُرْمٰی بِهِ الْجَمْرَةُ، وَقَالَ: لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّیْ حَتّٰی رَمَی الْجَمْرَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: کاف: روکنے والا، کَفَّ (ن) کفاً روکنا، الخذف: لوبیا کے برابر کی چیز کو خذف کہا جاتا ہے، خَذَفَ (ض) خذفاً الحصاۃ انگلیوں سے پھینکنا، الجمرۃ: کنکری جمع الجمر۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ فضل بن عباسؓ جناب نبی کریم ﷺ کے ردیف تھے، آپ نے عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح کو لوگوں سے چلنے کے دوران فرمایا: آپ لوگوں پر اطمینان ضروری ہے، اس وقت آپ بھی اپنی اونٹنی کو روکے ہوئے تھے، یہاں تک کہ آپ منیٰ یعنی وادیٔ محسر میں پہنچ گئے، تو آپ نے فرمایا: آپ لوگ خذف کے مانند جمرہ میں ماری جانے والی کنکریاں اٹھالیں، نیز فضل بن عباس نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ رمی جمرہ تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمی کے لیے وادی محسر سے ہی کنکریاں لے لینی چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، الفضل بن عباس وكان ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ: یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک حضرت اسامہ بن زید جناب نبی کریم ﷺ کے ردیف تھے اور مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس ردیف تھے، انه قال الخ: ہ ضمیر سے مراد جناب نبی کریم ﷺ ہیں، یعنی آپ نے دیکھا کہ حجاج بھیڑ اور سواری کی رعایت کیے بغیر بہت تیز ہانکنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، تو آپ نے قدرے آہستہ چلنے کی تلقین کی، وهو كاف ناقته: مراد آہستہ نکیل کھینچنا یا ہلکا بریک مارنا ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے بالکل سواری روک لی تھی "ای مانع من السرعة بالفعل" (مرقات ۳۷۸/۵)، قال عليكم بحصى الخذف الخ: مراد یہ ہے مزدلفہ سے چلتے ہوئے عقبہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے راستے ہی سے کنکریاں چن لیں، ایسا نہ ہو کہ عقبہ میں جا کر رمی کی ہوئی کنکریاں لینی پڑجائے؛ اس لیے کہ ان کنکریوں سے رمی کرنا مکروہ ہے۔

﴿آپ کی طرف سے ایک اہم اطلاع﴾

﴿حدیث نمبر۲۴۹۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: اَفَاضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ وَاَمَرَهُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَاَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، وَقَالَ: لَعَلِّيْ لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا. لَمْ اَجِدْ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ اِلَّا فِيْ جَامِعِ التِّرْمِذِيْ مَعَ تَقْدِيْمٍ وَتَاخِيْرٍ.

حل لغات: وادی: پہاڑ کے درمیان کشادہ راستہ جمع اودیه، حصی: کنکری جمع حصاة۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ مزدلفہ سے چلے تو آپ کی چال میں طمانیت تھی، اور آپ نے حجاج کو اطمینان سے چلنے کا حکم بھی دیا تھا، البتہ وادی محسر میں تیز چلتے ہوئے حجاج سے کہا: آپ لوگ خذف کے مانند جمرہ میں ماری جانے والی کنکریاں اٹھالیں، اور آپ نے امت سے فرمایا کہ اس سال کے بعد شاید میں تمہیں نہیں پاؤں گا۔

خلاصۂ حدیث جناب نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ سے چلتے ہوئے اپنے وصال کی اطلاع امت کو دے دی تھی اور یہی ہوا۔

کلمات حدیث کی تشریح واوضع فی وادی محسر: مراد یہ ہے کہ مزدلفہ سے آپ خود آہستہ چلے، اور حجاج کو بھی آہستہ چلنے کا حکم دیا، البتہ وادی محسر میں آپ کی رفتار تیز تھی، وقال لعلی لاأراكم بعد عامی هذا لم اجد: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے امت کو یہ بتادیا تھا کہ میرے وصال کا وقت قریب ہے؛ اس لیے حج کے احکام اور دینی امور مجھ سے زیادہ سے زیادہ لکھ لیے جائیں، تاکہ بعد میں فائدہ ہو۔

الفصل الثانی

﴿عرفہ اور مزدلفہ سے روانگی کا وقت﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۰۰﴾ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَقَالَ: اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنْ عَرَفَةَ حِيْنَ تَكُوْنَ الشَّمْسُ كَاَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ وَمِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بَعْدَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ حِيْنَ تَكُوْنَ كَاَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَاِنَّا لَا نَدْفَعُ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَنَدْفَعُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ هَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالشِّرْكِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ: خَطَبَنَا وَسَاقَهُ نَحْوَهُ.

حل لغات: یدفعون: دَفَعَ (ن) دفعاً چلنا، وجوہ: جمع ہے وجہ کی بمعنی چہرہ، الاوثان: جمع ہے وثن کی بمعنی بت۔

ترجمه: حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جاہلیت میں لوگ عرفات سے اس وقت واپس ہوتے تھے، جب سورج غروب ہونے سے پہلے مردوں کے چہروں پہ پگڑیوں کی طرح نظر آتا تھا اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد اس وقت روانہ ہوتے تھے جب سورج مردوں کے چہروں پر پگڑیوں کی طرح نظر آتا تھا؛ مگر ہم عرفہ سے سورج غروب ہونے سے پہلے نہیں جائیں گے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے جائیں گے؛ اس لیے کہ ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکین سے الگ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج عرفہ سے سورج غروب ہونے کے بعد اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے پہلے کوچ کریں یہی جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح محمد بن قیس بن مخرمه: تابعی ہیں اس لیے یہ روایت مرسل ہے "ذكره المؤلف من التابعين فالحديث مرسل" (مرقات ۳۳۹/۵) ان اهل الجاهلية كانوا يدفعون الخ: مراد یہ ہے کہ دور جاہلیت میں جہاں بہت سارے خرافات در آتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی رسم تھی، وانا لا ندفع من عرفة حتى تغرب الشمس الخ: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے اس طریقے کے خلاف عمل کر کے یہ واضح کر دیا کہ ان کا یہ طریقہ ٹھیک اور درست نہیں ہے۔

﴿رمی کا مسنون وقت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اُغَيْلِمَةَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَخُ اَفْخَاذَنَا، وَيَقُوْلُ: اُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: حمرات: جمع ہے حمار کی بمعنی گدھا، یلطخ: لَطَخَ (ف) لطخاً تھپکی دینا، افخاذ: جمع ہے فخذ کی بمعنی ران۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ہمیں مزدلفہ کی رات گدھے پر سوار کر کے خاندان عبد المطلب کے بچوں کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے، ہماری رانوں کو تھپکی دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے چھوٹے بچو! جب تک سورج نہ نکل آئے تم سب رمی جمار نہ کرنا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمی کا مسنون وقت سورج نکلنے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قال قدمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ: یہ بات گزر چکی ہے کہ معذور کے لیے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے رات ہی کو کوچ کرنا درست ہے، اسی بنیاد پر جناب نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو پہلے ہی بھیج دیا تھا؛ اس لیے کہ یہ سب بچے تھے، لاترموا الجمرة حتى تطلع الشمس: حدیث شریف کے ان کلمات کا مطلب یہ

ہے کہ رمی کے لیے مسنون وقت یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد کرے؛ لیکن اگر کسی نے مزدلفہ کی رات ہی کو رمی کر لی، تو رمی ہوجائے گی، رمی کی سنیت ادا نہ ہوگی"وهو دليل على عدم جواز الرمي في الليل وعليه ابو حنيفة رحمه الله والاكثرون"(مرقات ۵/۳۴۱)۔

﴿رات میں رمی کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ، فَاَفَاضَتْ وَكَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يَكُوْنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حل لغات: ارسل: اَرْسَلَ (افعال) بھیجنا، لیلة: رات جمع لیالی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ام سلمہ کو بقرعید کی رات بھیج دیا تھا؛ چناں چہ انہوں نے فجر سے پہلے رمی کی، پھر وہاں سے چل کر طواف افاضہ کیا، یہ وہ دن تھا جس دن جناب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تھے۔

خلاصۂ حدیث کسی نے طلوع آفتاب سے پہلے ہی رمی کر لی تو رمی ہو تو جائے گی؛ مگر رمی کی سنیت ادا نہ ہوگی۔

کلمات حدیث کی تشریح رمت الجمرة قبل الفجر: فجر سے مراد نماز فجر ہے؛ یعنی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے رمی کر لی تھی، بہت ممکن ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ سے پہلے آنے والوں کو جو سورج نکلنے سے پہلے رمی کرنے سے منع کیا تھا، وہ بات ان کے علم میں نہ آسکی ہو اور انہوں نے پہلے ہی رمی کر لی ہو، اور چوں کہ اس طرح سے رمی کر لینے کی صورت میں رمی ہو جاتی ہے، نیز امور حج میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیا جاتا ہے؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ سے نکیر ثابت نہیں ہے، اس روایت کی بنیاد پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ آدھی رات کے بعد سے رمی جائز ہے، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آدھی رات کی قید کہاں سے آئی، جب کہ خود مزدلفہ چلنے کا اصل وقت نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہے، جب آدمی نماز فجر کے بعد مزدلفہ سے کوچ کرے گا تو رات میں رمی کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے؛ بلکہ اسی روایت سے رات میں رمی کرنے کی نفی ہوتی ہے، اس لیے کہ اس حدیث شریف میں ہے، فرمت الجمرة قبل الفجر: یعنی وہ رمی صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے کی گئی تھی، جیسا کہ حضرات ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے "ويمكن ان يراد قبل صلاة الفجر على ما فهمه الائمة الثلاثة"(مرقات ۵/۳۴۱)۔

﴿عمرہ میں تلبیہ موقوف کب کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: يُلَبِّيْ الْمُقِيْمُ اَوِ الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ: وَرُوِيَ مَوْقُوْفاً عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ.

حل لغات: یلبی: لَبَّ (تفعیل) تلبیہ کہنا، الحجر: پتھر جمع احجار۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقیم اور معتمر حجر اسود کے استلام تک تلبیہ کہتے رہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مقیم و معتمر طواف شروع کرنے تک تلبیہ کہتے رہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح یلبی: اس حدیث شریف کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، المقیم: مراد مکے کے وہ لوگ ہیں جو عمرہ کریں، المعتمر: مراد وہ لوگ ہیں جو باہر سے عمرہ کرنے کے لیے آئے ہوں، حتی یستلم

المحرم: مراد یہ ہے کہ عمرہ کرنے والے خواہ مکے کے باشندہ ہوں یا باہر سے آئے ہوئے دوسرے لوگ ہوں، یہ احرام باندھنے سے لے کر طواف شروع کرنے تک برابر تلبیہ کہتے رہیں، اور جیسے ہی حجر اسود کو چوم کر طواف شروع کریں تلبیہ کہنا چھوڑ دیں "ای یلبی الذی احرم بالعمرۃ من وقت احرامہ الی ان یبدأ بالطواف ثم یترك التلبیۃ" (مرقات ۵/۳۴۲)۔

الفصل الثالث

﴿عرفات ومزدلفہ کے درمیان کہیں نہ ٹھہرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۴﴾ عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ الشَّرِیْدَ یَقُوْلُ: اَفَضْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاہُ الْاَرْضَ حَتّٰی اَتٰی جَمْعاً. رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ.

حل لغات: افضت: اَفَاضَ (افعال) چلنا۔

ترجمہ: یعقوب بن عاصم بن عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے شرید سے کہتے ہوئے سنا کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے ہم راہ تھا، آپ کے قدم زمین پر نہیں گئے یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک جناب نبی کریم ﷺ درمیان میں کہیں نہیں ٹھہرے۔

کلمات حدیث کی تشریح افضت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم: یہ کلمات انہوں نے اپنی بات میں قوت پیدا کرنے کیلئے کہی ہے، **فما مست قدماہ الارض الخ**: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ عرفہ سے چل کر مزدلفہ ہی میں آ کر رکے، درمیان میں کہیں آپ نہیں ٹھہرے؛ بلکہ آپ سواری سے کہیں اترے بھی نہیں۔

﴿عرفات میں جمع بین الصلاتین﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۵﴾ وَعَنِ ابْنِ شِہَابٍ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنِ یُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَیْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰہِ کَیْفَ نَصْنَعُ فِی الْمَوْقِفِ یَوْمَ عَرَفَۃَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ السُّنَّۃَ فَھَجِّرْ بِالصَّلَاۃِ یَوْمَ عَرَفَۃَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ: صَدَقَ اِنَّھُمْ کَانُوْا یَجْمَعُوْنَ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ فِی السُّنَّۃِ، فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: اَفَعَلَ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: وَھَلْ یَتَّبِعُوْنَ ذَالِکَ اِلَّا سُنَّتَہٗ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: سال: سَأَلَ (ن) سؤالاً، ترید: اَرَادَ (افعال) ارادہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم نے مجھ سے بتایا کہ جس سال حجاج بن یوسف نے ابن زبیر کو قتل کیا اسی سال عبد اللہ سے پوچھا ہم لوگ عرفہ کے دن وقوف کے دوران کیا کریں؟ تو سالم نے کہا: اگر سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو عرفہ کے دن نماز جلدی پڑھیے، تو عبد اللہ بن عمر نے کہا: انہوں نے صحیح کہا؛ اس لیے کہ صحابۂ کرام سنت پر عمل کرنے کے لیے ظہر اور عصر کی نماز جمع کرتے تھے، تو میں نے سالم سے کہا: کیا جناب نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا؟

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھے۔

کلمات حدیث کی تشریح عن ابن شہاب: مراد ابن شہاب زہری ہیں، عام نزل بابن زبیر: مراد وہ سال ہے، جس میں حضرت عبد اللہ بن زبیر کے خلاف فوج کشی کر کے ان کو شہید کر دیا گیا تھا، سال عبد اللّٰہ الخ: عبد اللہ سے مراد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہیں، واقعہ یہ ہوا کہ حجاج کے ہاتھوں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا شہید ہو جانا عبد الملک بن مروان کے لیے ایک بہت بڑی کامیابی سمجھی گئی، اسی حسن کارکردگی سے خوش ہو کر عبد الملک بن مروان نے حجاج کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا

اور یہ تاکید کی کہ حج کے احکام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھ پوچھ کر ادا کیے جائیں؛ چناں چہ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے۔

﴿باب رمی الجمار﴾

الفصل الاول

﴿سواری سے رمی کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۶﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُوْلُ: لِتَاخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یرمی: رَمیٰ (ض) رمیاً پھینکنا، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو قربانی کے دن سواری پر سے رمی کرتے دیکھا، اور آپ کہتے: آپ لوگ افعال حج سیکھ لیجیے، شاید میں اپنے اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سواری پر سے رمی کرنے سے رمی ہو جاتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح یرمی علی راحلته یوم النحر: رمی پیدل کرے یا سواری پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے یہاں تفصیل ہے "قال الشافعی رحمه الله يستحب لمن وصل منى راكبا ان يرمى جمرة العقبة يوم النحر راكبا ومن وصلها ما شيا ان يرميها ماشيا وفى اليومين الاولين من التشريق يرمى جميع الجمرات ماشيا وفى اليوم الثالث راكبا" (مرقات ۵/۳۴۴) البتہ احناف کے یہاں مطلقاً پیدل رمی کرنا افضل ہے "يستحب المشى الى الجمار وان ركب اليها فلا بأس به والمشى افضل" (مرقات ۵/۳۴۴)، یہ بات پیچھے بھی آ چکی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے پیدل ادا کیے جانے والے بعض افعال کو سواری پر سے ادا کیے، اور اس میں حکمت یہ تھی کہ لوگ واضح انداز میں دیکھ کر مجھ سے حج کے احکام سیکھ لیں، ان میں سے ایک سواری پر رمی بھی ہے "يحتمل ما روى من ركوبه عليه الصلاة والسلام فى رمى الجمار كلها على انه ليظهر فعله، فيقتدى به ويسئل ويحفظ عنه المناسك كماذكر فى طوافه" (مرقات ۵/۳۴۴)۔

﴿رمی کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: رمی: رمیٰ (ض) رَمْیًا پھینکنا، حصی: جمع ہے حصاۃ کی بمعنی کنکری۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو خذف کی کنکریوں کی طرح کنکریوں سے رمی کرتے دیکھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمی کے لیے لوبیا اور چنے کے مانند کنکریاں لی جائیں۔

کلمات حدیث کی تشریح رمی الجمرة بمثل حصى الخذف: مراد یہ ہے کہ رمی کیلئے بڑے بڑے پتھر نہ لیے جائیں؛ بلکہ لوبیا یا چنے کے برابر کنکریاں لیکر رمی کرے، اس مقدار سے چھوٹی یا بڑی کنکریاں لیکر رمی نہ کرے؛ اس لیے کہ مکروہ ہے۔ "وهو قدر الباقلاء او النواة اوالانملة، فيكره اصغر من ذالك و اكبر منه" (مرقات ۵/۳۴۵)۔

﴿رمی جمرہ کا وقت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَاَمَّا

بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ. متفق عليه.

حل لغات: الجمرة: کنکری جمع جَمَر، الشمس: سورج جمع شُموس۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن چاشت کے وقت کنکر یا پھینکیں، اوراس کے بعد کے دنوں میں زوال کے بعد۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد سے ہی رمی کا وقت شروع ہوتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح رمی رسول الله صلى الله عليه وسلّم الجمرة: مراد یہ ہے کہ رمی کے تین دنوں میں پہلے دن سورج نکلنے کے بعد اور بقیہ دو دنوں میں زوال کے بعد رمی کرے "قال ابن الهمام افاد ان وقت الرمى فى اليوم الثانى لا يدخل الا بعد ذالك وكذا فى اليوم الثالث" (مرقات ۵/۳۴۶)، اس کا تفصیلی بیان "باب الدفع من عرفة والمزدلفة" کے تحت گزر چکا ہے، دیکھیے "رمی کا مسنون وقت" اور رات میں رمی کرنا۔

﴿رمی کے وقت کیا کھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۰۹﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى، فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ وَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَمَى الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ. متفق عليه.

حل لغات: البيت: گھر جمع بیوت، رمی: رمیٰ (ض) رمیاً پھینکنا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جمرۂ عقبہ پہ پہنچے، تو انہوں نے خانۂ کعبہ کو بائیں اور منی کو دائیں طرف کر کے سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری پر تکبیر کہی، پھر انہوں نے کہا کہ اس ذات نے اسی طرح سے کنکری پھینکیں ہیں؛ جس ذات پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہی جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح الجمرة الكبرىٰ: مراد جمرۂ عقبہ ہے، فجعل البيت عن يساره ومنىً عن يمينه: اس طرح کھڑے ہو کر کنکری پھینکنا مستحب ہے، یکبر مع کل حصاۃ الخ: مراد یہ ہے کہ رمی کے وقت یہ دعا پڑھے "الله اكبر الله اكبر اللّهم اجعله حجا مبروراً وذنبا مغفوراً وعملاً مشكوراً" (مرقات ۵/۳۴۶)۔

﴿سات کنکری کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاِسْتِجْمَارُ تَوٌّ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌّ، وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌّ، وَالطَّوَافُ تَوٌّ، وَإِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: توّ: طاق جمع اتواء، فليستجمر: استجمر (استفعال) دھونی دینا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: استنجاء طاق ہے، کنکری پھینکنا طاق ہے، صفا مروہ کے درمیان سعی طاق ہے، طواف طاق ہے، اور تم میں سے کوئی دھونی دے وہ بھی طاق ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمی میں سات کنکری پھینکنا واجب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح الاستجمار تو: تو سے مراد یہاں تین ڈھیلے ہیں؛ جو استنجاء کے لیے سنت ہے "انه سنة والفردية هنا بالثلاثة وفي البواقي بالسبعة" (مرقات ۵/۳۴۷)، ورمی الجمار تو: یہاں تو سے مراد سات عدد ہے؛ یعنی رمی کے لیے سات کنکری واجب ہے "وكلها واجبة" (مرقات ۵/۳۴۷)، وإذا استجمر احدكم فليستجمر بتو: حدیث شریف کے ان کلمات سے مراد دھونی دینا ہے اور یہی مراد لینا زیادہ مناسب ہے؛ تاکہ حدیث شریف کے کلمات میں تکرار لازم نہ آئے "الظاهر ان المراد بالاستجمار هنا هو التبخر فانه يكون بوضع العود على جمرة النار فيرتفع التكرار وهو اولى" (مرقات ۵/۳۴۷)۔

الفصل الثانی

﴿سواری سے رمی کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۱﴾ وَعَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ عَلٰى نَاقَةٍ صَهْبَاءَ لَيْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَلَيْسَ قِيْلُ اِلَيْكَ اِلَيْكَ. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: ناقة: اونٹنی جمع ناق، صهباء: سرخی مائل سفیدی، صَهِبَ (س) صهباً، الشعر بالوں کا سرخ یا سفید ہونا۔

ترجمه: حضرت قدامہ بن عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے قربانی کے دن جناب نبی کریم ﷺ کو صہبار اونٹنی پر سوار ہوکر رمی کرتے دیکھا ہے، نہ وہاں مارنا تھا نہ ہانکنا اور نہ ہٹو بچو کی آوازیں تھیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سواری پر سے رمی کی جاسکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح یرمی الجمرة يوم النحر على ناقة الخ: رمی سواری پر سے کرنا کیسا ہے؟ اس کی تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے اسی باب کی پہلی حدیث۔

﴿رمی اور سعی ذکر اللہ کے ذرائع ہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ رَمْيُ الْجِمَارِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حل لغات: لاقامة: اَقَامَ (افعال) کھڑا کرنا، ذکر: ذَكَرَ (ن) ذکراً یاد کرنا۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمی جمار اور سعی بین الصفا والمروہ ذکر اللہ کے ذرائع ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ رمی اور سعی بھی درحقیقت ذکر اللہ ہی ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح جعل رمي الجمار والسعي الخ: یہ دونوں ذکر اللہ اس طور پر ہیں کہ ان دونوں امور کو انجام دیتے وقت اللہ کا ذکر اور دعائیں کی جانے کے ساتھ ساتھ ان مقامات میں پیش آمدہ واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہیں اور مناظرِ قدرت آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

﴿منیٰ میں ٹھہرنے کی جگہ متعین کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۳﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ: قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا نَبْنِيْ لَكَ بِنَاءً يُظِلُّكَ بِمِنًى قَالَ لَا مِنًى مُنَاخُ مَنْ

مَبَقَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: بناء: عمارت جمع ابنیة، ظل: سایہ جمع ظلال، مناخ: اونٹ بٹھانے کی جگہ۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے لیے منیٰ میں کوئی عمارت نہ بنوادیں جو آپ کے لیے سایہ کا کام دے، تو آپ نے فرمایا: نہیں! منیٰ میں اس شخص کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو پہلے پہنچے۔

خلاصۂ حدیث منیٰ میں کوئی شخص اپنے لیے ٹھہرنے کی جگہ متعین نہ کرے؛ بلکہ جس کو جہاں جگہ ملے ٹھہر جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح الا نبنی لك بناء یظلك بمنیٰ: یعنی آپ سے یہ درخواست کی کہ اجازت ہو تو آپ کے لیے منیٰ میں کوئی عمارت بنادیں، جو آپ کے لیے سایہ کے کام آئے، قال لا منیٰ مناخ الخ: تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ منیٰ میں جو جہاں پہلے پہنچ جائے وہ جگہ اس کے لیے ہے، کوئی اپنے لیے خاص جگہ متعین نہ کرے۔

الفصل الثالث

﴿جمارات کے پاس وقوف﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۱۴﴾ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ وُقُوْفاً طَوِيْلاً يُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُسَبِّحُهُ وَيَحْمِدُهُ وَيَدْعُوْ اللّٰهَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ. رَوَاهُ مَالِكٌ.

حل لغات: یقف: وَقَفَ (ض) وقوفا ٹھہرنا، الجمرتین: جمرہ کا تثنیہ ہے بمعنی منارہ۔

ترجمہ: حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر پہلے دو مناروں کے پاس دیر تک ٹھہرتے تھے، اللہ کی بڑائی، اس کی تسبیح، اور تحمید بیان کرتے ہوئے دعا کرتے، اور جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے دونوں مناروں پہ رمی کے بعد وہاں ٹھہر کر ذکر اور دعا کرنی چاہیے۔

کلمات حدیث کی تشریح کان یقف عند الجمرتین الاولین الخ: مراد یہ ہے کہ جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ میں رمی کے بعد کچھ دیر تک ٹھہر کر ذکر اور دعا وغیرہ کرے، جس کی مقدار سورہ بقرہ پڑھنے کے برابر ہے "قیل قدر قراء قسورةالبقرة کما رواہ البیھقی من فعل ابن عمر" (مرقات ۳۴۸/۵)، ولا یقف عند جمرۃ العقبة: جمرۂ عقبہ کے پاس اس لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے کہ یہ جناب نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے "ثم یرمی جمرۃ ذات العقبة من بطن الوادی بسبع حصیات یکبر عند کل حصاۃ ولا یقف عندھا ثم ینصرف فیقول ھکذا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعله رواہ البخاری" (مشکوۃ المصابیح/۲۳۴)۔

﴿باب الھدی﴾

الھدی: قربانی کا وہ جانور جو ایام حج میں حرم مکہ معظمہ لے جائے "ھو فی اللغة، والشرع ما یھدی الی الحرم" (درمختار ۳۶/۴)

الفصل الاول

﴿اشعار وتقلید کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۱۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ وَسَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: اشعرھا: اَشْعَرَ (افعال) اپنے لیے خاص علامت مقرر کرنا، صفحة: جانب جمع صَفَحَات، سنام: کوہان جمع اَسْنِمَة، قلدھا: قَلَّدَ (تفعیل) ہار ڈالنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ذی الحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر اپنی اونٹنی منگوا کر اس کے کوہان کے دائیں پہلو کو زخمی کیا، اس کا خون پونچھا اور دو جوتیوں کا ہار ڈالا، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے جب آپ کی اونٹنی مقام بیدار میں آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ نے حج کے لیے تلبیہ کہا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدی کے جانور میں کوئی خاص نشان ہو۔

کلمات حدیث کی تشریح صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ: ذی الحلیفہ اہل مدینہ کی میقات ہے، یہاں آپ نے آ کر ظہر کی نماز پڑھی، ثم دعابناقته فاشعرھا الخ: مراد یہ ہے کہ ہدی بڑا جانور ہو تو اس کو سنت کے مطابق زخمی بھی کرے اور گلے میں ہار ڈال دے؛ تا کہ لوگ اس جانور کی حرمت کا خیال رکھیں اور اس سے تعرض نہ کریں کہ یہ غرباء کا حق ہے "وضرب به صفحة سنامه لیعلم انه ھدی للفقراء" (درمختار ۴/۴۱) ثم رکب راحلته: اوپر والی ناقہ سے مراد وہ اونٹنی ہے، جسے جناب نبی کریم ﷺ نے ہدی ہی کے لیے ساتھ لیا تھا اور یہاں راحلہ سے مراد وہ اونٹنی ہے جسے آپ نے سواری کے لیے لیا تھا، جس کا نام قصواء تھا۔

﴿صرف ھدی بھیجنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۶﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَهْدٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَماً فَقَلَّدَهاَ. متفق علیه.

حل لغات: البیت: گھر جمع بیوت، غنما: بکری جمع ہے شاۃ کی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حرم بکریوں کی ہدی بھیجی تو آپ نے صرف ہار ڈالا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ خود نہ جا کر صرف ہدی بھیجی جا سکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح اھدی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم الخ: مراد یہ ہے کہ دوسرے کے واسطے سے ہدی بھیج سکتے ہیں فقلدھا: حدیث شریف کے الفاظ سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ ہدی کا جانور چھوٹا ہو تو صرف ہار ڈالا جائے، اس کو زخمی نہ کرے "قال الطیبی رحمه اللّٰہ اتفقوا علی انه لا اشعار فی الغنم وتقلیدھا سنة" (مرقات ۵/۳۳۹)۔

﴿دوسرے کی طرف سے قربانی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: بقرة: گائے جمع بقرات، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن جناب نبی کریم ﷺ نے عائشہ کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ذبح رسول اللہ ﷺ الخ: مراد یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی طرف سے بھی قربانی کرے۔

﴿آپ کا بیویوں کی طرف سے قربانی کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: نَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهٖ بَقَرَةً فِیْ حَجَّتِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: بنساء ہ: جمع ہے إمراۃ کی بمعنی عورت، بقرۃ گائے جمع بقرات۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج کے موقع پر اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ موقع ہو تو آدمی اپنے اہل خانہ کی طرف سے بھی قربانی کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح نحر النبی صلی اللہ علیہ وسلّم الخ: اس حدیث شریف میں ہے عن نساءہ اور اس سے پہلی والی حدیث میں ہے عن عائشة؟ ممکن ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک پوری گائے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قربانی کی ہو اور دوسری گائے تمام ازواج مطہرات کی جانب سے "ویحتمل انه ذبح عن عائشة وحدها بقرة وجعل البقرة عن الکل" (مرقات ۳۴۹/۵)۔

﴿ھدی بھیجنے والے کے لیے حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۱۹﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَیْهِ شَیْءٌ کَانَ أُحِلَّ لَهٗ. متفق عَلَیْهِ.

حل لغات: بدن: جمع ہے بدنة کی، وہ گائے یا اونٹ جس کی قربانی حج کے موسم میں مکے میں کی جائے، شیء: چیز جمع اشیاء۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کے بدنے کیلئے اپنے ہاتھ سے پٹے بنائے، پھر آپ نے گلے میں ڈالا، زخمی کیا اور آپ نے روانہ کیا، اس کی وجہ سے آپ پر کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو آپ کے لیے حلال تھی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدی بھیجنے والا محرم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ وہ حلال ہی رہتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح بدن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم الخ: بدن سے مراد بڑے جانور ہیں "والبدن جمع بدنة وھی ناقة او بقرة" (مرقات ۳۵۰/۵) فما حرم علیه شیء کان احل له: مراد یہ ہے کہ ہدی بھیجنے والا محرم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ وہ حلال ہی رہتا ہے "لان باعث الھدی لایصیر محرما فلا یحرم علیه شیء" (مرقات ۳۵۰/۵)۔

﴿دوسرے کے ذریعے سے ھدی بھیجنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۲۰﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ کَانَ عِنْدِیْ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِیْ. متفق علیه.

حل لغات: فتلت: فَتَلَ (ض) فتلا الحبل رسی بٹنا، عھن: اون جمع عھون۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ میں نے اپنے پاس موجود اون کے ہدی کیلئے پٹے بنائے، پھر آپ نے ان کو میرے والد کے ساتھ بھیجا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے دوسرے کی جانب سے ہدی بھیجی جا سکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح فتلت قلائدھا: مراد ہدی کے گلے میں ڈالی جانے والی رسی ہے، ثم بعث بھا مع ابی: مراد یہ ہے کہ ۹ ہجری میں جب حضرت صدیق اکبر کو جناب نبی کریم ﷺ نے حج کے لیے بھیجا تو ان کے ساتھ ہدی کے جانور بھیجے تھے۔

﴿ھدی کی سواری﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۲۱﴾وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَۃً، فَقَالَ: اَرْکَبْھَا، فَقَالَ: اِنَّھَا بَدَنَۃٌ، قَالَ: اَرْکَبْھَا، فَقَالَ: اِنَّھَا بَدَنَۃٌ، قَالَ: اَرْکَبْھَا وَیْلَکَ فِی الثَّانِیَۃِ اَوِ الثَّالِثَۃِ. متفق علیہ.

حل لغات: یسوق: سَاقَ(ن)سوقاً ہانکنا،بدنۃ: وہ گائے یا اونٹ جس کی قربانی حج کے موسم میں مکے میں کی جائے جمع بُدُن۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ ہدی ہانک رہا ہے،تو آپ نے فرمایا:اس پر سوار ہو جاؤ،اس شخص نے کہا:یہ ہدی ہے،آپ نے فرمایا:سوار ہو جاؤ،تو اس نے کہا:یہ ہدی ہے،آپ نے فرمایا:اس پر سوار ہو جاؤ،افسوس ہے تم پر!یہ بات آپ نے دوسری یا تیسری دفعہ میں کہی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت پر ہدی کے جانور کو بطور سواری استعمال کر سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح فقال ارکبھا: مراد یہ ہے کہ ضرورت ہو تو ہدی کے جانور کو بطور سواری استعمال کر سکتے ہیں؛اس لیے کہ حدیث شریف میں مذکور صحابی کے پاس ہدی کے علاوہ دوسرا جانور سواری کے لیے نہ تھا،یہ ایک مجبوری تھی؛اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو ہدی کے جانور پر ہی سوار ہونے کے لیے کہہ دیا"وقال اصحابنا والشافعی رحمہ اللہ لایرکبھا الا عند الحاجۃ حملا للامر المذکور"(مرقات۵/۳۵۱)

﴿ھدی پر سوار ھونے کے لیے ھدایت﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۲۲﴾وَعَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ سُئِلَ عَنْ رُکُوْبِ الْھَدْیِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَرْکَبْھَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَیْھَا حَتّٰی تَجِدَ ظَھْرًا. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الجئت: اَلْجَأَ(افعال) مجبور ہونا،ظھر: پیٹھ جمع ظُھُوْر۔

ترجمہ: حضرت ابو زبیر سے روایت ہے کہ میں نے سنا،جابر بن عبداللہ سے ہدی پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا،اس پر دستور کے مطابق سوار ہو جب تم مجبور ہو،یہاں تک کہ دوسری سواری مل جائے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی دوسری سواری نہ ملے تو ہدی پر سوار ہو سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح ارکبھا بالمعروف: مراد یہ ہے کہ سوار ہونے کا جو طریقہ ہے اس کے مطابق ہی سوار ہونا چاہیے،ایسا نہ ہو کہ ہدی کو نقصان پہنچ جائے۔اذا الجئت الیھا الخ: مراد یہ ہے کہ مجبور ہو اور دوسری سواری کا انتظام نہ ہو تو ہدی پر ہی سوار ہو جائے؛البتہ جب دوسری سواری کا نظم ہو جائے تو ہدی پر سوار ہونا مناسب نہیں۔

﴿قریب المرگ ھدی کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۲۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ عَشَرَ بَدَنَۃً مَعَ رَجُلٍ وَاَمَّرَہُ فِیْھَا فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ اَصْنَعُ بِمَا اُبْدِعَ عَلَیَّ مِنْھَا؟ قَالَ: اِنْحَرْھَا، ثُمَّ اصْبَغْ نَعْلَیْھَا فِیْ دَمِھَا، ثُمَّ اجْعَلْھَا عَلٰی صَفْحَتِھَا وَلَا تَاْکُلْ مِنْھَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ رُفْقَتِکَ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: ابدع: بَدَعَ(ف)بدعاً بغیر نمونہ کے کوئی کام کرنا،اصبغ: صَبَغَ(ن ف)صَبغاً رنگنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو محافظ بنا کر اس کے ساتھ سولہ اونٹ مکہ بھیجے،تو اس شخص نے کہا:یارسول اللہ! ان میں سے جو چل نہ سکے میں اس کو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا:اس کو ذبح کر کے دونوں جوتیاں

رنگ کر اس کے کوہان کے کنارے پھیر دینا، اور اس کا گوشت تم اور قافلے والے میں کوئی نہ کھائے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہدی مکہ نہ پہنچ سکے اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح ستة عشر بدنة مع رجل: اس شخص کا نام ناجیہ اسلمی تھا "ای ناجیة الاسلمی" (مرقات ۳۵۱/۵) کیف اصنع بما ابدع علی منها: مراد یہ ہے کہ ہدی جب کمزور ہو جائے اور چل نہ سکے تو کیا کیا جائے؟ قال انحرها ثم اصبغ نعليها في دمها الخ: اسمیں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ یہ ہدی ہے، مالدار لوگ کھانے سے پرہیز کریں، ولا تاكل منها انت الخ: محافظ اور قافلے والے کو اس لیے کھانے سے منع کر دیا تا کہ یہ لوگ خود ہدی کی موت کا بہانہ بنا کر ذبح کر کے کھانہ بیٹھیں "وانما منعوا ذالك قطعاً لا طماعهم لئلا ينحر ها احد ويتعلل بالعطب" (مرقات ۳۵۲/۵)

﴿ھدی میں حصے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۲۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: البدنة: وہ گائے یا اونٹ جس کی قربانی حج کے موسم میں مکے میں کی جائے جمع بُدُن، البقرة: گائے جمع بقرات۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال سات سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور گائے ذبح کیے۔

خلاصۂ حدیث جس طرح بڑے جانور کی قربانی میں کئی آدمی کی شرکت کی گنجائش ہے ایسے ہی ہدی میں بھی کئی آدمی شریک ہو سکتے ہیں

کلمات حدیث کی تشریح البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة: اس حدیث شریف میں بقر کو بدنہ سے الگ بیان کیا گیا ہے، جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بدنہ میں بقر شامل نہیں ہے، لیکن غالب استعمال یہی ہے کہ بدنہ میں بقر بھی شامل ہے، اس حدیث شریف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بڑے جانور کی ہدی میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، یہی جمہور کا مسلک ہے "وفيه دليل لمذهبنا كا كثر اهل العلم انه يجوز اشتراك السبعة في البدنة او البقرة إذ كان كلهم متقربين" (مرقات ۳۵۳/۵)۔

﴿نحر کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۲۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اَتَى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: اِبْعَثْهَا قِيَاماً مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: اناخ: اَنَاخَ (افعال) البعير اونٹ کو بٹھانا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اونٹ کو نحر کے لیے بٹھائے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اس کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا چھوڑ دو یہی جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑے کھڑے نحر کیا جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح قد اناخ بدنة ينحرها: اس آدمی کو جانکاری نہ رہی ہو اور دوسرے جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنے کے طریقے کے مطابق اپنے اونٹ کو نحر کرنے کیلئے بٹھایا ہو، قال ابعثها قياماً الخ: حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما نے دیکھا کہ اونٹ کو بٹھا کرنحر کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا چھوڑ دو اور نحر کرو، یہی سنت طریقہ ہے۔

﴿ھدی کے بارے میں ھدایت﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۲۶﴾وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهِ وَاَنْ اَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا وَجُلُوْدِهَا وَاَجِلَّتِهَا وَاَنْ لَا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا، قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: لحم: گوشت جمع لُحُوم، جلود: جمع جلد کی بمعنی کھال، اجلتها: جمع ہے جل کی بمعنی جھول۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ آپ کے اونٹوں کی خبر گیری کروں، ان کے گوشت، کھال، اور جھول صدقہ کروں اور یہ کہ انمیں سے قصائی کو کچھ نہ دوں، حضرت علی نے کہا: قصائی کو ہم اپنے پاس سے دیتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہدایت کے مطابق قربانی کے جانور کے ساتھ معاملہ ہونا چاہیے؛ تا کہ خلاف شرع امور لازم نہ آئے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان اقوم علی بدنه الخ: ان کو نگراں اس لیے بنایا تھا تا کہ خرد برد نہ ہو کر صحیح مصرف میں خرچ ہو، وان لااعطی الجزاء: یعنی قصائی کو اجرت میں گوشت وغیرہ نہ دے؛ بلکہ الگ سے اجرت دے، قال نحن نعطیه من عندنا: قال کے فاعل حضرت علی بھی ہو سکتے ہیں اور جناب نبی کریم ﷺ بھی "ای علی او النبی صلی الله علیه وسلم وهو الاظهر" (مرقات۵/۳۵۴)۔

﴿ھدی کے گوشت کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۲۷﴾وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَرَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: لحوم: جمع لحم کی بمعنی گوشت، رخص: رَخَّصَ (تفعیل) رخصت دینا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر جناب نبی کریم ﷺ نے رخصت دیتے ہوئے فرمایا: کھاؤ اور جمع کرو؛ چناں چہ ہم نے کھانا اور جمع کرنا شروع کیا۔

خلاصۂ حدیث قربانی اور ہدی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھا بھی سکتے ہیں اور جمع کر کے رکھ بھی سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح کنا لاناکل من لحوم بدننا ثلاث: اسلام کے ابتدائی دور میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک نہ کھانے کی اجازت تھی اور نہ ہی جمع کر کے رکھنے کی گنجائش تھی؛ اسلئے حضرات صحابۂ کرام تین دن کے اندر اندر ہی گوشت کو ختم کر دیا کرتے تھے، فرخص لنا الخ: مراد یہ ہے کہ اب قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ دنوں تک کھا بھی سکتے ہیں اور جمع کر کے رکھ بھی سکتے ہیں۔

فائدہ: ہدی کے یہ تین طرح کے جانور ہیں (۱) ھدی تطوع جب حرم پہنچ جائے (۲) ھدی المتعة (۳) ھدی قران، مہدی کے لیے انکا گوشت کھانا اور مطلقاً دوسروں کو کھلانا درست ہے، باقی انکے علاوہ ہدی کے جتنے جانور ہیں، انکا گوشت خود مہدی نہیں کھا سکتا، بلکہ غریبوں میں تقسیم کردے "ويجوز كله بل يندب كالا ضحية من هدى التطوع إذا بلغ الحرم والمتعته والقران فقط ولو اكل من غيرها اى غير هذه الثلاثة من بقية الهدايا كدماء الكفارات كلها والنذور وهدى الاحصاء والتطوع الذى لم يبلغ الحرم وكذا لو اطعم اغنياً افاده فى البحر ضمن ما اكل اى ضمن قيمته" (ردالمحتار ۴/۳۹)

الفصل الثانی

﴿هدی کے ذریعے دشمن کو تکلیف پہنچانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۲۸﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْدٰی عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ فِیْ هَدَا یَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَلاً کَانَ لِاَبِیْ جَهْلٍ فِیْ رَأْسِهٖ بُرَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَفِیْ رِوَایَةٍ مِّنْ ذَهَبٍ یَغِیْظُ بِذَالِكَ الْمُشْرِکِیْنَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حل لغات: جمل: اونٹ جمع جِمَال، برة: حلقہ جمع بُرَات، بَرَا (ن) بَرْواً اونٹنی کی ناک میں حلقہ ڈالنا، یغیظ: غَاظَ (ض) غَیْظاً غصہ دلانا

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے سال اپنے ہدایا میں ابو جہل کا اونٹ بھی بھیجا تھا؛ جس کے سر میں چاندی کا حلقہ تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ سونے کا تھا، جس سے مشرکین کو غصہ دلانا تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ غنیمت میں ملے ہوئے اونٹ کو ہدی میں لے جاسکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح اهدى عام الحديبية: یعنی صلح حدیبیہ کے سال جناب نبی کریم ﷺ عمرہ کے ارادے سے نکلے تو آپ کیساتھ ہدی بھی تھی، انمیں ایک ابو جہل کا اونٹ بھی تھا، جو جنگ بدر میں بطور غنیمت کے آپ کو ہاتھ آیا تھا، یغیظ بذالك المشركين: یہ اونٹ اس لیے لیا تھا تاکہ مشرکین کو اسلام کی نصرت اور مشرکین کی شکست کا انہیں عار دلایا جاسکے۔

﴿بیمار ھدی کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۲۹﴾ وَعَنْ نَاجِیَةَ الْخُزَاعِیِّ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! کَیْفَ اَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْبُدْنِ؟ قَالَ: اَنْحَرْهَا، ثُمَّ اَغْمِسْ نَعْلَهَا فِیْ دَمِهَا، ثُمَّ خَلِّ بَیْنَ النَّاسِ وَبَیْنَهَا فَیَأْکُلُوْنَهَا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ نَاجِیَةَ الْاَسْلَمِیِّ.

حل لغات: عطب: عَطِبَ (س) عَطَباً تھکنا، البُدْن: جمع ہے بُدْنَة کی وہ گائے یا اونٹ جسکی قربانی حج کے موسم میں مکے میں کی جائے

ترجمہ: حضرت ناجیہ خزاعیؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! جو ہدی تھک جائے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کرکے اس کی جوتی کو اس کے خون میں رنگ دینا، پھر اس جانور کو لوگوں کے درمیان چھوڑ دینا تاکہ لوگ اس کو کھالیں۔

خلاصۂ حدیث ہدی کا جو جانور چلنے سے عاجز ہو جائے، اس کو ذبح کرکے غریبوں کو کھلا دیا جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح کیف اصنع بما عطب من البدن: جناب نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ان صحابی کو یہی ہدی کا نگراں بنا کر بھیجا تو انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی اونٹ زیادہ تھک جائے اور وہ حرم تک جانے سے عاجز ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ قال انحرها الخ: آپ نے یہ بتایا کہ ایسے جانور کو ذبح کرکے اس کی گردن میں پڑی جوتیوں کو رنگ دینا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ہدی کے جانور کا گوشت ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں؛ یعنی اغنیاء اس کا گوشت کھانے سے پرہیز کریں، ثم خل بين الناس وبينها فيأكلونها: یعنی اس جانور کو ذبح کرکے عام لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دیا جائے، نہ خود کھائے اور نہ قافلے والے کو کھانے دے اور نہ ہی کوئی مالدار اس کے گوشت سے فائدہ اٹھائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "قریب الرگ ہدی کا حکم"۔

﴿قربانی کے گوشت کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۰﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَعْظَمَ الْاَیَّامِ عِنْدَ

اللّٰہِ یَوْمُ النَّحْرِ، ثُمَّ یَوْمُ القَرِّ قَالَ: ثَوْرٌ وَھُوَ الْیَوْمُ الثَّانِیْ، قَالَ: وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْسِتٌّ، فَطَفِقْنَ یَزْدَلِفْنَ اِلَیْہِ بِاَیَّتِھِنَّ یَبْدَأُ قَالَ، فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوْبُھَا،قَالَ: فَتَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ خَفِیَّۃٍ لَمْ اَفْھَمْھَا ، فَقُلْتُ: مَا قَالَ، قَالَ: قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ .رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَذَکَرَ حَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ فِیْ بَابِ الْاُضْحِیَّۃِ.

حل لغات: القر: قَرَّ(ن ض)قَرًّا ٹھنڈا ہونا،طفقن:طَفِقَ(س) طَفْقاً شروع کرنا، یزدلفن: زَلِفَ(س)زَلْفاً، اِزْدَلَفَ (افتعال) آگے ہونا،قریب ہونا۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے بڑا دن قربانی کا دن ہے، پھر قر کا دن ہے،ثور کہتے ہیں وہ قربانی کا دوسرا دن ہے،عبداللہ نے کہا: جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانچ یا چھ اونٹ لائے گئے تو اونٹوں نے آپ کے نزدیک آنا شروع کر دیا تاکہ آپ جس سے چاہیں شروع کریں،عبداللہ نے کہا کہ جب اونٹ پہلو کے بل گر گئے تو آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا جسے میں نہیں سمجھ سکا،تو میں نے کہا: آپ نے کیا فرمایا؟اس نے کہا: آپ نے فرمایا: جو چاہے گوشت لے جائے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ نفلی ہدی کا گوشت ہر آدمی کھا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **ان اعظم الایام عند الله الخ:** سے مراد یہ ہے کہ قربانی کا دن ان دنوں میں سے ایک دن ہے جو افضل اور بزرگ ترین دن ہے، یہ مراد اس لیے لی گئی ہے کہ دوسری احادیث میں (ذی الحجہ کے) عشرہ کو تمام دنوں کے مقابلہ میں افضل کہا گیا ہے؛ لہذا اس اعتبار سے کہ عشرۂ ذی الحجہ افضل ہے،ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (جو قربانی کا دن ہے) بھی افضل ہے؛ کیونکہ یہ دن بھی عشرۂ ذی الحجہ میں شامل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جس طرح احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام دنوں میں افضل ترین عشرۂ ذی الحجہ ہے؛اسی طرح یہ بات بھی احادیث ہی سے ثابت ہے کہ رمضان کا آخر عشرہ افضل ترین ہے،تو اس تضاد کو یوں رفع کیا جائے کہ ان احادیث کو کہ جن سے عشرۂ ذی الحجہ کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اشہر حرم کے ساتھ مقید کیا جائے؛ یعنی یہ کہا جائے کہ اشہر حرم کے دنوں میں افضل ترین ایام عشرۂ ذی الحجہ ہے؛لہذا حاصل یہ نکلے گا کہ عشرۂ ذی الحجہ حرام مہینوں میں افضل ہے،اور عشرۂ رمضان مطلق طور پر تمام دنوں میں افضل ہے، مذکورہ بالا تضاد کو دور کرنے کے لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ افضلیت باعتبار حیثیت کے مختلف ہے؛ یعنی چونکہ رمضان میں روزے رکھے جاتے ہیں،اس ماہ مقدس میں عبادت کا ثواب بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے آخر عشرہ میں اعتکاف ہوتا ہے،اس اعتبار سے تو رمضان کا آخر عشرہ افضل ہے،اور چونکہ عشرۂ ذی الحجہ میں حج کے افعال ادا ہوتے ہیں اور قربانی کی جاتی ہے اس اعتبار سے یہ افضل ہے" **وقرب لرسول الله صلى الله عليه وسلم:** یعنی جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانچ چھ اونٹ پیش کیے گئے تو ان میں سے ہر اونٹ یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے دست اقدس سے پہلے ذبح کیا جاؤں، ہر اونٹ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، یہ جناب نبی کریم ﷺ کا ایک معجزہ ہے "**وهذا من معجزاته عليه الصلاة والسلام**"(مرقات ۵/۳۵۶)، **فلما وجبت جنوبها الخ:** مراد یہ ہے کہ جب اونٹ ذبح ہو گئے تو آپ نے گوشت لے جانے کی عام اجازت دے دی، **فقلت ما قال الخ:** یہاں تین قال ہیں، پہلے اور تیسرے قال کے فاعل جناب نبی کریم ﷺ کی ذات عالی مرتبت ہے اور بیچ والے قال کے فاعل وہ صحابی ہیں جن سے عبداللہ بن قرط نے پوچھا تھا کہ جناب نبی ﷺ نے آہستہ سے کیا فرمایا۔

الفصل الثالث

﴿ھدی کا گوشت﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۳۱﴾عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَفِيْ بَيْتِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِيَ؟ قَالَ: كُلُوْا وَاَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جُهْدٌ فَاَرَدْتُ اَنْ تُعِيْنُوْا فِيْهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: ضحی: ضحّی (تفعیل) ذبح کرنا، قربانی کرنا، بیتہ: گھر جمع بیوت، جھَدَ (ف) جَھدًا بہت کوشش کرنا. تعینوا: اَعَانَ (افعال) مدد کرنا۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو قربانی کرے، تو تیسرے دن کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کا کچھ گوشت موجود ہو، جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اس سال ویسا ہی کریں جیسا پچھلے سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: کھاؤ کھلاؤ اور جمع کرو؛ اس لیے کہ لوگ اُس سال بھوک میں مبتلا تھے تو میں نے چاہا کہ تم لوگ ان کی مدد کرو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے ساتھ آدمی جیسا چاہے معاملہ کرے؛ خود کھائے، دوسروں کو کھلائے اور اگر چاہے تو جمع کر کے رکھ بھی سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **من ضحی منکم:** مراد قربانی کرنا ہے، **فلا یصبحن بعد ثلاثۃ الخ:** مراد یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہ رکھے نہ استعمال کرے، اُس سال کا واقعہ ہے کہ جس سال بہت سخت قحط پڑا تھا، اور مدینہ منورہ اہل بادیہ سے بھر گیا تھا؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کا گوشت زیادہ دنوں تک کھانے اور رکھنے سے منع کر دیا تھا؛ تاکہ باہر سے آئے ہوئے جو لوگ مدینے میں ہیں ان کو بھی گوشت مل جائے "**لا جل القحط الشدید الذی وقع فیہ حتی امتلأت المدینۃ من اھل البادیۃ**" (مرقات ۵/ ۳۵۷)، **فلما کان العام المقبل الخ:** یعنی جب آئندہ سال آیا تو حضرات صحابۂ کرام نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! اس سال کیا حکم ہے؟ کیا پچھلے سال کی طرح اس سال بھی تین دن کے اندر اندر گوشت تقسیم کر کے ختم کر دیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! کھاؤ کھلاؤ اور چاہو تو جمع بھی کرلو، اب وہ حالات نہیں رہے؛ اس لیے تین دن کے اندر اندر قربانی کا گوشت ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔

﴿ھدی کا گوشت تقسیم کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۳۲﴾وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِهَا اَنْ تَاْكُلُوْهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ جَاءَ اللّٰهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوْا وَادَّخِرُوْا وَاتَّجِرُوْا اَلَا وَاِنَّ هٰذِهِ الْاَيَّامَ اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: لحومھا: جمع ہے لَحم بمعنی گوشت، ایام: جمع ہے یوم کی بمعنی دن۔

ترجمہ: حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا تاکہ سب کو کافی ہو، اب اللہ نے وسعت دی؛ اس لیے کھاؤ، جمع کرو اور اجر کماؤ، غور سے سنو! یہ ایام کھانے پینے اور

ذکر اللہ کے دن ہیں۔

خلاصۂ حدیث قربانی کا گوشت کھانے اور جمع کرنے کے علاوہ تقسیم بھی کرے تاکہ دوگنا اجر پائے۔

کلمات حدیث کی تشریح انا کنا نھیناکم عن لحومھا الخ: مراد یہ ہے کہ کسی وقتی ضرورت پر ایک مرتبہ تین دن سے زیادہ رکھ کر کھانے سے منع کردیا تھا، اب وہ ضرورت باقی نہیں رہی؛ اسلئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھ کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، واتجروا: مراد یہ ہے کہ دوسروں کو دیکر نیکی کمائی جائے تجارت مراد نہیں ہے"ای اطلبوا الاجر بالتصدق ولیس من التجارۃ" (مرقات ۵/۳۵۷)، وان ھذہ الایام ایام اکل وشرب الخ: مراد یہ ہے کہ منیٰ کے یہ چار دن جنہیں ایام تشریق کہا جاتا ہے، ان ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے، اسلئے روزہ نہ رکھے، بلکہ کھائے پیئے اور ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

باب الحلق

﴿سر منڈانے کا بیان﴾

الفصل الاول

﴿سر منڈانا افضل ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَہٗ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَاُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ وَقَصَّرَ بَعْضُھُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حل لغات: حلق: حَلَقَ (ض) الرأس منڈانا، اناس: جمع ہے ناس کی بمعنی آدمی۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اور اکثر صحابہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈائے اور کچھ ہی نے قصر کرایا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سر منڈانا افضل ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح حلق رأسہ فی حجۃ الوداع الخ: مراد یہ ہے کہ سر منڈانا افضل ہے، یہی وجہ ہے کہ بشمول جناب نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابۂ کرام نے سر منڈایا تھا "وحلقہ افضل، ای ھو مسنون" (ردمحتار ۳/۵۳۵) وقصر بعضھم: مراد یہ ہے کہ کوئی حلق کے بجائے قصر کرانا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

﴿آپ کا قصر کرانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ لِیْ مُعَاوِیَۃُ: اِنِّیْ قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَۃِ بِمِشْقَصٍ. متفقٌ علیہِ.

حل لغات: قصرت: قَصَرَ (ن) قصوراً ناقص ہونا، قَصَّرَ (تفعیل) الشیٔ چھوٹا کرنا، مشقص: چوڑے پھل کا تیر جمع مشاقص۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے مشقص سے مروہ کے پاس جناب نبی کریم ﷺ کے سر کے بال چھوٹے کیے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم حلق کے بجائے قصر بھی کراسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح انی قصرت من رأس النبی الخ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جناب نبی کریم ﷺ کے بال قصر کرنے کا تعلق حج سے نہیں؛ بلکہ کسی عمرے سے ہے؛ اس لیے اس حدیث شریف میں عندالمروۃ کی

قید موجود ہے، اگر حج کے موقع پر آپ کے بال قصر کرتے تو عند المنیٰ ہوتا، اس حدیث شریف کے ذیل میں بعض لوگوں نے یہ بحث چھیڑ دی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کب قبول کیا؟ اللہ نے جب ان کو توفیق دی اسلام قبول کیا، بال تراشنے سے پہلے ہو یا بعد میں، اس لیے کہ تراشنے کے لیے مسلمان ہونا تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

﴿سر منڈانے والے کے لیے دعا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ: اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ، قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِیْنَ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ، قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِیْنَ یارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِیْنَ. متفق علیہ.

حل لغات: المحلقین: حَلَقَ (ض) الراس مونڈنا، المقصرین: قَصَّرَ (تفعیل) الشیء چھوٹا کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دعا کی ''اے اللہ! تو سر منڈانے والوں پر رحم فرما'' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور کتروانے والے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو سر منڈانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور کتروانے والے، تو آپ نے فرمایا اور کتروانے والے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سر منڈانا چوں کہ افضل ہے؛ اس لیے آپ نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی۔

کلمات حدیث کی تشریح اللھم ارحم المحلقین الخ: سر منڈانے والوں نے چوں کہ افضل پر عمل کیا؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کے لیے دعائے رحمت کی ''حیث عملوا بالافضل'' (مرقات ۵/۳۵۹)

قال والمقصرین: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے توجہ دلانے پر تیسری مرتبہ بال ترشوانے والوں کے لیے دعا کی۔

﴿قصر سے حلق افضل ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۶﴾ وَعَنْ یَحْيَ بْنِ الْحُصَیْنِ عَنْ جَدَّتِہٖ اَنَّھَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِیْنَ ثَلَاثاً وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ مَرَّۃً وَاحِدَۃً. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: المحلقین: حَلَقَ (ض) حلقاً الراس مونڈنا، المقصرین: قَصَّرَ (تفعیل) الشیء چھوٹا کرنا۔

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن حصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں محلقین کے لیے تین مرتبہ دعا کرتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا اور کتروانے کے لیے ایک مرتبہ۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سر منڈانا افضل ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح دعا للمحلقین ثلاثاً: اس حدیث شریف میں ہے کہ سر منڈانے والوں کے لیے جناب نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ دعا کی، اور اس سے پہلے والی روایت میں ہے کہ دو مرتبہ، اس بارے میں شراح حدیث یہ لکھتے ہیں کہ جس راوی نے جیسا سنا ویسا ہی نقل کر دیا ہے ''یحتمل کلام کل راو علی ما سمع بہ'' (مرقات ۵/۳۶۰)۔

﴿سر منڈانے کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۷﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی مِنًی، فَاَتَی الْجَمْرَۃَ، فَرَمَاھَا، ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہٗ بِمِنًی وَنَحَرَ نُسُکَہٗ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّہُ الْاَیْمَنَ، فَحَلَقَہٗ، ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیَّ، فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ، ثُمَّ نَاوَلَ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ، فَقَالَ: اِحْلِقْ فَحَلَقَہٗ، فَاَعْطَاہُ اَبَا طَلْحَۃَ، فَقَالَ:

اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: نسكه: سین پر زبر اور پیش دونوں پڑھے جاتے ہیں جمع ہے نسکۃ کی بمعنی ذبیحہ، شقه: جانب، کنارہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ منیٰ میں آنے کے بعد جمرۂ عقبہ کے پاس تشریف لے جا کر کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ میں اپنی قیام گاہ تشریف لائے اور ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا، پھر آپ نے حلاق کو بلا کر اپنے سر کا دایاں حصہ اس کے سامنے کر دیا؛ چناں چہ اس نے آپ کا سر مونڈا، پھر ابوطلحہ انصاری کو بلا کر ان کو وہ بال دے دیے، پھر آپ نے اپنے سر کا بایاں حصہ اس کے سامنے کر کے فرمایا مونڈو، چناں چہ اس نے مونڈے، تو آپ نے وہ بال ابوطلحہ کو دے کر فرمایا یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی سر منڈائے تو دائیں جانب سے شروع کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح اتی منیٰ فاتی الجمرة الخ: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے منیٰ آ کر جمرۂ عقبہ پہ رمی کی، اتی منزله بمنیٰ الخ: مراد یہ ہے کہ رمی کے بعد آپ نے قربانی کی" ثم دعابالحلاق الخ: مراد یہ ہے کہ قربانی کے بعد آپ نے معمر بن عبد اللہ نامی حلاق کو بلا کر پہلے سر کے دائیں حصے اور بعد میں بائیں حصے کے بال منڈوا کر امت میں تقسیم کرا دیا

﴿حلق کے بعد خوشبو لگانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۸﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: طيب: خوشبو جمع اَطیاب، مِسْكٌ: کستوری جمع مِسَك۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی، اور قربانی کے دن خانۂ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ایسی خوشبو جس میں کستوری تھی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی سر منڈا کر خوشبو بھی لگا لے، یہ آپ کا طریقہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قبل ان یحرم: احرام سے مراد حج وعمرہ دونوں کا احرام ہے؛ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج وعمرہ یا دونوں کا احرام باندھنے سے پہلے آپ کو خوشبو لگاتی تھیں، ویوم النحر الخ: یعنی جناب نبی کریم ﷺ قربانی اور حلق سے فارغ ہو کر غسل فرماتے، اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کو خوشبو لگاتی تھیں، بطیب فیه مسك: مراد یہ ہے کہ وہ خوشبو بڑی اچھی اور شاندار ہوا کرتی تھی۔

﴿نحر کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۳۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: افاض: اَفَاضَ (افعال) القوم منتشر ہونا، جانا، يَوْمٌ: دن جمع اَيَّامٌ۔

ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ قربانی کے دن مکہ مکرمہ تشریف لائے اور لوٹ کر آپ نے منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

خلاصۂ حدیث قربانی کے ایام میں جہاں موقع ہو وہیں ظہر کی نماز پڑھ لے منیٰ میں پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح افاض یوم النحر: قربانی کے تین دن ہوتے ہیں، ان ایام میں جناب نبی کریم ﷺ منیٰ سے مکہ مکرمہ متعدد بار گئے تھے، ان میں سے یہاں ایک سفر مراد ہے، رجع فصلی الظهر بمنی: اس حدیث شریف میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی اور "باب قصة حجة الوداع" میں ہے "فافاض ا لبیت فصلی بمكة الظهر" یعنی آپ نے ظہر کی نماز مکے میں پڑھی۔ ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ قربانی کے ایام میں منیٰ سے مکہ مکرمہ جناب نبی کریم ﷺ کا صرف ایک ہی سفر نہیں ہوا تھا؛ بلکہ قربانی کے ان ایام میں جناب نبی کریم ﷺ کے متعدد اسفار ثابت ہیں؛ اس لیے کہ کسی روایت میں ہے کہ آپ نے طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور ظہر کی نماز مکہ مکرمہ ہی میں پڑھی، کسی میں ہے کہ آپ مکہ مکرمہ آئے اور ظہر تک واپس جا کر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی اور کسی روایت میں ہے کہ آپ نے رات کو بھی منیٰ سے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا تھا "انه علیه الصلاة والسلام زار مع نساءه لیلاً" (مرقات ۵/۳۶۲)۔ یہ مختلف الفاظ اور متعدد کام بتا رہے ہیں کہ آپ کا منیٰ سے مکہ مکرمہ کا سفر ایک بار نہیں؛ بلکہ کئی بار کا ہے، اس دوران آپ کو ظہر کی نماز جہاں پڑھنے کا موقع ملا وہیں پڑھ لی "روی انه کان یزور البیت فی کل یوم ایام النحر فلیحمل علی یوم آخر" (مرقات ۵/۳۶۲)۔

الفصل الثانی

﴿عورت کا سر منڈانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۰﴾ عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ قَالَا: نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: تحلق: حَلَقَ (ض) حلقاً الراس منڈانا، المراۃ: عورت جمع نساء.

ترجمہ: حضرت علی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت اپنا سر نہ منڈائے۔

کلمات حدیث کی تشریح نهی رسول الله صلی الله علیه وسلّم الخ: مراد یہ ہے کہ عورت اپنا سر نہ منڈائے؛ اس لیے کہ عورتوں کے لیے سر منڈانا مکروہ تحریمی ہے "ویکره للمرأة لانه مثلة فی حقها" (ردمختار ۳/۵۳۵)

﴿عورت بال کتروائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، اِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: النساء: جمع ہے امراۃ کی بمعنی عورت، الحلق: حَلَقَ (ض) حلقاً الراس منڈانا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کے لیے سر منڈانا نہیں ہے؛ بلکہ ان کے لیے کتروانا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح لیس علی النساء الحلق: مردوں کی طرح حلال ہونے کے لیے عورتوں کو سر منڈانا واجب نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے ممنوع ہونے کی بنیاد پر مکروہ ہے، انما علی النساء التقصیر: مراد یہ ہے کہ عورت حلال ہونے کیلیے اپنے تھوڑے سے بال ایک انگلی کے بقدر کتروالے "وعندنا التقصیر هو ان یاخذ من رؤس شعر راسه مقدار انملة رجلا کان او امرأة" (مرقات ۵/۳۶۲)۔

باب

﴿اس پر تنوین پڑھیں گے، یہ خیال رہے کہ یہ باب ترجمے سے خالی ہے۔﴾

الفصل الاول

﴿افعال حج میں تقدیم وتاخیر﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۴۲﴾عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ بِمِنیٰ لِلنَّاسِ یَسْأَلُوْنَہٗ، فَجَاءَ ہٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ، فَقَالَ :اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ، فَجَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: لَمْ اَشْعُرْ، فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ، فَقَالَ: اِرْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ شَیْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّاقَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: اَتَاہُ رَجُلٌ، فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ، قَالَ: اِرْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاہُ آخَرُ، فَقَالَ: اَفَضْتُ اِلَی الْبَیْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ، قَالَ: اِرْمِ وَلَا حَرَجَ.

حل لغات: رجل: آدمی جمع رِجَالٌ، حرج: گناہ حَرِجَ (س) حَرَجاً الرجل گناہ گار ہونا، افضت: اَفَاضَ (افعال) القوم جانا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں ٹھہرے تا کہ لوگ ان سے پوچھ لیں، چناں چہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے ناسمجھی میں قربانی سے پہلے حلق کرالیا، آپ نے فرمایا: اب ذبح کرو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرے نے آکر کہا: میں نے ناسمجھی میں رمی سے پہلے قربانی کرلی، آپ نے فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے؛ یعنی جناب نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ نادانی میں افعال حج کے اندر تقدیم وتاخیر واقع ہوجائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وقف فی حجة الوداع بمنیٰ للناس یسألونه: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابۂ کرام کو یہ موقع دیا کہ افعال حج کی ادائیگی میں کسی سے کوئی گڑبڑی ہوگئی ہے، تو وہ مجھ سے پوچھ کر مسئلہ حل کرلے، فجاء رجل فقال لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح الخ: یہاں حرج سے مراد گناہ ہے؛ یعنی لاعلمی میں ایک واجب چھوٹ گیا ہے اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دم واجب نہ ہوگا، دم تو واجب ہوگا؛ البتہ گناہ نہ ہوگا؛ اس لیے حرج کے معنی گناہ کے آتے ہیں نہ کہ دم کے "ای لا الم علیك ولا یلزم منه عدم الفدیة" (مرقات ۳۶۲/۵)، الا قال افعل ولا حرج: حدیث شریف کے ان کلمات کی بنیاد پر حضرات شوافع اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ منیٰ کے دن یہ چار کام (۱) جمرۂ عقبہ کی رمی (۲) ذبح (۳) حلق (۴) طواف افاضہ میں ترتیب سنت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان حضرات صحابہ پر دم واجب نہیں کی جن سے ان افعال کی ترتیب میں گڑبڑی ہوگئی تھی "فقیل هذا الترتیب سنة وبه قال الشافعی واحمد واسحاق لهذا الحدیث فلا یتعلق بترکه دم" (مرقات ۳۶۳/۵)۔

لیکن حضرات علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت بشمول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہم الرحمہ کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا چاروں امور میں ترتیب واجب ہے، ان کی ترتیب میں گڑبڑی واقع ہوجائے تو دم لازم آئے گا، جس کی صراحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں ہے، جن کے کلمات اس حدیث شریف سے ملتے جلتے ہیں "وقال ابن جبیر انه واجب والیه ذهب جماعة من العلماء وبه قال ابو حنیفة ومالك............ویدل علی هذا ان ابن عباس روی مثل هذا الحدیث واوجب

الدم" (مرقات ۳۶۳/۵)۔

جواب: حضرات جمہور کی طرف سے حدیث باب کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں "لا حرج" سے مراد یہ ہے کہ چوں کہ وہ غلطی لاعلمی میں ہوئی تھی؛ اس لیے گناہ تو نہ ہوگا؛ اس لیے کہ حرج کے معنی گناہ ہی کے آتے ہیں؛ البتہ دم لازم ہوگا؛ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے واضح ہے "واولوا قوله ولا حرج علی دفع الاثم لجهله دون الفدية" (مرقات ۳۶۳/۵)۔

﴿حج میں چھوٹی موٹی غلطیوں کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنٰى، فَيَقُوْلُ: لَا حَرَجَ فَسَئَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَمَا اَمْسَيْتُ، فَقَالَ: لَاحَرَجَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: امسیت: اَمْسیٰ (افعال) شام میں داخل ہونا، حرج: گناہ، حَرِجَ، حَرَجاً الرجل گناہ گار ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قربانی کے دن منیٰ میں جناب نبی کریم ﷺ سے مسائل پوچھے جا رہے تھے، تو آپ فرما رہے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے؛ چناں چہ ایک آدمی نے پوچھتے ہوئے کہا: میں نے شام کے بعد رمی کی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج میں چھوٹی موٹی غلطیاں ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح دوسرے ائمہ کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے دن کنکریاں مارنے میں اتنی تاخیر کرے کہ آفتاب غروب ہو جائے تو اس پر دم واجب ہوگا، چناں چہ ان کے نزدیک حدیث میں "شام کے بعد" سے مراد بعد عصر ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس بارے میں تفصیل ہے، اور وہ یہ کہ دسویں ذی الحجہ کو طلوع فجر کے بعد (اور طلوع آفتاب سے پہلے) کا وقت کنکریاں مارنے کے لیے وقت جواز ہے مگر اساءۃ کے ساتھ؛ یعنی اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد ہی کنکریاں مارے تو یہ جائز ہو جائے گا مگر یہ اچھا نہیں ہوگا، طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک کا وقت وقت مسنون ہے، زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت، وقت جواز ہے مگر بغیر اساءۃ کے؛ یعنی اگر کوئی شخص زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک کے کسی حصہ میں کنکریاں مارے تو یہ جائز بھی ہوگا اور اس کے بارے میں یہ بھی نہیں کہیں گے کہ اس نے اچھا نہیں کیا، البتہ "وقتِ مسنون" کی سعادت اسے حاصل نہیں ہوگی، اور غروب آفتاب کے بعد یعنی رات کا وقت وقتِ جواز ہے مگر کراہت کے ساتھ؛ مگر اتنی بات ذہن میں رہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص بلا عذر اتنی تاخیر کرے کہ آفتاب بھی غروب ہو جائے اور پھر وہ رات میں کنکریاں مارے؛ چناں چہ اگر چرواہے یا ان کے مانند وہ لوگ جو کسی عذر کی بنا پر رات ہی میں کنکریاں مار سکتے ہوں تو اس کے حق میں کراہت نہیں ہے؛ لہٰذا اس حدیث میں آپ کا یہ فرمانا کہ "کوئی حرج نہیں ہے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کوئی چرواہا ہوگا، جس نے "شام کے بعد" یعنی رات میں کنکریاں ماریں؛ اس لیے آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تم چوں کہ دن میں کنکریاں مارنے سے معذور تھے اس لیے رات میں کنکریاں مارنے کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں۔

الفصل الثانی

﴿ایک آدمی کا سوال﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۴﴾ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: اَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ اَحْلِقْ اَوْ قَصِّرْ وَلَا حَرَجَ، وَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ، قَالَ: اِرْمِ وَلَا حَرَجَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: رجل: آدمی جمع رجال، احلق: حلَقَ (ض) حلقاً الراس منڈانا، حرج: گناہ، حَرِجَ (س) حرجاً الرجل گناہ گار ہونا

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آکر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے حلق سے پہلے طواف افاضہ کر لیا ہے، آپ نے فرمایا: اب حلق یا قصر کرلو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرے نے آکر کہا: میں نے رمی سے پہلے قربانی کرلی ہے، آپ نے فرمایا: اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جانکار لوگوں سے پوچھ لیا کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح انی افضت قبل ان حلق الخ: طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں ہے؛ اس لیے اگر کسی نے منیٰ میں ادا کیے جانے والے امور سے پہلے ہی طواف زیارت کرلیا تو کوئی حرج نہیں ہے، نہ گناہ ہے اور نہ ہی دم ہے "والحاصل ان الطواف لا یجب ترتیبه علی شیء من الثلاثة" (رد محتار ۵/۴۷۳)، ذبحت قبل ان ارمی الخ: ممکن ہے کہ یہ سائل مفرد ہوں جن پر قربانی ہے ہی نہیں، جب قربانی ان پر واجب ہے ہی نہیں تو ترتیب بھی باقی نہ رہی؛ اس لیے ان کا رمی سے پہلے قربانی کرلینا کوئی حرج کی بات نہ ہوئی "ای لا اثم ولا فدیة علی المفرد" (مرقات ۵/۳۶۴)۔

﴿کئی لوگوں کاسوال کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۵﴾ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُوْنَهُ فَمِنْ قَائِلٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! سَعَيْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ اَوْ اَخَّرْتُ شَيْئاً اَوْ قَدَّمْتُ شَيْئاً، فَكَانَ يَقُوْلُ: لَاحَرَجَ إِلَّا عَلٰى رَجُلٍ اِقْتَرَضَ عِرْضَ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذَالِكَ الَّذِیْ حَرِجَ وَهَلَكَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: سعیت: سَعیٰ (ف) سعیاً چلنا، اقترض (افتعال) عِرضہ غیبت کرنا، عِرض: اچھی عادت جمع اَعْرَاض.

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کے ارادے سے نکلا تو لوگ آپ کے پاس آتے تھے، ایک کہنے والے کہتے یا رسول اللہ میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی ہے یا میں نے کوئی چیز مؤخر کردی ہے یا میں نے کوئی چیز مقدم کردی ہے، تو آپ فرماتے تھے کوئی حرج نہیں ہے؛ الا اس شخص کے جو کسی مسلمان کی عزت سے کھیلے، یہ ظالم ہے اور یہ وہ شخص ہے جو گناہ گار اور ہلاک ہونے والا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے لوگوں کی مجلس لگی ہو اور بات چل رہی ہو تو موقع سے فائدہ اٹھا کر جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لینا چاہیے، جیسا کہ حضرات صحابۂ کرام جناب نبی کریم سے کیا کرتے تھے۔

کلمات حدیث کی تشریح فکان الناس یأتونه الخ: مراد یہ ہے کہ کئی لوگوں نے آکر جناب نبی کریم ﷺ سے کئی سوالات کیے، ان کا جواب جناب نبی کریم ﷺ نے یہ دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لیے کہ طواف زیارت سے پہلے ہی کوئی سعی کرلے تو یہ سعی صحیح ہے، اس شرط کے ساتھ کہ سعی سے پہلے کوئی طواف کیا ہو، خواہ وہ طواف نفل ہی ہو، الا علی رجل اقترض عرض مسلم الخ: حدیث شریف کے ان کلمات سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ "لاحرج" سے مراد گناہ ہی ہے، نہ کہ فدیہ۔

﴿باب خطبة یوم النحر ورمی ایام التشریق والتودیع﴾

الفصل الاول

﴿قربانی کے دن خطبہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۶﴾ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: إِنَّ الزَّمَانَ

فَدِاسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْراً: مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوْالْقَعْدَةِ وَذُوْالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ، وَقَالَ: اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، فَقَالَ: اَلَيْسَ ذَاالْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: اَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، قَالَ: اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، قَالَ: اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى قَالَ: فَاِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ، اَلَا! فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلَا! هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا: نَعَمْ! قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ. متفق عليه.

حل لغات: هيئة: حالت جمع هَيْئَات، يسميه: سَمّٰى (تفعیل) نام رکھنا، البلد: شہر جمع بِلَاد، اعراض: جمع ہے عِرض کی بمعنی اچھی عادت، ضلا: گمراہی، ضَل (ض) ضَلَالاً گمراہ ہونا، اوعی: وعیٰ (ض) وَعْياً الحديث قبول کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ہمارے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے جن میں چار مہینے حرام ہیں: تین لگاتار ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور صفر کا، رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے، نیز آپ نے فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ خاموش رہے؛ یہاں تک کہ ہم سوچنے لگے کہ آپ اس کے علاوہ دوسرا نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ "ذی الحجہ" نہیں ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم سوچنے لگے کہ آپ اس کے علاوہ دوسرا نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ 'بلدہ' نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا: یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ خاموش رہے؛ یہاں تک کہ ہم سوچنے لگے کہ آپ اس کے علاوہ دوسرا نام رکھیں گے، تو آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: یقیناً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح کہ تمہارے اس دن میں، تمہارے اس شہر میں، اور تمہارے اس مہینے میں، اور عنقریب تم لوگ اپنے پروردگار سے ملو گے، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، اسلئے تم لوگ میرے بعد گمراہی کی طرف لوٹ نہ جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ صحابہ نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، حاضرین کو چاہیے کہ غائبین کو پہنچائیں؛ اس لیے کہ بعض پہنچائے گئے سامع سے زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حج کے مختلف ایام میں خطبہ دیا ہے؛ اس لیے اب بھی ان ایام میں تقریریں کرنا مستحب ہے تاکہ لوگ حج کے احکامات جان لیں۔

کلمات حدیث کی تشریح خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر: حضرات شوافع کے نزدیک قربانی کے پہلے دن خطبہ دینا مستحب ہے اور حضرات احناف کے نزدیک قربانی کے دوسرے دن خطبہ دینا سنت ہے، جس کی تائید بعض دوسری احادیث سے ہوتی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ احناف کا مسلک حق بجانب ہے "یستحب الخطبة عند الشافعی فی اول ایام النحر وعند نا فی الثانی من ایامه وتقییده فی الاحادیث الصحیحة یؤید مذهبنا".

(مرقات ۳۶۵/۵)، قال فی اللباب ثم إذا کا ن الیوم الحادی عشر وھوثانی ایام النحر خطب الامام خطبة واحدة بعد صلاة الظھر.........وھذہ الخطبة سنة وترکھا غفلة عظیمة"(فتاوی شامی ۵۴۰/۳)۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں خطبۂ یوم النحر سے مراد وہ خطبہ ہے جس میں جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن پند ونصیحت کی تھی، یہ وہ خطبہ نہیں ہے جس میں احکام مناسک بتائے جاتے ہیں؛ بلکہ وہ خطبہ تو قربانی کے دوسرے دن دیا جاتا ہے"فالصواب ان ھذہ الخطبة کانت خطبة موعظة وان الخطبة المعروفة کانت ثانی یوم النحر واللہ اعلم(مرقات ۳۶۵/۵)، قال ان الزمان:وقت کا نام زمانہ ہے خواہ کم ہو یا زیادہ؛لیکن مراد یہاں پہ سال ہے"ھواسم تقلیل الوقت وکثیرہ والمرادھنا السنة"(مرقات ۳۶۵/۵)۔

﴿رمی کی ابتداء کون کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۷﴾وَعَنْ وَبَرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتٰی اَرْمِیَ الْجِمَارَ، قَالَ: إِذَا رَمٰی إِمَامُكَ فَارْمِهْ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ ، فَقَالَ :كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: امامك:پیشوا،مقتدیٰ جمع ائمہ،نتحین:تحین (تفعل) انتظار کرنا۔

ترجمہ: حضرت وبرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ میں رمی جمار کس وقت کروں؟ تو انہوں نے کہا: جب تمہارا امام رمی کرے تو تم بھی رمی کرلو، میں نے مسئلے کا اعادہ کیا تو انہوں نے فرمایا ہم انتظار کرتے ، جب دوپہر ڈھلتی تو رمی کرتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جانکار لوگ رمی شروع کردیں تو دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اب رمی کرنے لگیں، غیر جانکار لوگ رمی کرنے میں جلدی نہ مچائیں۔

کلمات حدیث کی تشریح متی ارمی الجمار:یعنی حضرت وبرہ تابعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ قربانی کے دوسرے اور تیسرے دن رمی کا وقت کیا ہے، قال إذا رمی امامك فارمه:یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بہت آسان طریقہ بتایا کہ جب جانکار لوگ رمی کرنے لگیں تو تم بھی رمی کرلیا کرو،فاعدت علیہ المسئلة الخ:یعنی مزید تحقیق کے لیے انہوں نے سوال دہرایا تو انہوں نے فرمایا کہ رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔

﴿رمی جمرات کی ترتیب﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۸﴾وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَرْمِیْ جَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰی اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰی يُسْهِلَ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ طَوِيْلًا وَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِیْ الْوُسْطٰی بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰی بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَاْخُذُ بِذَاتِ الشِّمَالِ، فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلًا، ثُمَّ يَرْمِیْ جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: حصیات: جمع ہے حصاۃ کی بمعنی کنکری،یرفع:رَفَعَ(ف)رفعاً اٹھانا۔

ترجمہ: حضرت سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر قریب کے جمرے میں سات کنکریاں مارتے تھے، ہر کنکری پہ تکبیر کہتے پھر آگے بڑھتے ؛ یہاں تک کہ جب نرم زمین پر پہنچ جاتے ، تو قبلہ رو دیر تک کھڑے رہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ، پھر جمرۂ وسطی پہ سات کنکریاں مارتے ، جب کنکری مارتے تو تکبیر کہتے پھر بائیں جانب بڑھ کر نرم زمین پر پہنچ جاتے اور قبلہ رو کھڑے ہوتے ، پھر اپنے

دونوں ہاتھ اٹھا کر دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے، پھر جمرۂ عقبہ پہ بطن وادی سے سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری پہ تکبیر کہتے، اور وہاں کھڑے نہیں ہوتے، پھر وہاں سے واپس ہوتے ہوئے کہتے میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جس ترتیب سے اس حدیث میں رمی کا طریقہ بتایا گیا ہے، اسی ترتیب سے کرے؛ تاکہ کسی طرح کا کوئی نقص پیدا نہ ہو۔

کلمات حدیث کی تشریح یرمی جمرة الدنیا: جمرۂ دنیا سے مراد جمرۂ اولی ہے، یہ جمرہ اور مناخ بنی اور مسجد خیف سے قریب ہے، اسی بنیاد پر اسے جمرۂ دنیا؛ یعنی قریب کا جمرہ کہا جاتا ہے، بسبع حصیات الخ: یعنی یہ کنکریاں ایام تشریق میں روزانہ مارتے اور جیسے ہی کنکری ہاتھ سے جدا ہوتی تکبیر کہتے، ثم یتقدم حتی یسهل الخ: نرم زمین سے مراد وہیں قریب کی کوئی جگہ ہے اور شاید بھیڑ قدرے کم ہونے کی وجہ سے اس کو نرم جگہ کہہ دی گئی ہے، وہاں کھڑے ہو کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیر تک دعا کی، ثم یرمی الوسطی بسبع حصیات الخ: یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمرۂ اولی کی طرح جمرۂ وسطی پہ کنکری ماری، ہر کنکری پہ تکبیر کہی اور وہاں سے بائیں جانب ذرا ہٹ کر دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہے، ثم یرمی جمرة ذات العقبة الخ: یعنی جمرۂ عقبہ پہ پہلے دونوں جمرے کی طرح کنکری ماری؛ لیکن یہاں پہ کھڑے ہو کر انہوں نے دعا نہیں کی، ثم ینصرف فیقول هکذا رأیت النبی الخ: یعنی انہوں نے اپنی بات مؤکد کرنے کے لیے یہ کہا۔

﴿منیٰ میں شب باشی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۴۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اِسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنىً مِنْ اَجْلِ سِقَايَتِهِ فَاَذِنَ لَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یبیت: بَاتَ (ض) بَیْتاً رات گزارنا، لیالی: جمع ہے لیلة کی بمعنی رات، سقایة: پانی پلانے کی جگہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے جناب نبی کریم ﷺ سے، اپنے پانی پلانے کی جگہ کی وجہ سے منیٰ کی راتیں مکے میں گزارنے کی اجازت چاہی، تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ تقاضہ کی بنیاد پر منیٰ کی راتیں مکے میں گزاری جاسکتی ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح ان یبیت بمکة لیالی منیٰ من اجل سقایته: حضرات احناف کے نزدیک منیٰ کی راتوں میں منیٰ ہی میں قیام کرنا سنت ہے اور حضرات شوافع کے نزدیک واجب؛ اس لیے ان ایام میں رات منیٰ ہی میں قیام کرے؛ الا یہ کہ کوئی عذر ہو تو منیٰ کی شب باشی ترک کی جاسکتی ہے، جیسا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے عذر کی بنیاد پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مکے میں رات گزارنے کی اجازت دی تھی "لا یجوز ترك السنة الا بقدر ومع العذر ترفع عنه الاساءة واما عند الشافعی فیجب المبیت فی اکثر اللیل" (مرقات ۵/۳۶۹)۔

﴿آب سبیل زمزم پر﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ، فَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: اسْقِنِيْ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِيْهِ، قَالَ: اسْقِنِيْ، فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَ يَعْمَلُوْنَ فِيْهَا، فَقَالَ: اعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ

حَتّٰی اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰی هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰی عَاتِقِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: السقایة: پانی بلانے کی جگہ، شراب: پینے کی چیز جمع اَشْرِبَة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے سبیل زمزم پہ آکر پانی مانگا، تو عباس نے کہا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جا کر جناب نبی کریم ﷺ کے لیے وہ پانی لے کر آؤ جوان کے پاس ہے، آپ نے فرمایا: مجھے پلاؤ، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، آپ نے کہا: مجھے پلاؤ؛ چناں چہ آپ نے اسی سے پیا، پھر آپ بئر زمزم پہ آئے جہاں وہ لوگ پانی پلانے میں مصروف تھے، تو آپ نے فرمایا: تم لوگ اپنا کام کیے جاؤ؛ اس لیے کہ تم لوگ ایک نیک کام میں ہو، پھر فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پالیں گے تو میں اتر تا یہاں تک کہ رسی اس پر رکھتا اور آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

خلاصۂ حدیث حجاج بیر زمزم پہ ہی جا کر پانی پیے، طواف کے بعد پانی منگوا کر دوسری جگہوں میں نہ پیے۔

کلمات حدیث کی تشریح جاء الی السقایة: سقایہ سے مراد وہ حوض ہیں جن میں پہلے سے ہی حجاج کو پلانے کیلئے بھر کر پانی رکھ لیا جاتا تھا، تاکہ بروقت بھیڑ کی بنیاد پر زیادہ دشواری کا سامنا نہ ہو، فقال العباس یا فضل اذهب الی امك الخ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے لیے عمدہ سے عمدہ پانی کا انتظام ہو، قال اسقنی فشرب منه: یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے اصرار کیا تو آپ کو وہی پانی پلا دیا گیا۔

﴿آپ کا طواف وداع﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَکِبَ اِلَی الْبَیْتِ فَطَافَ بِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: رقد: رَقَدَ (ن) رَقْداً سونا، البیت: گھر جمع بُیُوْتٌ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی پھر تھوڑی دیر محصب میں سو گئے، پھر آپ خانۂ کعبہ کے لیے سوار ہوئے اور وہاں جا کر آپ نے طواف کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج جب منیٰ کے امور سے فارغ ہو جائیں تو مکہ مکرمہ آتے ہوئے وادی محصب میں رات قدرے ٹھہرنے کے بعد طواف وداع کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔

کلمات حدیث کی تشریح رقد رقدة بالمحصب: محصب منیٰ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اس کو بضح، بطحاء اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں، مراد یہ ہے کہ منیٰ سے طواف وداع کے لیے مکہ مکرمہ آتے ہوئے اس مقام پر رات قدرے آرام کرے "إذا نفر من منیٰ الی مکة للتودیع ینزل بالشعب الذی یخرج به الابطح ویرقد فیه ساعة من اللیل ثم یدخل مکة وکان ابن عمر یراه سنة وهو الاصح" (مرقات ۵/۳۷۰)۔

﴿یوم ترویہ کو آپ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۲﴾ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قُلْتُ: اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ؟ قَالَ: بِمِنٰی، قَالَ: فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْاَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ: اِفْعَلْ کَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ. متفقٌ علیهِ.

حل لغات: عقلته: عَقَلَ (ض) عَقْلاً الشیء سمجھنا، امراؤك: جمع ہے امیر کی بمعنی سردار۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھتے ہوئے کہا کہ آپ جناب نبی کریم ﷺ کے متعلق اس بارے میں جو کچھ جانتے ہیں مجھے بتائیے کہ آپ نے ترویہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: منیٰ میں، میں نے کہا: کوچ کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی؟ انہوں نے کہا: ابطح میں، پھر انہوں نے کہا: تم ویسا ہی کرو جیسا کہ تمہارے سردار کرتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث جانکار لوگوں کو جیسا کرتے ہوئے دیکھے ویسا ہی کرے، اپنی طرف سے زیادہ دماغ نہ لگائے۔

کلمات حدیث کی تشریح قلت اخبرنی بشئی عقلته الخ: حضرت عبدالعزیز تابعی تھے، انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھا نہیں تھا؛ اس لیے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حج کے بعد مسائل دریافت کیے این صلی الظهر یوم الترویة قال بمنیٰ: یوم الترویہ سے مراد ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہے، یوم النفر: یوم النفر سے مراد ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ ہے، ثم قال افعل کما یفعل امراؤك: یعنی مسئلہ بتانے کے بعد اس بات کی تاکید کی کہ اس بارے میں تمہارے امراء اور سردار جیسے کرتے ہیں ویسا ہی کرو، بات بات پر شیخی نہ بگھارو۔

﴿ابطح میں قیام﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۳﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ كَانَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ إِذاً.

حل لغات: اسمح: سَمَحَ (ف) سَمْحاً نرم ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابطح میں اترنا سنت نہیں ہے؛ البتہ آپ وہاں صرف اس لیے اترے تھے تاکہ نکلنے میں آسانی ہو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ابطح میں ٹھہرنا کوئی سنت نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح نزول الا بطح لیس بسنة: مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانگی کے وقت ابطح میں ٹھہرنا سنت نہیں ہے، انما نزله رسول الله الخ: حدیث شریف کے ان کلمات سے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ تو ابطح میں ٹھہرے تھے، اس کا جواب ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کسی مصلحت سے ٹھہرے تھے، آپ کا ٹھہرنا کوئی شرعی حکم کے پیش نظر نہ تھا۔

﴿طواف وداع کے بعد روانگی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۴﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ: اَحْرَمْتُ مِنَ التَّنْعِيْمِ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْتُ فَقَضَيْتُ عُمْرَتِيْ وَانْتَظَرَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ حَتّٰى فَرَغْتُ فَاَمَرَ النَّاسَ بِالرَّحِيْلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ. هٰذَا الْحَدِيْثُ مَاوَجَدْتُهٗ بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ بَلْ بِرِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ مَعَ اخْتِلَافٍ يَسِيْرٍ فِيْ آخِرِهٖ.

حل لغات: قضیت: قضیٰ (ض) قَضَاءً بعد میں ادا کرنا، اَمَرَ (ن) امراً حکم دینا۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ میں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا، مکے میں داخل ہو کر اپنا عمرہ ادا کیا اور جناب نبی کریم ﷺ ابطح میں میرا انتظار کر رہے تھے؛ یہاں تک کہ میں فارغ ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو روانگی کا حکم دیا؛ چناں چہ آپ بھی روانہ ہو کر خانۂ کعبہ آئے، نماز فجر سے پہلے آپ نے طواف کیا، پھر آپ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف وداع کے بعد جتنی جلدی ممکن ہوسکے مکہ مکرمہ چھوڑ دے۔

کلمات حدیث کی تشریح قالت احرمت من التنعیم بعمرۃ الخ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حج قران کا احرام باندھا تھا، اس بنیاد پر ان کو عمرہ کرنا تھا؛ لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی حائضہ ہوگئیں؛ جس کی وجہ سے طواف نہ کرسکیں، اور عمرہ ان کے ذمے رہ گیا اور ادھر حج کے ایام شروع ہوگئے، اُدھر کی مصروفیت کیوجہ سے ان کو عمرہ کرنے کا موقع نہ مل سکا؛ اسلئے جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو حج کے بعد، تنعیم سے احرام باندھ کر عمرے کی قضا کرنے کا حکم دیا، وہی عمرہ انہوں نے بعد میں ادا کیا۔ ھذا الحدیث ما وجدتہ الخ: مؤلف مشکوٰۃ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میرے علم کے مطابق اس روایت کو نہ تو بخاری نے نقل کیا ہے اور نہ مسلم نے؛ بل کہ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے مزید کہ ابوداؤد کی روایت اور صاحب مصابیح کی نقل کردہ اس روایت کے آخری جز میں کچھ اختلاف بھی ہے، گویا اس جملہ کے ذریعہ مؤلف مشکوٰۃ نے صاحب مصابیح پر ایک اعتراض تو یہ کیا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو فصل اول میں نقل کیا ہے؛ جب کہ فصل اول میں صرف بخاریؒ و مسلمؒ ہی کی روایت نقل کی جاتی ہے، دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ نقل حدیث میں راوی؛ یعنی ابوداؤد کی مخالفت کی بایں طور کہ حدیث کا آخری جز بعینہ وہ نقل نہیں کیا جو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

﴿طواف وداع کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ إِلَّا اَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ. متفق عليه.

حل لغات: وجه: جانب جمع وجوه، البيت: گھر جمع بيوت.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ ہر طرف سے لوٹ رہے تھے، تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہ جائے یہاں تک کہ آخری مرحلہ بیت اللہ کو قرار نہ دے لے؛ مگر یہ حائضہ کے لیے معاف ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف وداع واجب ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح کان الناس ینصرفون فی کل وجه: حجاج جب منیٰ کے کام سے فارغ ہوگئے تو ان لوگوں نے یہ سمجھکر کہ اب حج مکمل ہوگیا، جانا شروع کردیا؛ حالانکہ ابھی ایک کام باقی ہے، لاتنفرن احدکم الخ: اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابھی ایک کام باقی ہے؛ یعنی طواف وداع، اس طواف کو کیے بغیر کوئی نہ جائے، الا انه خفف عن الحائض: البتہ یہ طواف حائضہ عورت سے معاف ہے۔

﴿عذر کی حالت میں طواف وداع﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۶﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ، فَقَالَتْ: مَا اُرَانِيْ إِلَّا حَابِسَتَكُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَقْرٰى حَلْقٰى اَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قِيْلَ: نَعَمْ! قَالَ: فَانْفِرِيْ. متفق عليه.

حل لغات: النفر: نَفَرَ (ض) نفراً القوم متفرق ہونا، یوم: دن جمع ایام.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صفیہ کوچ کے دن حائضہ ہوگئی، تو انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ میں آپ لوگوں کو روکے رکھوں گی، تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہلاک وزخمی کرے، کیا اس نے نحر کے دن طواف نہیں کیا ہے؟ کہا گیا: ہاں! تو آپ نے فرمایا تو وہ چلے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عذر کی حالت میں طواف وداع معاف ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح حاضت صفية ليلة النفر الخ: یہ دن مکہ مکرمہ سے چلنے کا دن تھا، اس دن طواف وداع کر کے سب لوگ چلنے کی تیاری میں تھے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے حیض شروع ہو گیا ہے، جسکی بنیاد پر میں طواف نہیں کر سکتی ہوں اور جب تک طواف نہ کرلوں تب تک میرا جانا بھی ممنوع ہے؛ اس لیے میری وجہ سے پورے قافلے کو رکنا پڑے گا، اطافت يوم النحر الخ: جناب نبی کریم ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ انہوں نے تو طواف زیارت کیا ہے؛ اس لیے ان کے لیے طواف وداع ضروری نہیں ہے، حیض ایک عذر ہے؛ اس لیے طواف وداع معاف ہے۔

الفصل الثانی

﴿قربانی کے دن آپ کی نصیحت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۷﴾ عَنْ عَمْرِوبْنِ الْاَحْوَصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: اَىُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ، قَالَ: فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَبَداً وَلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضٰى بِهٖ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ.

حل لغات: دماء: جمع ہے دَم کی بمعنی خون، اموال: جمع ہے مال کی بمعنی اسباب، اعراض: جمع ہے عِوض کی بمعنی اچھی عادت۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر کہتے ہوئے سنا یہ کونسا دن ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: حج اکبر کا دن، آپ نے فرمایا: یقیناً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن میں، تمہارے اس شہر میں، خبردار! ظلم کرنے والا صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، خبردار! کوئی ظالم اپنی اولاد پر ظلم نہیں کرتا اور نہ کوئی اولاد اپنے جننے والے پر اور یقیناً شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ اس شہر میں کبھی بھی اس کی پرستش نہیں کی جائے گی؛ لیکن تمہارے ان اعمال میں شیطان کی فرماں برداری ہوگی، جنہیں تم حقیر سمجھو گے جن سے وہ خوش ہوگا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حج کے ایام میں قربانی کے دن حجاج کے درمیان نصیحت کی جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح يقول في حجة الوداع اى يوم هذا الخ: ایک تقریر تو قربانی کے دوسرے دن ہوتی ہے، جو بہت اہم ہے؛ اس لیے کہ اس تقریر میں امور حج بتائے جاتے ہیں اور وہ تقریر سنت بھی ہے؛ لیکن اس حدیث شریف میں مذکور تقریر وہ تقریر نہیں ہے، بلکہ یہ قربانی کے دن عام نصیحت کی جانے والی تقریر ہے، قال فان دمائكم الخ: یعنی جان و مال اور عزت و آبرو صرف آج ہی حرام نہیں ہے؛ بلکہ جس طرح سے آج حرام ہے اسی طریقے سے قیامت تک حرام ہے، شرعی اجازت کے بغیر کسی کی جان، دولت اور عزت کو نقصان پہنچانا قیامت تک حرام ہے، الا لا يجنى جان على نفسه: مراد یہ ہے کہ کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے، وان الشيطان قدأيس ان تعبد في بلدكم هذا ابداً الخ: کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ کے لیے اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ اس شہر (مکہ) میں غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اس کی فرمانبرداری ہو؛ لہذا یہاں اب کبھی بھی کوئی شخص شیطان کے فریب میں آ کر غیر اللہ کی عبادت و پرستش کھلم کھلا نہیں کرے گا، اس سے گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ مقدس شہر ہمیشہ کے لیے کفر و شرک کی غلاظت سے پاک کر دیا گیا ہے، اور اب کبھی بھی اس پاک سرزمین پر کسی غیر مسلم کو قدم رکھنے کی

اجازت نہ ہوگی، ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی غیر مسلم چوری چھپے اس شہر میں آجائے اور وہ خفیہ طور پر غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔'' ہاں تمہارے ان اعمال میں شیطان کی فرمابرداری ہوگی'' میں اعمال سے مراد گناہ کے اعمال ہیں: جیسے ناحق قتل کرنا، کسی کا مال لوٹنا یا اسی قسم کے دوسرے اعمالِ بد اور صغیرہ گناہوں کو اہمیت نہ دینا، اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال بد میں مبتلا ہونے والا جب ان کو حقیر سمجھتا ہے اور جس کے نتیجے میں وہ ان اعمال سے اجتناب نہیں کرتا تو گویا وہ شیطان کو اطاعت کرتا ہے؛ کیونکہ شیطان ان باتوں سے خوش ہوتا ہے اور پھر وہی اعمال بڑے فتنہ وفساد کا باعث بن جاتے ہیں۔

﴿منیٰ میں آپ کی تقریر﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۸﴾ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِيْنَ ارْتَفَعَ الضُّحٰى عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

حل لغات: الضحي: چاشت کا وقت، بغلة: خچر جمع بِغَال، شهباء: شَهِبَ (س) شَهَبًا سیاہی ملی ہوئی سفید رنگ والا ہونا۔

ترجمہ: حضرت رافع بن عمرو مزنی سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو منیٰ میں چاشت کے وقت ایسے خچر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، جس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا، حضرت علی اس کو دہراتے اور لوگ کھڑے بیٹھے سن رہے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ منیٰ میں ذرا تقریر ہوتا کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

کلمات حدیث کی تشریح یخطب الناس بمنیٰ الخ: مراد وہ تقریر ہے جو آپ نے قربانی کے دن بطور نصیحت کے کی تھی، علی بغلة: یعنی اس خچر کے کچھ بال سفید تھے اور کچھ سیاہ؛ یعنی وہ چت کبرا تھا، وعلی یعبر عنه: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کی تقریر کو دہراتے تھے تاکہ دور والے بھی سن لیں۔

﴿طواف زیارت کا وقت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۵۹﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: اخر: اَخَّرَ (تفعیل) مؤخر کرنا، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن طواف زیارت کو رات تک مؤخر کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف زیارت رات تک مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح اخر طواف الزيارة الخ: مراد یہ ہے کہ آپ نے رات تک طواف زیارت مؤخر کرنے کی اجازت دی ہے، حدیث شریف کے ان کلمات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ نے رات طواف زیارت کیا تھا؛ اس لیے یہ بات آپ کے تعلق سے ثابت ہے کہ آپ نے صبح ہی کے وقت طواف زیارت کرلیا تھا" جوز تاخيره يوم النحر الى الليل اما مطلقا او للنساء لما ثبت انه افاض يوم النحر ثم صلى الظهر بمكة" (مرقات ۳۷۴/۵)۔

﴿طواف زیارت میں رمل﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۶۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِيْ أَفَاضَ فِيْهِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: یرمل: رَمَلَ (ن) رَمَلًا کندھا ہلا کر چلنا، افاض: أَفَاضَ (افعال) القوم متفرق ہونا۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا۔

خلاصۂ حدیث خلاصہ یہ ہے کہ طواف قدوم میں رمل کر لینے کے بعد طواف زیارت میں رمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح لم یرمل فی السبع الذی افاض فیه: جناب نبی کریم ﷺ نے چوں کہ طواف قدوم میں رمل کر لیا تھا، اس لیے اب طواف زیارت میں رمل کرنے کی ضرورت نہیں رہی تو آپ نے رمل نہیں کیا۔

﴿محرم کے لیے حلال ہونے کا وقت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۶۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَمیٰ اَحَدُکُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ وَفِیْ رِوَایَةِ اَحْمَدَ وَالنَّسَائِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِذَا رَمَی الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ.

حل لغات: شئی: چیز جمع اشیاء، النساء: جمع ہے امراۃ کی بمعنی عورت۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمرۂ عقبہ کی رمی کر لے تو اس کے لیے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہوگئی۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد حجاج کے لیے عورت کے سوا ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح إذا رمی احدکم جمرة العقبة الخ: یہ تین جمروں میں سے ایک ہے، منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے اسی پہ رمی کی جاتی ہے، اس پر رمی کرنے کے بعد حجاج حلال ہو جاتے ہیں، ان کے لیے اب احرام کی وجہ سے ممنوع چیزیں حلال ہوگئیں، اب وہ ایک عام آدمی کی طرح ان اشیاء سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں، صرف اب عورت حرام ہے۔

﴿آپ کی رمی کرنے کی کیفیت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۶۲﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ: اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ یَوْمِهٖ حِیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مِنیٰ فَمَکَثَ بِهَا لَیَالِیَ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ یَرْمِی الْجَمْرَةَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ کُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ مَعَ کُلِّ حَصَاةٍ وَیَقِفُ عِنْدَ الْاُوْلٰی وَالثَّانِیَةِ فَیُطِیْلُ الْقِیَامَ وَیَتَضَرَّعُ وَیَرْمِی الثَّالِثَةَ فَلَا یَقِفُ عِنْدَهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حل لغات: فمکث: مَکَثَ (ن) مُکْثاً ٹھہرنا، لیالی: جمع ہے لیلة کی بمعنی رات۔

ترجمه: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن آخری حصے میں اس وقت طواف زیارت کیا جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر منیٰ واپس آ کر ایام تشریق کی راتیں وہیں گزاریں، آپ جمروں پر اس وقت کنکری مارتے جب دوپہر ڈھل جاتی، ہر جمرے پہ سات کنکری مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے اور پہلے دو دوسرے جمرے کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک دعائیں کرتے اور تیسرے جمرے پہ کنکری مار کر وہاں کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں مذکور طریقے کے مطابق رمی کرے، تاکہ کوئی کمی نہ رہے۔

کلمات حدیث کی تشریح حین صلی الظهر الخ: حدیث شریف کے ان کلمات سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز قربانی کے پہلے دن منیٰ میں پڑھی تھی، اس حدیث شریف کی بنیاد پر یہی کہا جائے گا کہ آپ نے ظہر کی نماز مکے ہی میں پڑھی تھی اور منیٰ میں پڑھی جانے والی ظہر کی نماز دوسرے دن کی تھی "فیه دلالة علی انه صلی الظهر بمنیٰ

ثم افاض وھو خلاف ما ثبت فی الاحادیث لاتفاقھا علی انہ صلی الظھر بعد الطواف"(مرقات۵/۲۷۵)۔

﴿عذر کے سبب جمرات میں تقدیم وتاخیر﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۶۳﴾وَعَنْ اَبِیْ الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرِعَاءِ الْاِبِلِ فِیْ الْبَیْتُوْتَۃِ اَنْ یَرْمُوْا یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ یَجْمَعُوْا رَمْیَ یَوْمَیْنِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ فَیَرْمُوْہُ فِیْ اَحَدِھِمَا. رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ.

حل لغات: الابل: اونٹ جمع اِبال، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: حضرت ابو البداح بن عاصم بن عدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اونٹ چرانے والوں کو منیٰ میں شب باشی نہ کرنے کی اجازت دی، نیز وہ لوگ قربانی کے دن رمی کر کے یوم النحر کے بعد دو دن کی رمی اکھٹے کریں؛ چناں چہ وہ لوگ ایک دن میں ان دونوں پہ رمی کرتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے رمی میں تقدیم وتاخیر کی جاسکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح رخص رسول اللہ الخ: اونٹ چرانے والوں کے لیے اونٹوں کی رکھوالی ایک مجبوری تھی، اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو منیٰ سے باہر رہ کر رات گزارنے کی اجازت دی تھی، ان یرموا یوم النحر الخ: مراد یہ ہے کہ قربانی کے دن رمی کر کے ایک دن موقوف کر کے آخری دن اکٹھے دونوں جمرات میں رمی کی جاسکتی ہے، فیرموہ فی احدھما: یعنی ان لوگوں کو جب اس کی اجازت مل گئی تو ان لوگوں نے اس اجازت سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔

﴿باب ما یجتنبہ المحرم﴾

الفصل الاول

﴿محرم کے لیے سلا ہوا کپڑا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۶۴﴾عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ؟ فَقَالَ: لَاتَلْبَسُوْا الْقُمِیْصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِیْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا یَجِدُ نَعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسْ خُفَّیْنِ وَلْیَقْطَعْھُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ وَلَا تَلْبِسُوْا مِنَ الثِّیَابِ شَیْئًا مَسَّہُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَۃُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَیْنِ.

حل لغات: الثیاب: جمع ہے ثوب کی بمعنی کپڑا، قمیص قُمُص کا واحد بمعنی کرتا، العمائم: جمع ہے عمامۃ کی بمعنی پگڑی، البرانس: جمع ہے بُرنس کی بمعنی وہ لمبی ٹوپی جو عرب میں پہنی جاتی تھی۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ محرم کیسے کپڑے پہنے؟ تو آپ نے فرمایا کرتا، پگڑی، پجامہ، برنس اور موزے نہ پہنو؛ الا یہ کہ کوئی جوتا نہ پائے تو موزے اس طرح پہنے کہ دونوں ٹخنے کے نیچے سے کاٹ دے، اور زعفران اور ورس رنگ کے کپڑے نہ پہنو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے۔

کلمات حدیث کی تشریح ما یلبس المحرم من الثیاب: یعنی ایک صحابی نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حالتِ احرام میں کیسے کپڑے پہننے چاہیے؟ فقال لا تلبسوا القمیص الخ: مراد یہ ہے کہ سلے ہوئے اور ایسے

کپڑے نہ پہنے جائیں جن سے سر ڈھک جائے، ولا الخفاف الا احد لا یجد نعلین الخ: مراد یہ ہے کہ حج کے ایام میں ایسے جوتے پہنے جائیں جن سے ٹخنے نہ ڈھکے؛ لیکن اگر کسی کو جوتا میسر نہ ہو تو وہ موزے ٹخنے تک کاٹ کر پہنے؛ اس لیے کہ محرم کے لیے ٹخنہ ڈھکنا ممنوع ہے، ولا تلبسوا من الثیاب شیئاً مسّہ زعفران ولا ورس: مراد یہ ہے کہ زعفران اور اس کے مشابہ رنگ کے کپڑے نہ پہنے؛ اس لیے کہ زعفران میں قدرے خوشبو ہوتی ہے، اور اس حکم میں عورت اور مرد دونوں یکساں طور پر شامل ہیں "اشتراك الرجال والنساء في هذا الحكم..........اي صبغة زعفران لما فيه من الطيب" (مرقات ۵/ ۳۷۷)۔

﴿مجبوری میں محرم کا لباس﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵٦۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ وَإِذَا لَمْ يَجِدْ إِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيْلَ. متفقٌ عليهِ.

حل لغات: یخطب: خَطَبَ (ن) خُطْبَةً تقریر کرنا، نعلین: تثنیہ ہے نعل کا بمعنی جوتا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو تقریر کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے، جب محرم جوتے نہ پائے تو موزے پہن لے، اور جب لنگی نہ پائے تو پجامہ پہن لے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج مجبوری میں سلے ہوئے کپڑے پہن سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح إذا لم يجد المحرم نعلين لبس خفين الخ: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے مجبوری میں اگر محرم پجامہ پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے، دلیل حدیث باب ہے؛ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہما الرحمہ کا کہنا ہے کہ پجامہ پہننے کی نوبت آجائے تو ممکن حد تک کوشش کرے کہ سلائی ادھیڑ کر پجامہ پہنے تاکہ کفارہ لازم نہ آئے؛ لیکن اگر محرم نے سلا ہوا پجامہ پہن لیا گو مجبوری میں سہی تو اس پر کفارہ واجب ہے؛ اس لیے کہ دوسرے مضبوط دلائل سے سلے ہوئے کپڑے چوں کہ ممنوع ہیں "وليس عليه فدية وهو قول للشافعي، وقال: أبو حنيفة ومالك رحمهم الله تعالى لبس له لبس السراويل، فقيل يشقه ويأتزر به ولو لبسه من غير فتق فعليه دم" (مرقات ۵/ ۳۷۸)۔

﴿جبہ پہننے والے محرم کا واقعہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵٦٦﴾ وَعَنْ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوْقِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَهٰذِهٖ عَلَيَّ، فَقَالَ: أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ. متفقٌ عليهِ.

حل لغات: جبة: جبہ جمع جُبَات، متضمخ: ضَمَخَ (ن) ضَمْخاً بدن میں خوشبو لگانا، تضمخ (تفعل) خوشبو سے لت پت ہونا

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کے پاس جعرانہ میں تھے، اچانک ایک دیہاتی آدمی آیا، اس پر جبہ تھا، نیز وہ خوشبوئے خلوق سے لت پت تھا، اسنے کہا: یا رسول اللہ! میں نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور یہ جبہ مجھ پر ہے، تو آپ نے فرمایا: بہر حال وہ خوشبو جو تجھ پر لگی ہوئی ہے، اسکو تین مرتبہ دھو ڈالو، جبہ کو اتار دو اور عمرہ میں ایسا ہی کرو جیسا حج میں کیا تھا

خلاصۂ حدیث آدمی اگر سلے ہوئے کپڑے یا خوشبو لگائے ہوئے احرام باندھ لے تو جتنی جلدی ہو سکے ان چیزوں کو ہٹادے۔

کلمات حدیث کی تشریح بالجعرانة: حدود حرم میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔اذا جاء ہ رجل اعرابی علیه جبة الخ:ان کو چوں کہ جانکاری نہیں تھی؛ اس لیے اس حالت میں احرام باندھ لیا تھا۔انی احرمت بالعمرة وعلیّ: شاید ان کو کسی نے ان چیزوں کے ممنوع ہونے کے بارے میں بتایا ہوگا،انہوں نے مزید تحقیق کے لیے جناب نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔فقال اما الطیب الذی الخ:مراد یہ ہے کہ آپ نے ان صحابی کو جلد از جلد ان چیزوں کو دور کرنے کا حکم دیا۔

﴿حالت احرام میں نکاح﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۶۷﴾وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات:ینکح:نَکَحَ(ض) نِکاحاً بیاہ کرنا۔

ترجمه: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محرم نکاح نہ کرے،نہ نکاح کرائے اور نہ پیغام دے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم حج جیسے اہم کام میں مشغول ہوتا ہے،اس لیے اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ نکاح کرے؛البتہ اگر نکاح کرے تو نکاح ہو جائے گا کوئی خاص حرج نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا ینکح المحرم: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک محرم کے لیے مطلقاً نکاح کرنا ممنوع ہے؛البتہ احناف کے یہاں محرم کے لیے نکاح کرنا مناسب نہیں ہے؛لیکن اگر نکاح کرلیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے،ولا ینکح ولا یخطب: اسی طرح سے نکاح کرانا اور نکاح کا پیغام دینا شوافع کے نزدیک ممنوع ہے،اور احناف کے یہاں مکروہ تنزیہی ہے،والا ولان للتحریم والثالث للتنزیه عند الشافعی فلا یصح نکاح المحرم ولا انکاحه عنده والکل للتنزیه عند ابی حنیفة رحمه الله"(مرقات۳۷۹/۵)۔

﴿احرام کی حالت میں آپ کا نکاح کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۶۸﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات:تزوّج:زوّج(تفعیل)نکاح کرنا۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں میمونہ سے نکاح کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم حالت احرام میں نکاح کرسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح تزوج میمونة وهو محرم: مراد یہ ہے کہ محرم حالت احرام میں نکاح کرسکتا ہے۔

﴿میمونہ سے آپ کا نکاح کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۶۹﴾وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ ابْنِ اُخْتِ مَيْمُوْنَةَ عن مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ، قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحِيُّ السُّنَّةِ وَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ اَمْرُ تَزْوِيْجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ.

حل لغات:تزوجها:تزوّج(تفعّل)نکاح کرنا۔

ترجمه: حضرت یزید بن اصم یعنی میمونہ کے بھانجے سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے میمونہ سے حلال کی حالت میں نکاح کیا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے،حضرت الشیخ امام محی السنہ اور اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ نے انسے نکاح حلال کی حالت میں کیا تھا؛البتہ

نکاح کا معاملہ حالت احرام میں ظاہر ہو گیا تھا، پھر آپ مکے کے راستے پہ مقام سرف میں ان کیساتھ حلال کی حالت میں شب زفاف منائی

خلاصۂ حدیث: حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح موسم حج میں کیا تھا۔

کلمات حدیث کی تشریح: تزوجها وهو حلال: بہر کیف یہ حدیث شریف جسے حضرت میمونہ کے بھانجے حضرت یزیدؓ نے روایت کی ہے، حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کے بالکل برخلاف ہے جو اس سے پہلے نقل کی گئی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت تو اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا، جب کہ حضرت یزیدؓ کی یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت میمونہؓ سے آپ کا نکاح اس وقت ہوا تھا، جب آپ حالت احرام میں نہیں تھے، اس طرح ان دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا ہے؛ چناں چہ حنفیہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں، اول تو اس وجہ سے کہ حضرت ابن عباسؓ کو اپنے علم و فضل، قوت حافظہ، فقہی بصیرت اور اپنی شان مرتبت کے اعتبار سے حضرت یزیدؓ پر کہیں زیادہ برتری حاصل ہے، دوسرے یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو بخاریؒ و مسلمؒ دونوں نے نقل کیا ہے، چوں کہ حضرت یزیدؓ کی روایت کو صرف مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت عثمانؓ کی روایت (نمبر۴) میں احرام کی حالت میں نکاح کرنے کرانے کی ممانعت منقول ہے، تو اس کے بارے میں حنفی علماء لکھتے ہیں کہ اس ممانعت سے یہ مراد ہی نہیں ہے کہ نکاح کرنا کرانا قطعاً ناجائز یا حرام ہے؛ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ محرم چوں کہ ایک عبادت میں مشغول رہتا ہے؛ اس لیے اس کی شان اور اس کے حال کے مناسب یہ نہیں ہے کہ وہ نکاح کرے یا کسی کا نکاح کرائے؛ جیسا کہ اس حدیث کی تشریح میں یہی وضاحت کی گئی تھی کہ یہاں اس ممانعت کا مطلب مکروہ تنزیہی ہے۔

حضرت امام محی السنہؒ کے یہ الفاظ "وظهر امر تزويجها وهو محرم" (حضرت میمونہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح کا اظہار عام اس وقت ہوا جب آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے) دراصل شوافع کے طرف سے حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کہ "آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے اس حالت میں نکاح کیا کہ آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے تھے" کی تاویل ہے کہ آپ ﷺ نے نکاح تو اس وقت ہی کیا تھا جبکہ آپ ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے، ہاں! اس نکاح کا علم لوگوں کو اس وقت ہوا جب آپ ﷺ نے احرام باندھ لیا تھا، گویا امام محی السنہؒ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو بھی اس نکاح کا علم اس وقت ہوا جبکہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے؛ اس لیے وہ یہی سمجھے کہ نکاح آپ ﷺ نے حالت احرام ہی میں کیا ہے حالاں کہ شوافع کی طرف سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی یہ تاویل "تکلف" سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

﴿محرم کا سر دھونا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: يغسل: غَسَلَ (ض) غَسْلاً دھونا، راسه: سر جمع رُؤس.

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ احرام کی حالت میں اپنا سر دھوتے تھے۔

خلاصۂ حدیث: اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدھے اور ہلکے انداز میں محرم اپنا سر دھو سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح: كان يغسل راسه وهو محرم: مراد یہ ہے کہ خوشبودار چیز استعمال کیے بغیر محرم اپنے سر کو اس طور پر دھوئے کہ کوئی بال ٹوٹنے نہ پائے، خوشبودار چیز استعمال کرے گا یا بال ٹوٹے تو اس پر دم واجب ہوگا۔

﴿محرم کے لیے سینگی کھنچوانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۷۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: احتجم: إِحْتَجَمَ (افتعال) سینگی کھنچوانا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں سینگی کھنچوائی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حالتِ احرام میں پچھنا لگانا درست ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح احتجم النبی الخ: مراد یہ ہے کہ محرم اس طور پر پچھنہ لگوائے کہ بدن کا کوئی بال ٹوٹنے نہ پائے تو درست ہے "رخص الجمہور فی الحجامۃ إذا لم یقطع شعراً" (مرقات ۵/۳۸۲)۔

﴿محرم کے لیے سرمہ لگانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۷۲﴾ وَعَنْ عُثْمَانَ حَدَّثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَهُمَا بِالصَّبِرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: اشتکی (افتعال) بیمار پڑنا، ضَمَّدَ (تفعیل) لیپ کرنا، الصبر: ایلوا جمع صبور۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب اس کی آنکھیں حالت احرام میں دکھنے لگیں تو وہ اپنی آنکھوں پہ ایلوے کا لیپ کرے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم کی آنکھ میں تکلیف ہوجائے تو وہ سرمہ وغیرہ استعمال کرسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح إذا اشتکی عینیہ وہو محرم الخ: مراد یہ ہے کہ محرم کی آنکھ میں اگر تکلیف ہوجائے تو سرمہ وغیرہ استعمال کرسکتا ہے؛ البتہ خوشبودار اور سیاہ سرمے سے پرہیز کرے۔

﴿محرم کے لیے چھتری استعمال کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۷۳﴾ وَعَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتْ: رَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: خطام: نکیل جمع خُطُم، ثوب: کپڑا جمع ثیاب.

ترجمہ: حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اسامہ اور بلال میں سے ایک کو دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے ہیں، اور دوسرے کپڑا اٹھا کر گرمی سے پردہ کیے ہوئے ہیں؛ یہاں تک کہ آپ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم چھتری استعمال کرسکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح رأیت اسامۃ وبلالا: مراد یہ ہے کہ انہوں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا کہ دونوں ایک ایک کام کر رہے تھے؛ لیکن کون کونسا کام کررہے تھے ٹھیک سے یاد نہ رہ سکا، والآخر رافع ثوبہ الخ: مراد یہ ہے کہ محرم چھتری وغیرہ اس طور پر استعمال کرسکتا ہے کہ سر پہ لگنے نہ پائے۔

﴿وقت سے پہلے سر منڈانے والے کی جزا﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۷۴﴾ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ يُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ تَتَهَافَتُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ، قَالَ:

نَعَم! قَالَ: فَاحْلِقْ رَأْسَكَ وَاطْعِمْ فَرَقاً بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ اَوْصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اُنْسُكْ نَسِيْكَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یوقد: وَقَدَ (ض) وَقْداً آگ جلنا، اَوْقَدَ (افعال) آگ جلانا، قدر: ہانڈی جمع قُدُور، القمل: جمع ہے قملة کی بمعنی جوں، مساکین: جمع ہے مسکین کی بمعنی محتاج، تتهافت: تهافت (تفاعل) لگاتار گرنا۔

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ مکے میں داخل ہونے سے پہلے حدیبیہ میں حالت احرام میں تھے، وہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے منہ پہ گر رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ انہوں نے کہا جی، تو آپ نے فرمایا: اپنا سر منڈا دو اور ایک فرق کھانا چھ مسکینوں کو کھلا دو اور ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے، یا تین دن روزے رکھو یا ایک قربانی کرو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے محرم وقت سے پہلے سر منڈا تو سکتا ہے، لیکن کفارہ دینا ہوگا۔

کلمات حدیث کی تشریح مربه وهو باالحديبية الخ: مراد یہ ہے کہ ۶ / ھ میں جناب نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے نکلے؛ لیکن کفار نے حدیبیہ سے آگے بڑھنے نہ دیا اور اسی مقام پر روک لیا، صحابۂ کرام وہیں ٹھہرے رہے اور چند معاہدے پر بات ختم ہوئی، اس بیچ وہاں کھانا پینا بھی چلتا رہا، تو جناب نبی کریم ﷺ نے کعب رضی اللہ عنہ کو اس حال میں کھانا بناتے ہوئے دیکھا کہ ان پر جوئیں چل رہی تھیں، فقال ايؤذيك هو امك الخ: مراد یہ ہے کہ ان جوؤں سے تمہیں تکلیف ہے؛ اس لیے اپنے بال منڈا دو؛ لیکن کفارہ دینا ہوگا۔

الفصل الثانی

﴿احرام میں عورتوں کے لیے ممنوع چیزیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷۵﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى النِّسَاءَ فِيْ اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَالِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرٍ اَوْخَزٍّ اَوْ حُلِيٍّ اَوْسَرَاوِيْلَ اَوْ قَمِيْصٍ اَوْ خُفٍّ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حل لغات: النساء: جمع ہے امرأة کی بمعنی عورت، القفازين: دستانہ جمع قَفَافِيز، الورس: ایک قسم کی گھاس جس سے رنگائی کا کام ہوتا ہے الزعفران: زعفران جمع زَعَافِر، خز: ریشم جمع خُزُوْز.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا کہ جناب نبی کریم ﷺ عورتوں کو احرام کی حالت میں دستانہ، نقاب، اور ورس و زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع کرتے تھے؛ البتہ اس کے بعد وہ کپڑوں کی قسموں میں سے جو چاہیں پہنیں؛ خواہ کسم ہو کہ ریشم، زیور ہو کہ شلوار یا کرتا ہو کہ موزہ۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتیں حالت احرام میں شوخ اور بھڑک دار قسم کے کپڑے نہ پہنیں۔

کلمات حدیث کی تشریح عن القفازين: مراد دستانہ ہے، والنقاب: مراد چہرے میں ڈالا جانے والا وہ کپڑا ہے جو چہرے میں سٹ جائے، اگر چہرے میں نہ سٹے تو کوئی حرج نہیں ہے "اى البرقع فى وجوههن بحيث يصل الى بشرتهن" (مرقات ۳۸۳/۵)، وما مس الورس والزعفران: مراد یہ ہے کسم اور زعفرانی رنگ کے کپڑے نہ پہنے، ولتلبس بعد ذالك الخ: مراد یہ ہے کہ حلال ہونے کے بعد ہر طرح کے کپڑے اور تمام زیب و زینت کے سامان اختیار کر سکتی ہے۔

﴿حالت احرام میں پردہ کا طریقہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷۶﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا جَاوَزُوْا بِنَا سَدَلَتْ بِنَا إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَلِابْنِ مَاجَةَ مَعْنَاهُ.

حل لغات: سدلت: سَدَلَ (ن) سَدْلًا الثوب کپڑا لٹکانا، جلبابها: چادر جمع جَلَابِيب.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حالت احرام میں جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس سے قافلے گزرتے تھے؛ چناں چہ جب کوئی قافلہ ہمارے پاس سے گزرتا، تو ہم میں سے ہر عورت اپنی چادر اپنے سر پر تان کر اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھی اور جب قافلہ گزر جاتا تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔

خلاصۂ حدیث خلاصہ یہ ہے کہ عورتیں حالت احرام میں بھی پردہ کریں گی، مگر اس طور پر کہ چہرے پہ کپڑا لگنے نہ پائے۔

کلمات حدیث کی تشریح کا ن الرکبان یمرون بنا الخ: مراد یہ ہے کہ عورتیں حالت احرام میں بھی چہرے کو چھپائے رکھیں، یہ حدیث شریف ان لوگوں کے لیے سبق آموز ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کا چہرہ پردے میں شامل نہیں ہے فاذا جاوزونا کشفنا: یہ سب ایک گھر کی عورتیں یا قریبی رشتہ دار تھیں؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں چہرہ کھول لیا کرتی تھیں؛ ورنہ تو ہر عورت آپ سے پردہ کرتی تھی۔

﴿حالت احرام میں تیل لگانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ وَهُوَ مُحْرِمٌ غَيْرَ الْمُقَتَّتِ يَعْنِيْ غَيْرَ الْمُطَيَّبِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: یدهن: دَهَنَ (ن) دَهْنًا الرأس سر پر تیل لگانا، الزیت: زیتون کا تیل جمع زُيُوت.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ حالت احرام میں زیتون کا ایسا تیل لگاتے تھے جس میں مقتت؛ یعنی خوشبو نہیں ہوتی تھی۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم بے خوشبو دار تیل استعمال کر سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح کان یدهن بالزیت وهو محرم غیر المقتت الخ: احرام کی حالت میں خوشبو دار تیل استعمال کرنا مکروہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی محرم کسی ایک عضو کے پورے حصہ پر یا کئی یا سب اعضاء پر روغن بنفشہ، روغن گلاب، روغن موتیا یا اسی قسم کا کوئی بھی خوشبو دار تیل لگائے گا تو حنفیہ کے ہاں بالاتفاق اس پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر زیتون یا تل کا ایسا تیل کہ جس میں خوشبو نہ ملی ہوئی ہو زیادہ مقدار میں لگائے گا؛ تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی دم واجب ہوگا جبکہ صاحبین؛ یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کہتے ہیں کہ صدقہ واجب ہوگا؛ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ یہ دونوں تیل خوشبو سے بالکل خالی اور کسی خوشبو دار پھول کے پکائے ہوئے نہ ہوں؛ کیوں کہ اگر زیتون کے یا تل کے تیل میں خوشبو ملی ہوگی یا اس میں خوشبو دار پھول ڈال کر پکایا گیا ہوگا تو پھر سب ہی کے نزدیک اس کو استعمال کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا؛ اسی طرح یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ تیل زیادہ مقدار میں لگائے جائیں اور اگر کم لگایا جائے گا تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کے استعمال کرنے سے صرف صدقہ واجب ہوگا، اور پھر ایک بات یہ بھی جان لیجئے

کہ ان تیلوں کے استعمال کی وجہ سے دم یا صدقہ اسی وقت واجب ہوگا جبکہ ان کو محض خوشبو کی خاطر استعمال کیا جائے اور اگر انہیں دوا کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو پھر علی الاتفاق کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، لیکن مشک یا دوسری خوشبوؤں کے استعمال کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ ان کے استعمال سے بہرصورت دم واجب ہوتا ہے۔

الفصل الثالث

﴿سلے ہوئے کپڑے بدن پہ ڈالنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷۸﴾ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ الْقُرَّ فَقَالَ: اَلْقِ عَلَيَّ ثَوْبًا يَانَافِعُ! فَاَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنُسًا، فَقَالَ: تُلْقِيْ عَلَيَّ هٰذَا وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: برنسا: ٹوپی کی طرح ایک لباس، برساتی، القر: ٹھنڈک، قَر (ن ض) قرّاً الیوم: دن کا ٹھنڈا ہونا۔

ترجمه: حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر کو ٹھنڈی لگنے لگی، تو انہوں نے کہا: اے نافع! مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دے تو میں نے ان پر برساتی ڈال دی تو انہوں نے کہا: تونے مجھ پر یہ ڈال دیا حالاں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے محرم کو اس کے پہننے سے منع کیا ہے۔

خلاصۂ حدیث محرم سلے ہوئے کپڑے ضرورت کے وقت یوں ہی ڈال سکتا ہے دستور کے مطابق پہنے نہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح ان ابن عمر وجد القر الخ: مراد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت محرم سلے ہوئے کپڑے یوں ہی ڈال سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ سلے ہوئے کپڑے جس انداز میں پہنے جاتے ہیں اس طرح پہنے نہیں؛ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر برساتی ڈال دی گئی تو انہوں نے روکا نہیں، پڑی رہنے دی۔

﴿محرم کے لیے پچھنا لگوانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۷۹﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فِيْ وَسَطِ رَأْسِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: احتجم: احتجم (افتعال) پچھنا لگوانا، طریق: راستہ جمع طُرُق.

ترجمه: حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں مکے کے راستے لحی جمل کے مقام پہ سر کے بیچوں بیچ پچھنا لگوایا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم کے لیے پچھنا لگوانا درست ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ: جناب نبی کریم ﷺ نے جب سر کے بیچوں بیچ پچھنے لگوائے تو سر مبارک کے بال کچھ نہ کچھ ضرور ٹوٹے ہوں گے؛ لہٰذا یہ حدیث ضرورت پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے کسی عذر و ضرورت کی بنا پر سر میں پچھنے لگوائے تھے، چناں چہ اگر محرم کسی ایسی جگہ پچھنے لگوائے جہاں بال نہ ہوں تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئله: اگر کوئی محرم سر کے بال چوتھائی حصہ سے کم منڈائے یا پچھنے وغیرہ کی وجہ سے اس کے سر کے چوتھائی حصہ سے کم بال ٹوٹ جائیں تو اس پر صدقہ واجب ہوگا؛ یعنی وہ بطور جزا یا تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے یا اسے نصف صاع گیہوں دے دے، اگر کوئی محرم بلا عذر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوا دے یا بلا عذر پچھنے لگوالے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو اس پر دم واجب ہوگا؛ یعنی وہ بطور جزا ایک بکری یا اس کی مانند کوئی جانور ذبح کرے، اور اگر کوئی کسی عذر کی بنا پر چوتھائی سر سے زیادہ

منڈائے یا کسی عذر کی وجہ سے پچھنے لگوائے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زائد بال ٹوٹ جائیں تو اسے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ ایک بکری ذبح کرے، چاہے نصف صاع فی مسکین کے حساب سے چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں دے، اور چاہے تین روزے رکھے؛ خواہ تین روزے مسلسل رکھ لے یا متفرق طور پر۔

اگر کوئی محرم پچھنے لگوانے کی وجہ سے محاجم؛ یعنی پچھنوں کی جگہ سے بال منڈوائے تو اس صورت میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ۔ "پچھنوں کی جگہ" سے گردن کے دونوں کنارے اور گدی مراد ہے؛ اس لیے اگر کوئی پوری گردن منڈوائے گا تو پھر متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا، اور اگر پوری سے کم منڈوائے گا تو صدقہ واجب ہوتا ہے، خود بخود بال ٹوٹنے سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

﴿پیر میں پچھنا لگوانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۰﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهٖ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

حل لغات: ظهر: پیٹھ جمع اَظْهُر، القدم: پاؤں جمع اَقْدام، وجع: درد والا جمع وَجْعُوْن.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں پاؤں کی پشت پر اس درد کی وجہ سے پچھنا لگوایا جو ان کو تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم پچھنا لگوا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح احتجم رسول الله الخ: مراد یہ ہے کہ اس انداز میں پچھنا لگوائے کہ بال ٹوٹنے نہ پائے۔

﴿میمونہ سے آپ کا نکاح﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۱﴾ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَكُنْتُ اَنَا الرَّسُوْلُ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

حل لغات: تزوج: تزوّج (تفعّل) بیاہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں میمونہ سے نکاح کیا، حالت حلال میں شب زفاف منائی اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حالت حلال اور احرام دونوں میں نکاح کیا جا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح تزوّج رسول الله صلى الله عليه وسلّم الخ: یہ حدیث شریف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے خلاف ہے، جس میں منقول ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ سے نکاح حالت احرام میں کیا تھا...... یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کی تخریج حضرت امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے کی ہے؛ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو راجح قرار دیتے ہوئے کہا جائے گا کہ آپ نے میمونہ سے نکاح حالت احرام ہی میں کیا تھا۔

﴿باب المحرم یجتنب الصید﴾

الفصل الاول

﴿محرم شکار سے اجتناب کرے﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۸۲﴾عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جُثَّامَةَ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ: اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: حمار: گدھا جمع حَمِير وحُمُر، وجهه: چہرہ جمع وُجُوه.

ترجمہ: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جنگلی گدھا جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، جب آپ مقام ابواء یاوڈان میں تھے؛ چناں چہ آپ نے واپس کردیا تو جب آپ نے اس کے چہرے پرغم کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا ہدیہ ہم نے صرف اس لیے واپس کردیا کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم شکار سے پرہیز کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح انه اهدی لرسول الله الخ: اس روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زندہ گدھا بھیجا گیا تھا اور دوسری روایتوں میں ہے کہ گوشت وغیرہ بھیجا گیا تھا، اس بارے میں حضرات محدثین یہ لکھتے ہیں کہ پہلے تو آپ کی خدمت میں زندہ گدھا ہی بھیجا گیا تھا، جب آپ نے اس کو قبول نہیں کیا تو بعد میں گوشت بھیجا گیا تھا"والاظهر انه اهداه حيا اوّلا ثم اهدى بعضه مذبوحاً"(مرقات۵/۳۸۶)۔فرد عليه فلما رأى ما في وجهه الخ: جناب نبی کریم ﷺ نے اس لیے واپس کردیا؛ تاکہ دوسرے لوگ شہ پاکران ایام میں شکار اپنا معمول نہ بنائیں اور جو اصل مقصد ہے وہ فوت ہوجائے۔

﴿حنفیہ کی مستدل حدیث﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۸۳﴾وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَاراً وَحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَرَاهُ، فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْقَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَساً لَهٗ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَنَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ، قَالَ: هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا، قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا.

حل لغات: حمار: گدھا جمع حَمِير وحُمُر، سوط: کوڑا جمع اَسْوَاط، لحم: گوشت جمع لُحُوم.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، مگر یہ اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے جو محرم تھے اور یہ خود غیر محرم تھے؛ چناں چہ ان کے دیکھنے سے پہلے ان کے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا، جب ان لوگوں نے دیکھا تو چھوڑ دیا یہاں تک کہ ابوقتادہ نے دیکھ لیا تو انہوں نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے ساتھیوں سے اپنا کوڑا مانگا تو ان کے ساتھیوں نے دینے سے انکار کردیا، تو انہوں نے خود سے لے کر اس پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ اس کو مار گرایا، پھر اس کا گوشت انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے کھایا؛ لیکن بعد میں یہ لوگ نادم ہوئے، جب ان لوگوں کی ملاقات جناب نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو اس

بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا اس میں سے تم لوگوں کے ساتھ کچھ ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اس کا پیر ہے، تو جناب نبی کریم ﷺ نے اسے لے کر کھایا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شکار کرے تو محرم اس کی کسی صورت میں بھی مدد نہ کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح فتخلف مع بعض اصحابه وهم محرمون الخ: مراد یہ ہیکہ محرم نہ شکار کرے اور نہ ہی شکار کرنیوالے کی مدد کرے، هل معكم منه شئ قالوا معنا رجله الخ: ان لوگوں نے چونکہ ابوقتادہ کی مدد نہ کی تھی اسلئے محرم اور غیر محرم سب کیلئے اس کا گوشت کھانا جائز تھا؛ اس لیے آپ نے عملی طور پر اس میں سے کھا کر یہ بتا دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿محرم کن جانوروں کو مار سکتا ھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ الْفَارَةُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: الفار: جمع ہے فَارَة کی بمعنی چوہا، الغراب: کوا جمع اَغْرُب، الحداة: چیل جمع حِدَأ، العقرب: بچھو جمع عَقَارِب۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کے اندر حالت احرام میں پانچ چیزوں کے مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۱) چوہا (۲) کوا (۳) چیل (۴) بچھو (۵) کاٹ کھانے والا کتا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم ان جانوروں میں سے کسی کو مار دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح خمس لا جناح على من قتلهن الخ: مراد یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں مذکور پانچ جانور میں سے کسی بھی جانور کو محرم حرم کے اندر بھی مار دیتا ہے تو نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ۔

﴿محرم کے لیے تکلیف دہ جانور کا مارنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۵﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحُدَيَّا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: الحية: سانپ جمع حَيَّات و حَيَوَات۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ تکلیف دہ جانور ہیں جنہیں حل اور حرم دونوں جگہ قتل کیا جا سکتا ہے (۱) سانپ (۲) ابلق کوا (۳) چوہا (۴) کاٹ کھانے والا کوا (۵) چیل۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ تکلیف دہ جانور کو محرم مار دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قال خمس فواسق يقتلن الخ: مراد یہ ہے کہ تکلیف دہ جانوروں کو محرم بھی مار سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے، خواہ حرم کے اندر ہو یا باہر۔

الفصل الثانی

﴿محرم کے لیے شکار کا گوشت استعمال کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۶﴾ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَحْمُ الصَّيْدِ لَكُمْ فِي الْإِحْرَامِ حَلَالٌ مَالَمْ تَصِيْدُوْهُ اَوْ يُصَادُ لَكُمْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ.

حل لغات: لحم: گوشت جمع لحوم، الصيد: صَادَ (ض) صَيْداً شکار کرنا۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے حالت احرام میں ایسے شکار کا گوشت حلال ہے، جسے نہ تم نے شکار کیا ہو اور نہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔

خلاصۂ حدیث محرم ایسے شکار کا گوشت کھا سکتا ہے، جس میں محرم کا کوئی عمل دخل نہ رہا ہو، اگر عمل دخل ہو جائے تو حرام ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح قال لحم الصید لکم فی الاحرام حلال الخ: مراد یہ ہے شکار کا گوشت محرم کی خدمت میں آئے تو وہ کھالے، کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر شکار کرانے میں خود محرم کا عمل دخل ہے تو کھانا ممنوع ہے؛ اسی طرح سے زندہ شکار بھیج دے تو اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے، اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ زندہ جانور آئے گا تو اس کے بنانے اور پکانے میں مشغولیت بڑھ جائے گی، جس کی وجہ سے اصل مقصد میں نقصان کا قوی امکان ہے؛ لیکن اگر گوشت آیا تو اس میں مشغولیت برائے نام ہوتی ہے، جیسے وہ دوسری چیز کھائے گا ویسا ہی اس گوشت کو کھا کر اپنے کام میں لگ جائے گا، اور نقصان نہ اٹھانا پڑے گا۔

﴿ٹڈی شکار کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجَرَادُ مِنْ صَیْدِ الْبَحْرِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ.

حل لغات: الجراد: جمع ہے جرادۃ کی بمعنی ٹڈی، صید: صَادَ (ض) صَیْداً شکار کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ٹڈی دریائی شکار ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم ٹڈی کا شکار کر سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح مراد یہ ہے کہ ٹڈی چونکہ دریائی جانور ہے اور محرم کیلئے صرف بری جانور کا شکار ممنوع ہے؛ اسلئے محرم ٹڈی کا شکار کر سکتا ہے "واحترز به عن البحری" (رد محتار ۳/۵۹۵) نیز قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دریائی جانوروں کا شکار محرم کے لیے درست ہے "وَاُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ مَا دُمْتُمْ حُرُماً"۔

﴿درندے کو مارنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِیَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: السبع: درندہ جمع اَسْبُع وسِبَاع.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محرم پھاڑ کھانیوالے جانور کو مار ڈالے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم درندے کو مار سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح یقتل المحرم السبع العادی: مراد یہ ہے کہ محرم کسی بھی پھاڑ کھانے والے جانور کو مار سکتا ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿بجو کا شکار کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۸۹﴾ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ قَالَ: سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ الضَّبُعِ اَصَیْدٌ هِیَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَقُلْتُ: اَیُؤْکَلُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَقُلْتُ: سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

حل لغات: الضبع: بجو جمع ضِبَاع، صید شکار، صَادَ (ض) صَیْداً شکار کرنا۔

تو جمه: حضرت عبدالرحمن بن ابوعمار سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے بجو کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا: کیا کھایا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا: کیا آپ نے یہ جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بجو ایک شکار ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح عن الضبع اصید هی فقال نعم الخ: اس حدیث شریف کی بنیاد پر حضرت امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ بجو کا شکار کرنا بھی درست ہے، اور اس کا گوشت کھانا بھی؛ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالک کہتے ہیں کہ بجو کا گوشت کھانا ممنوع ہے، ان حضرات کی دلیل حضرت خزیمہؓ والی روایت ہے "عن خزیمة بن جزی قال: سالت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم عن اکل الضبع قال او یأکل الضبع احد"۔

﴿محرم کے لیے بجو کا شکار ممنوع ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبُعِ، قَالَ: هُوَ صَيْدٌ وَيَجْعَلُ فِيْهِ كَبْشاً إِذَا أَصَابَهُ الْمُحْرِمُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

حل لغات: الضبع: بجو جمع ضِبَاع، کَبْشاً: مینڈھا جمع کِبَاش۔

تو جمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے بجو کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ شکار ہے، اگر محرم اس کا مرتکب ہو جائے تو بدلے میں مینڈھا دینا پڑے گا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم کے لیے بجو کا شکار کرنا ممنوع ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ویجعل فیه کبشا إذا اصابه المحرم: مراد یہ ہے کہ محرم نے بجو کا شکار کر لیا تو اس پر دم واجب ہوگا "ای فی جزاء قتله" (مرقات ۵/۳۹۰)۔

﴿بجو حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۱﴾ وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الضَّبُعِ، قَالَ: أَوَيَأْكُلُ الضَّبُعَ أَحَدٌ؟ وَسَأَلْتُهُ عَنْ أَكْلِ الذِّئْبِ، قَالَ: أَوْ يَأْكُلُ الذِّئْبَ أَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ.

حل لغات: الضبع: بجو جمع ضِبَاع، الذئب، بھیڑیا جمع ذِئَاب۔

تو جمه: حضرت خزیمہ بن جزی سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے بجو کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی بجو بھی کھاتا ہے؟ نیز میں نے آپ سے بھیڑیا کھانے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا کوئی بھیڑیا بھی کھاتا ہے؟

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ بجو اور بھیڑیا کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح اویاکل الضبع احد: مراد یہ ہے کہ بجو کا گوشت کھانا ممنوع ہے، دل علی حرمته اکل الضبع کما قال به ابو حنیفة ومالك خلافاً للشافعی واحمد" (مرقات ۵/۳۹۰)، اویاکل الذئب احد الخ: مراد یہ ہے کہ آدمی بھیڑیا کا گوشت نہ کھائے؛ اس لیے کہ اس میں فائدہ نہیں ہے نقصان ہی نقصان ہے۔

الفصل الثالث

﴿محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۲﴾ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَافَقَ مَنْ أَكَلَهُ، قَالَ: فَأَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: طیر: پرندہ جمع طُیُور، راقد: رَقَدَ (ن) رَقْداً سونا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عثمان التیمی سے روایت ہے کہ ہم حالت احرام میں طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ تھے کہ ان کے پاس ہدیہ میں ایک پرندہ آیا اور طلحہ سو رہے تھے، تو ہم میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے پرہیز کیا، جب طلحہ بیدار ہوئے، تو انہوں نے کھانے والوں کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے یہ جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھایا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح فاھدی له طیر: طیر سے مراد پرندے کا گوشت ہے "ای مشوی او مطبوخ" (مرقات ۳۹۱/۵) وافق من اکله الخ: مراد یہ ہے کہ انہوں نے محرم کیلئے کوئی شکار کا گوشت بھیجے تو اسکو کھانے کی اجازت دی اور اپنی بات کو مزید مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس طرح کا گوشت کھایا ہے۔

﴿باب الاحصار وفوت الحج﴾

احصار کے معنی: احصار کے معنی لغت کے اعتبار سے تو "روک لیا جانا" ہیں اور اصطلاح فقہ میں "احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرہ سے روکا جانا" احصار کہلاتا ہے "ای المنع او الحبس لغة، والمنع عن الوقوف والطواف شرعاً" (مرقات ۲/۶)

جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آجائے یعنی جس شخص نے احرام باندھا اور پھر جس کام کے واسطے (یعنی حج یا عمرہ کے لیے) احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے وہ روکا گیا تو اس کو "محصر" کہتے ہیں۔

احصار کی صورتیں حنفی مسلک کے مطابق احصار کی کئی صورتیں ہیں جو اس چیز کی ادائیگی سے کہ جس کا احرام باندھا ہے (یعنی حج یا عمرہ) حقیقۃً یا شرعاً مانع ہو جاتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **کسی دشمن کا خوف ہو:** دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور۔ مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہے جو حجاج کو ستاتا ہے یا لوٹتا ہے یا مارتا ہے آگے نہیں جانے دیتا، یا ایسے ہی کسی جگہ شیر وغیرہ کی موجودگی کا علم ہو۔

(۲) **بیماری:** احرام باندھنے کے بعد ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے آگے نہ جا سکتا ہو، یا آگے جا تو سکتا ہے مگر مرض بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۳) **عورت کا محرم نہ رہے:** احرام باندھنے کے بعد عورت کا محرم یا خاوند مر جائے، یا کہیں چلا جائے یا آگے جانے سے انکار کر دے۔

(۴) **خرچ کم ہو جائے:** مثلاً احرام باندھنے کے بعد مال واسباب چوری ہو جائے، یا پہلے ہی سے خرچ کم لے کر چلا ہو اور اب آگے کی ضروریات کے لیے روپیہ پیسہ نہ رہے۔

(۵) **عورت کے لیے عدت:** احرام باندھنے کے بعد عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے جس کی وجہ سے وہ پابندِ

عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت مقیم ہے اور اس کے جائے قیام سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے۔

(۷) **عورت کو اس کا شوہر منع کر دے**: بشرطیکہ اس نے حج کا احرام اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باندھا ہو، حج فرض کے روکنے کا اور حج نفل میں اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی یا غلام کو اس کا مالک منع کر دے۔ (رد محتار ۴/۴-۳)

احصار کی یہ تمام صورتیں حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں، بقیہ تینوں ائمہ کے ہاں احصار کی صرف ایک ہی صورت؛ یعنی دشمن کا خوف ہے، چناں چہ ان حضرات کے نزدیک دیگر صورتوں میں احصار درست نہیں ہوتا؛ بلکہ احرام کی حالت برقرار رہتی ہے۔

احصار کا حکم

جس محرم کو احصار کی مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ اگر مفرد ہو تو ایک ہدی کا جانور (مثلاً ایک بکری) اور اگر قارن ہو تو دو ہدی کے جانور (مثلاً دو بکری) کسی شخص کے ذریعہ حرم میں بھیج دے تاکہ وہ اس کی طرف سے وہاں ذبح ہو، یا قیمت بھیج دے کہ وہاں ہدی کا جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ذبح کا دن اور وقت بھی متعین کر دے؛ یعنی جس شخص کے ذریعہ جانور حرم بھیج رہا ہو اس کو یہ تاکید کر دے کہ یہ جانور وہاں فلاں دن اور فلاں وقت ذبح کیا جائے پھر وہ اس متعین دن اور وقت کے بعد احرام کھول دے، سر منڈانے یا بال کتروانے کی ضرورت نہیں۔ پھر آئندہ سال اس کی قضا کرے بایں طور کہ اگر اس نے احصار کی وجہ سے حج کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور اگر قران کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور دو عمرے کرے جبکہ عمرہ کا احرام اتارنے کی صورت میں صرف ایک عمرہ کیا جائے گا۔

اگر ہدی کا جانور بھیجنے کے بعد احصار جاتا رہے اور یہ ممکن ہو کہ اگر محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا اور حج بھی مل جائے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ فوراً روانہ ہو جائے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں ہوگا، تاہم اگر وہ حج کو روانہ ہو جائے اور وہاں اس وقت پہنچے جب کہ ہدی کا جانور بھی ذبح ہو چکا ہو اور حج کا وقت بھی گزر چکا ہو تو اس صورت میں وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے۔

حج فوت ہو جانے کا مطلب اور اس کا حکم

حج فوت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص حج کیلئے گیا، اسنے احرام بھی باندھ لیا تھا؛ مگر کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ وہ عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سے بقرعید کی صبح تک کے عرصہ میں ایک منٹ کے لیے بھی وقوف عرفات نہ کر سکا، (یاد رہے کہ وقوف عرفات کا وقت عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور بقرعید کی فجر طلوع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے، اس عرصہ میں وقوف عرفات فرض ہے خواہ ایک ہی منٹ کے لیے کیوں نہ ہو) تو اس صورت میں حج فوت ہو جائے گا، اور جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے اسے فائت الحج کہتے ہیں۔

جس شخص کا حج فوت ہو جائے اس کو چاہیے کہ عمرہ کر کے یعنی خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد احرام کھول دے، اگر مفرد ہو تو ایک عمرہ کرے اور اگر قارن ہو تو دو عمرے کرے اور اس کے بعد سر منڈوا دے یا بال کتروا دے اور پھر سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرے۔

حج فوت ہو جانے کے سلسلہ کا ایک پیچیدہ مسئلہ

جس شخص کا حج فوت ہو رہا ہو اس کے بارہ میں ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں بقرعید کی رات کے بالکل آخری حصہ میں اس

حال میں پہنچے کہ اس نے ابھی تک عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو، اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر عرفات جاتا ہوں تو عشاء کی نماز جاتی رہے گی، اور اگر عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو وقوف عرفات ہاتھ نہیں لگے گا، اس صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کے متعلق بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ اسے عشاء کی نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے اگر چہ وقوف عرفات فوت ہو جائے، جبکہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ عشاء کی نماز چھوڑ دے اور عرفات چلا جائے۔ چناں چہ فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اگر عشاء کا وقت بھی تنگ ہو اور وقوف عرفات بھی نکلا جا رہا ہو تو اس صورت میں نماز چھوڑ کر عرفات چلے جانا چاہیے۔

الفصل الاول

﴿ذات نبی کے ساتھ احصار﴾

﴿حدیث نمبر۲۵۹۳﴾عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدْ أُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهٗ وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَاماً قَابِلاً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: احصر: اَحْصَرَ (افعال) عن السفر روکنا، راسه: سر جمع رُؤُس، نساء: جمع ہے امرأۃ کی بمعنی عورت۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ روک دیئے گئے تھے، تو انہوں نے اپنا سر منڈایا، اپنی بیویوں سے صحبت کی اور اپنی ہدی ذبح کی، پھر اگلے سال آپ نے عمرہ ادا کیا۔

خلاصۂ حدیث آدمی کو حج وعمرہ سے روک دے اور حالات زیادہ خراب ہوں تو رک جائے آگے نہ بڑھے بعد میں ادا کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح قد احصر رسول اللّٰه الخ: جناب نبی کریم ﷺ ۶ھ میں اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے نکلے، لیکن آپ کو کفار مکہ نے حدیبیہ میں روک دیا تو آپ وہیں رک گئے اور آگے نہ بڑھے، فحلق راسه: مراد یہ ہے کہ آپ عمرہ کیے بغیر حلال ہو گئے۔ وجامع نساء ہ ونحر هدیه الخ: وجامع نساء ہ میں حرف واو مطلقاً اظہار جمع کے لیے استعمال کیا گیا ہے، یعنی سر منڈانا وغیرہ، یہاں ترتیب کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ اصل ترتیب کے مطابق آپ ﷺ نے نحر کے بعد احرام کھولا اور اس کے بعد اپنی ازواج سے ہمبستر ہوئے؛ چناں چہ بخاریؒ و مسلمؒ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے رفقاء نے حدیبیہ میں احرام کھولا جب آپ کو مشرکین مکہ نے (مکہ جانے سے) روکا؛ چناں چہ جناب نبی کریم ﷺ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے، آپ نے نحر کیا؛ یعنی ہدی کا جانور ذبح کیا، پھر سر منڈایا اور پھر اپنے رفقاء سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور نحر کرو اور پھر سر منڈاؤ "ہدایہ نے اس کے بعد یہ نقل کیا کہ" پھر سر منڈانے کے بعد انہوں نے احرام کھول دیا۔

ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ہدایہ کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ محصر ہدی کا جانور ذبح ہونے سے پہلے احرام نہیں کھولتا، اسی لیے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی محصر نے ہدی کا جانور حرم روانہ کیا اور اس جانور کو لے جانے والے سے یہ تاکید کی کہ اس جانور کو فلاں دن اور فلاں وقت ذبح کر دینا اور پھر اس نے اس متعین دن میں یہ سمجھ کر کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہوگا اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی ایسا فعل کیا جو حالتِ احرام میں ممنوع ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہدی کا وہ جانور اس متعین دن میں ذبح نہیں ہوا تھا یا ذبح تو اسی دن ہوا تھا، مگر حرم میں ذبح ہونے کی بجائے حرم سے باہر ذبح ہو گیا تھا تو اس صورت میں اس نے خلاف احرام جس قدر فعل کیے ہوں گے ہر فعل کے عوض جزا دینی پڑے گی۔

احصار کی ہدی کہاں ذبح کی جائے؟ احصار کی ہدی کے علاوہ باقی ہدایا کے بارے میں تو حنفیہ اور شوافع کا اتفاق ہے کہ وہ حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائیں؛ مگر حج یا عمرہ کے احصار کی ہدی کہاں ذبح کی جائے؟

اس بارہ میں دونوں کے اختلافی اقوال ہیں، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ احصار کی ہدی اس جگہ ذبح کی جائے جہاں احصار کی صورت پیش آئی ہو، جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ احصار کی ہدی حرم میں بھیجی جائے اور وہاں ذبح ہو، حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائے؛ کیونکہ خاص دنوں میں اور خاص موقع پر ہدی کا ذبح ہونا عبادت ہے، اور جب یہ بات ہے کہ ایک خاص وقت اور خاص جگہ ہدی کا ذبح کرنا عبادت شمار کیا جاتا ہے تو اگر اسکے خلاف کیا گیا؛ یعنی اس ہدی کو ذبح کرنے کی جو خاص جگہ (یعنی حرم) ہے اگر وہاں یہ ہدی ذبح نہ کی گئی تو عبادت کہاں رہی؟ اور جب عبادت رہی نہ تو اسکی وجہ سے حلال ہونا (یعنی احرام کھولنا) کس طرح درست ہوگا؟

حضرت امام شافعیؒ کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اپنی ہدی حدیبیہ میں ذبح کی جو حل میں؛ یعنی حرم سے باہر ہے، اس کا جواب حنفیہ کی جانب سے یہ دیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہدی کے جانوروں کا حرم میں پہنچنا ممکن ہی نہیں تھا اس مجبوری کی بنا پر آپ نے اور صحابہؓ نے اپنی ہدی وہیں ذبح کر دی، نیز بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ تو حل میں ہے اور کچھ حصہ حرم میں ہے؛ اس لیے ہوسکتا ہے کہ آپ نے اور صحابہؓ نے ہدی کے جانور حدیبیہ کے اس کے حصے میں ذبح کیے ہوں جو حرم میں شامل ہے۔

﴿محصر کے لیے حلق یا قصر کرانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۴﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: فحال: حَالَ (ن) حَائِلًا حائل ہونا، البیت: گھر جمع بیوت.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے؛ لیکن کفار قریش گھر کے درمیان حائل ہوگئے، تو جناب نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب نے اپنی ہدی کی قربانی کی اور حلق وقصر کیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی محرم کو بیچ راستے میں روک دے، تو اس کو چاہیے کہ حلق یا قصر کرلے تاکہ یہ یقین ہوجائے کہ اب واپسی کا پختہ ارادہ ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح فحال کفار قریش دون البیت: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو مع اصحاب کے کفار قریش نے حدیبیہ میں روک دیا، فنحر النبی الخ: یعنی حدیبیہ کے آس پاس تک حرم کا علاقہ ملتا ہے، اسی علاقہ میں لے جا کر قربانی کی تھی، وحلق وقصر: محصر کے لیے حلق یا قصر کرانا واجب نہیں ہے؛ اس لیے کہ حلق یا قصر تو افعال حج وعمرہ کے بعد کیے جاتے ہیں اور محصر نے ابھی حج وعمرہ کے امور انجام نہیں دیے ہیں؛ اس لیے حلق یا قصر کرانا واجب نہیں ہے، اور آپ نے جو حلق کرایا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ مجمع بڑا ہے، واپسی کے لیے کہیں گے تو کھلبلی مچ جائے گی؛ اس لیے آپ نے حلق کرالیا تاکہ سب کو یقین ہوجائے کہ اب واپسی کا وقت آگیا ہے، دیکھا نہیں آپ نے خود حلق کرانے سے پہلے حضرات صحابۂ کرام کو حلق کرانے کے لیے کہا تو کسی نے نہیں کیا "هل يحلق راسه ام لا فقال قوم ليس عليه" (مرقات ۳/۶)۔

﴿قربانی کے بعد حلق کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۵﴾ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَّحْلِقَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: امر: اَمَرَ (ن) اَمْرًا حکم کرنا، اصحابه: جمع ہے اصحاب کی بمعنی ساتھی۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حلق سے پہلے قربانی کی اور اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ محرم قربانی کے بعد ہی حلق کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح نحر قبل ان یحلق الخ: مراد یہ ہے کہ محرم قربانی کے بعد ہی حلق یا قصر کرے۔

﴿احصار کی صورت میں کیا کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ: اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ اِنْ حُبِسَ اَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَاماً قَابِلاً فَيُهْدِيَ اَوْ يَصُوْمَ اِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْياً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: حبس: حَبَسَ (ض) حَبْساً عن الشئی روکنا، شیئی چیز جمع اشیاء۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تمہارے لیے جناب نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے؟ اگر تم میں سے کسی کو حج سے روک دے تو وہ خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد ہر چیز سے حلال ہو جائے اور اگلے سال آکر حج کرے، قربانی نہ کر سکے تو روزہ رکھے۔

خلاصۂ حدیث احرام کے بعد کسی کو حج سے روک دے تو زور زبردستی نہ کرے، اگلے سال اس کی قضا کر لے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان حبس احدکم عن الحج الخ: مراد یہ ہے کہ احرام کے بعد کسی کو حج سے روک دے تو جتنے امور آسانی کے ساتھ ادا ہو سکے کر لے، زور زبردستی نہ کرے، اور وہ حلال ہو جائے، حتی یحج عاماً قابلاً: مراد یہ ہے کہ جس حج یا عمرے کا احرام باندھا ہے، اگلے سال اس کی قضا کر لے۔

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ "فائت الحج" اور "محصر" کے حکم میں تھوڑا سا فرق ہے۔ "فائت الحج" کے لیے تو یہ حکم ہے کہ اگر وہ مفرد ہو (یعنی اس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو) تو طواف وسعی کر کے احرام کھول دے، اس پر صرف سال آئندہ اس حج کی قضا واجب ہے، عمرہ اور ہدی اس کے لیے واجب نہیں ہے۔

محصر کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ مفرد ہو اور اسے حرم میں پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں احصار کی کوئی صورت پیش آجائے تو وہ پہلے ہدی کا جانور حرم بھیجے، جب وہ جانور حرم میں پہنچ کر ذبح ہو جائے تو وہ احرام کھول دے، اور آئندہ سال اس حج کی قضا کرے اور اس کے ساتھ ہی ایک عمرہ بھی کرے۔

لیکن حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر سال آئندہ صرف حج کرنا ہی واجب ہوگا عمرہ کرنا ضروری نہیں ہوگا؛ کیوں کہ وہ صرف حج سے محصر ہوا ہے اور چوں کہ ہدی کا جانور بھیج کر اس نے احرام کھولا تھا تو بس اس کے بدلہ اس کے ذمہ صرف حج ہی ہے عمرہ نہیں ہے۔

اور اگر محصر قارن ہو (یعنی اس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو) تو وہ بھی ہدی کا جانور حرم میں بھیجے اور وہاں اس جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد احرام کھول دے؛ لیکن سال آئندہ اس پر اس حج کی قضا اور اس کے ساتھ دو عمرے واجب ہوں گے، اس پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک حج اور عمرہ تو اصلی حج وعمرہ کے بدلہ ادا کرنا ہوگا، اور دوسرا عمرہ اس واسطے کہ اس سے حج اور عمرہ فوت ہوا؛ اس لیے اس کی جزا کے طور پر ایک عمرہ ادا کرنا ہوگا۔

اور اگر احصار کی صورت حرم پہنچنے سے پہلے راستہ میں پیش نہ آئے؛ بلکہ حرم پہنچ کر پیش آئے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے وقوف عرفات

سے تو عاجز رہے مگر طواف اور سعی کر سکتا ہو تو وہ طواف وسعی کرنے کے بعد؛ یعنی عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے، اور پھر آئندہ سال اس حج کی قضا کرے اور ہدی کا جانور ذبح کرے اور اگر ہدی کا جانور ذبح نہ کر سکتا ہو تو روزہ رکھے؛ مذکورہ حدیث میں یہی صورت بیان فرمائی گئی ہے۔

"فائت الحج" اگر قارن ہو تو پہلے وہ عمرہ کے لیے طواف وسعی کرے، پھر حج فوت ہو جانے کے بدلہ میں طواف وسعی کرے، اس کے بعد سر منڈوائے یا بال کتروائے اور احرام کھول دے، اس کے ذمہ سے قران کی قربانی ساقط ہو جائے گی، اور اگر وہ متمتع ہوگا تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا اور اس کے ذمہ سے تمتع کی قربانی بھی ساقط ہو جائے گی، اگر وہ اس کی قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو تو اس کو جو چاہے کرے۔

جس طرح مفرد کا حج فوت ہو جانے کی صورت میں اس پر آئندہ سال صرف حج کی قضا ہی واجب ہوتی ہے اسی طرح قران اور تمتع کی صورت میں بھی اس پر آئندہ سال صرف حج کی قضا واجب ہوگی۔

﴿مرض بھی احصار کا سبب ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا: لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ؟ قَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا اَجِدُ نِيْ اِلَّا وَجِعَةً، فَقَالَ لَهَا: حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ وَقُوْلِي اللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: اردت: اَرَادَ (افعال) ارادہ کرنا، وجعة: مرض، وَجِعَ (س) وَجْعاً مریض ہونا۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ضباعہ بنت زبیر سے ملاقات کر کے ان سے کہا: شاید تم حج کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں تو آپ نے فرمایا: تم حج کا ارادہ کر لو اور یہ کہہ کر شرط لگا لو "اے اللہ میرے احرام سے نکلنے کی جگہ وہ ہے جہاں میں روک دی جاؤں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مرض بھی احصار ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح واللّٰہ ما اجد نی الا وجعة الخ: مراد یہ ہے کہ میرا ارادہ تو حج کرنے کا ہے؛ لیکن مرض کی وجہ سے میں اس قدر کم زور ہوں کہ مجھے احساس ہے کہ میں خانۂ کعبہ تک نہ پہنچ سکوں گی، فقال لها حجيو اشترطی الخ: مراد یہ ہے کہ تم حج کا ارادہ کر لو اور اس کے ساتھ یہ شرط لگا لو کہ میں جہاں تک جا سکتی ہوں جاؤں گی آگے نہ بڑھ سکی تو وہی جگہ میرے لیے حلال ہونے کی جگہ ہوگی "محل خروجه من الحج و موضع حلالی من الاحرام" (مرقات ۶/۳)۔

جن ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ احصار کی صرف ایک ہی صورت؛ یعنی دشمن کا خوف ہے اور بیماری سے احصار نہیں ہوتا، ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ اگر مرض کی وجہ سے احرام کھول دینا مباح ہوتا تو جناب نبی کریم ﷺ حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ بالا شرط کرنے کا حکم نہ دیتے؛ کیوں کہ جب مرض کی وجہ سے احصار ہو ہی جاتا تو پھر شرط کا کیا فائدہ حاصل ہوتا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک چوں کہ یہ ہے کہ احصار مرض کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے؛ اس لیے وہ حضرت حجاج بن عمروؓ انصاری کی حدیث کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں جو آگے آ رہی ہے، نیز ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرط کے منکر تھے، جو لوگ شرط کے قائل تھے ان سے حضرت ابن عمرؓ یہی فرماتے تھے کہ کیا تمہارے لیے جناب نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے؟ یعنی جب اس بارے میں آپ کا واضح حکم موجود ہے تو پھر شرط کو اختیار کرنے کا کیا معنی؟ اب رہی یہ بات کہ جب مرض کی وجہ سے

احرام کھول دینا مباح تھا تو پھر حضرت ضباعہؓ کو شرط کا حکم دینا کس مقصد سے تھا اور اس کا کیا فائدہ تھا؟ حنفیہ کہتے ہیں کہ ضباعہؓ کے حق میں شرط کا فائدہ یہ تھا کہ وہ احرام کی پابندیوں سے جلد آزاد ہو جائیں؛ اس لیے کہ وہ اگر یہ شرط نہ کرتیں تو انہیں احرام سے نکلنے میں دیر لگتی بایں طور کہ جب ان کی ہدی کا جانور حرم پہنچ کر ذبح ہو جاتا تب ہی وہ احرام کھول سکتی تھیں، چناں چہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ محرم کے لیے احرام کھولنا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ اس کی ہدی حرم میں ذبح نہ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ احرام باندھتے وقت یہ شرط کرلے کہ جس جگہ بھی مجھے احصار کی صورت پیش آجائے گی میں وہیں احرام کھول دوں گا تو وہ محض احصار کی صورت پیش آجانے پر ہدی کا جانور ذبح ہوئے بغیر احرام سے باہر ہو سکتا ہے۔

الفصل الثانی

﴿محصر ھدی کی بھی قضا کرے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۸﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّبَدِّلُوْا الْهَدْىَ الَّذِىْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِىْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ. رَوَاهُ

حل لغات: امر: اَمَرَ (ن) اَمراً حکم کرنا، القضاء: قَضیٰ (ض) قَضاءً بعد میں ادا کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر ان جانوروں کے بدلے میں ہدی دیں جن کو حدیبیہ کے سال ذبح کیا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدی حرم میں ذبح نہ کر سکے تو حج وعمرہ کی قضا کے وقت ہدی کی بھی قضا کرلے۔

کلمات حدیث کی تشریح امر اصحابه ان يبدلوا الهدى الخ: روایتوں سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے عمرة القضاء کے موقع پر بطور قضا ہدی پیش کی ہو؛ اسلئے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے تو ہدی حرم میں ذبح کی تھی جس کی وجہ سے آپ کو بطور قضا دوبارہ ہدی لے جانے کی ضرورت نہیں، البتہ جن حضرات نے حدیبیہ کے سال اپنی ہدی حرم سے باہر ہی ذبح کر دی تھی انہیں قضا کا حکم دیا گیا "فانه امرهم بالابدال لانهم نحروا هدايا هم فى الحديبية خارج الحرم، وفيه دلالة على أنه صلى الله عليه وسلم ومن تبعه ذبحوا دم احصار هم فى ارض الحرم" (مرقات ۶/۴)۔

﴿عذر بھی احصار کا سبب ھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۵۹۹﴾ وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِىِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِىُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوُدَ فِىْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى اَوْ مَرِضَ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفِى الْمَصَابِيْحِ ضَعِيْفٌ.

حل لغات: کسر: کَسَرَ (ض) کَسراً توڑنا، عرج: عَرِجَ (س ف) عَرَجاً لنگڑا ہونا۔

ترجمہ: حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس کا پیر ٹوٹ گیا یا لنگڑا ہو گیا تو وہ حلال ہو گیا؛ لیکن آئندہ سال اس پر حج ہے۔

خلاصۂ حدیث محرم کے اعضاء ٹوٹنے پھوٹنے کی وجہ سے وہ چلنے کے قابل نہ رہ سکے تو وہ بھی محصر کے حکم میں ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح من كسر او عرج: مراد یہ ہے کہ احرام کی حالت میں محرم کے اعضاء ٹوٹ جائیں اور آدمی چلنے پھرنے کے لائق نہ رہے تو وہ بھی محصر ہے، فقد حل وعليه الحج الخ: مراد یہ ہے کہ وہ اس سال

حلال ہو جائے اور محصر کی طرح اگلے سال اپنے حج وعمرہ کی قضا کرے۔

﴿حج کا رکن اعظم﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۰﴾وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيْلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْحَجُّ عَرَفَةُ مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ، اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حل لغات: ادرك: اَدْرَكَ (افعال) پانا، ليلة: رات جمع لَيَالِي، يومين: يوم کا تثنیہ ہے بمعنی دن جمع اَيَّام.

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن یعمر الدیلی سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عرفہ حج ہے جس شخص نے مزدلفہ کی رات طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفہ پالیا، اس نے حج کو پالیا، منیٰ کے تین دن ہیں تو جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں آجائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو تاخیر کرے اس پر بھی گناہ نہیں ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح الحج عرفة: مراد یہ ہے کہ وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے "ای ملاك الحج ومعظم ارکانه وقوف عرفة لانه يفوت بفوته" (مرقات۶/۵) فقد ادرك الحج الخ: "اس نے حج کو پالیا" کا مطلب یہ ہے کہ اسکا حج فوت نہیں ہوا اور وہ حج میں کسی خرابی اور فساد سے مامون رہا، بشرطیکہ اسنے احرام کا وقت پورا ہونے سے پہلے بیوی سے ہم بستری یا کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کیا ہو جو احرام کی حالت میں ممنوع ہے، اور یہ بات تو پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ جس شخص کا حج فوت ہو جائے؛ یعنی وہ ذی الحجہ کی دسویں رات کی طلوع فجر تک ایک منٹ کیلئے بھی وقوف عرفات نہ کرسکے تو اس پر یہ واجب ہوگا کہ وہ عمرہ کے افعال یعنی طواف وسعی کے بعد احرام کھول دے، آئندہ سال کے حج تک مسلسل احرام باندھے رہنا اس کیلئے حرام ہے۔

"جو شخص جلدی کرے الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بارہویں تاریخ کو ظہر کے بعد تینوں مناروں پر کنکریاں مار کر مکہ چلا آئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اور تیرہویں رات میں قیام منیٰ اور تیرہویں تاریخ کو کنکریاں مارنا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا؛ اسی طرح "جو شخص تاخیر کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بارہویں تاریخ کو رمی جمرات کے بعد منیٰ ہی میں ٹھہرا رہے تا آنکہ تیرہویں رات کو بھی رمی جمرات کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، گویا جواز کے اعتبار سے تو دونوں صورتیں برابر ہیں؛ البتہ کثرت عبادت کے پیش نظر تاخیر افضل ہے۔

منقول ہے کہ اہل جاہلیت میں دو فریق تھے، ایک فریق تو تعجیل کو گناہ کہتا تھا اور دوسرا فریق تاخیر کو؛ چناں چہ یہ حکم نازل ہوا کہ تعجیل اور تاخیر دونوں برابر ہیں ان میں سے کسی میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿باب حرم مكة حرسها الله تعالىٰ﴾

"حرم" زمین کے اس قطعہ کو کہتے ہیں جو کعبہ اور مکہ کے گرداگرد ہے، اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی عظمت کے سبب اس زمین کو بھی معظم ومکرم کیا ہے، اس زمین کو حرم اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطۂ زمین کی بزرگی کی وجہ سے اس کی حدود میں ایسی بہت سی چیزیں حرام قرار دی ہیں جو اور جگہ حرام نہیں ہیں، مثلاً حدودِ حرم میں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور جانوروں کو ستانا وغیرہ درست نہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ زمین کا یہ حصہ "حرم" اس طرح مقرر ہوا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو شیاطین سے ڈرتے تھے کہ مجھے

ہلاک نہ کرڈالیں؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت ونگہبانی کے لیے فرشتوں کو بھیجا، ان فرشتوں نے مکہ کو چاروں طرف سے گھیرلیا، لہٰذا مکہ کے گرداگرد جہاں جہاں فرشتوں نے کھڑے ہوکر حدبندی کی وہ حرم کی حد مقرر ہوئی، اوراس طرح کعبہ مکرمہ اوران فرشتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے درمیان جو زمین آگئی، وہ حرم ہوئی، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب کعبہ بناتے وقت حجراسود رکھا تو اس کی وجہ سے ہر چہار طرف کی زمین روشن ہوگئی، چناں چہ اس کی روشنی اس زمین کے چاروں طرف جہاں جہاں تک پہنچی، وہیں حرم کی حد مقرر ہوئی، زمین حرم کے حدود یہ ہیں، مدینہ منورہ کی طرف تین میل (مقام تنعیم تک) یمن، طائف، جعرانہ اور جدہ کی طرف سات سات میل، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جدہ کی طرف دس میل اور جعرانہ کی طرف نو میل، چاروں طرف جہاں جہاں حرم کی زمین ختم ہوتی ہے، وہاں حدود کی علامت کے طور پر برجیاں بنی ہوئی ہیں مگر جدہ اور جعرانہ کی طرف برجیاں نہیں ہیں۔

الفصل الاول

﴿حرم مکہ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۰۱﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ.

حل لغات: هجرة: هَجَرَ (ن) هَجْراً وهِجْرَاناً چھوڑنا، جهاد: اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرنا، جَهَدَ (ف) جَهْداً بہت کوشش کرنا، البلد: شہر جمع بِلاد، شوك: کانٹا جمع اَشْوَاك۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ہجرت نہیں ہے؛ لیکن جہاد اور نیت ہے؛ اسلئے جب تمہیں نکلنے کیلئے کہا جائے تو نکل جاؤ، نیز آپ نے فتح مکہ کے دن کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو زمین وآسمان کے پیدا کرنے کے دن ہی حرام کیا ہے؛ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے، اس زمین میں نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے قتال حلال ہوا اور نہ میرے لیے مگر دن کے ایک حصے میں؛ چناں چہ یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی وجہ سے قیامت تک حرام ہے؛ اس لیے نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے، نہ اس کا شکار بھگایا جائے، اور نہ ہی اس کا لقطہ اٹھایا جائے؛ مگر یہ کہ جو اس کا اعلان کرے، اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے، تو عباسؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مگر اذخر؛ اس لیے کہ وہ کاریگروں اور گھروں کے لیے ہے تو آپ نے فرمایا: مگر اذخر۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی حرمت کے اعزاز میں پورے ارض حرم میں کسی جاندار کو مارنا یا کسی پودے کو کاٹنا حرام ہے، مگر اذخر ایک ایسی گھاس ہے جسے کاٹ سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح **لا هجرة:** مراد یہ ہے کہ اب مکہ مکرمہ فتح ہوکر امن وامان قائم ہوگیا؛ اس لیے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت جو فرض کے درجے میں تھی وہ فرضیت ساقط ہوگئی "من مكة إلى المدينة مفروضة" (مرقات ۵/۶)، **ولكن جهاد ونية:** یعنی ہجرت چوں کہ مجبوری میں کی جاتی ہے، فتح مکہ کے بعد مجبوری چوں کہ ختم ہوگئی اور اسلام کی شان دوبالا ہوگئی ہے؛ اس لیے اب جہاد اور اخلاص نیت ہے، آدمی ہجرت کے بجائے جہاد اور اخلاص نیت کی طرف توجہ مبذول

کرے اور جب جہاد کے لیے کہا جائے تو فوراً تیار ہو جائے، وقال فتح مکۃ ان هذا البلد حرمه الله الخ: مراد یہ ہے کہ پورا ارض حرم محترم ہے؛ اس لیے اس کے پورے حدود میں کسی جاندار کو مارنا یا پودا وغیرہ کاٹنا حرام ہے "ای مکۃ یعنی حرمها او المراد بالبلد ارض الحرم جمیعاً" (مرقات ۶/۶)، إلا الاذخر فانه لقینهم ولبیوتهم الخ: لقینهم سے مراد لوہار اور سنار ہیں؛ یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے حدود حرم کے تمام پیڑ پودوں کو کاٹنے سے روک دیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ! اس حکم سے اذخر کو الگ کر دیا جائے؛ اس لیے لوہار اور سنار اس گھاس کو جلا کر اپنی روزی روٹی کا مسئلہ حل کرتے ہیں اور بہت سے لوگ اس گھاس سے اپنے گھر کی چھاؤنی کرتے ہیں تو جناب نبی کریم ﷺ نے حدود حرم میں بھی اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دی۔

﴿مکے میں ہتھیار اٹھانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یحمل: حَمَلَ (ض) حَمْلاً اٹھانا، السلاح: ہتھیار جمع اَسْلِحَة.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ مکے میں ہتھیار اٹھائے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بلا ضرورت کوئی ہتھیار نہ اٹھائے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا یحل لا حدکم ان یحمل بمکۃ السلاح: مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی آدمی بلا ضرورت ہتھیار نہ اٹھائے "ای بلا ضرورۃ عند الجمهور" (مرقات ۶/۷)۔

﴿حرم میں مرتد کو قتل کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ، جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ اُقْتُلْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: المغفر: لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنتے ہیں جمع مَغَافِر، رجل: آدمی جمع رِجَال.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ فتح کے دن مکے کے اندر اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پہ لوہے کی ٹوپی تھی، جب آپ نے اسکو اتارا تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کا پردہ تھامے ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا اسکو قتل کردو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کلیدی مجرموں کو حرم ہی میں سزا دی جا سکتی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح دخل مکۃ یوم الفتح وعلیٰ راسه المغفر: حدیث شریف کے ان کلمات کے بنیاد پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ آپ کے سر مبارک پہ لوہے کی ٹوپی ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے؛ اسلئے اب بھی بلا احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش باقی ہے، البتہ حضرات احناف کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی حرمت کا تقاضہ ہے کہ کوئی آدمی بلا احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو، نیز آپ نے بغیر احرام داخل ہونے سے منع بھی کیا ہے "عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تجاوزوا المیقات بغیر احرام" (مرقات ۶/۸) اور آپ جو مغفر پہن کر داخل ہوئے تھے وہ اسلئے کہ آپ کیلئے مکہ حلال ہو گیا تھا "ودخوله صلی الله علیه وسلم عام

الفتح بغیر احرام حکم مخصوص بذالک الوقت "(مرقات ۸/۶)، اب چاروں مسلک والوں کا اس بات پر اجماع ہوگیا ہے کہ بغیر احرام کے بھی حدود حرم میں داخل ہوا جاسکتا ہے۔ **فقال اقتلہ**: حدیث شریف کے ان کلمات کی بنیاد پر حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ کسی کو قصاصاً حدود حرم میں قتل کیا جاسکتا ہے؛ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے کہ حدود حرم میں قصاصاً کسی کو قتل کرنا صحیح نہیں ہے؛ اسلئے کہ ابن خطل کو قصاصاً نہیں؛ بلکہ اسکو ارتداد کی بنیاد پر قتل کیا تھا "والظاھر انہ انما قتلہ لارتدادہ" (مرقات ۸/۶)، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ابن خطل کو قصاصاً ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو یہ اسلئے تھا کہ اس دن آپ کیلئے مکہ مکرمہ حلال کردیا تھا؛ اسلئے اس دن تو قصاصاً قتل کرنا درست تھا، اب نہیں۔ "بان ھذا کا ن فی الساعۃ التی احلت لہ" (مرقات ۸/۶)۔

﴿بغیر احرام کے مکے میں داخل ہونا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۰۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یوم: دن جمع اَیَّام، العمامۃ: پگڑی، خود کا وہ حصہ جو سر کے برابر بنا کر ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے، جمع عَمَائِم۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ فتح کے دن بغیر احرام کے مکے کے اندر اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ پر کالی پگڑی تھی۔

خلاصۂ حدیث مکہ مکرمہ آپ کے لیے اس دن حلال کردیا گیا تھا، اس لیے آپ بغیر احرام ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے تھے۔

کلمات حدیث کی تشریح **وعلیہ عمامۃ سوداء**: مغفر کا دوسرا نام عمامہ بھی ہے، اس لیے الفاظ کی بازی گیری میں نہ پڑنا، اس پر نہ الجھنا چاہیے کہ یہاں عمامہ ہے اور پیچھے مغفر تھا، اصل حقیقت ہے کیا؟

﴿کعبہ پر حملہ کرنے والے کے لیے وعید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۰۵﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْزُوْا جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یغز: غزاہ (ف) غَزْواً، القوم جہاد کیلئے نکلنا، جیش: لشکر جمع جیوش، یخسف: خَسَفَ (ض) خُسوفاً دھنس جانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک لشکر خانۂ کعبہ پہ حملے کا ارادہ کرے گا تو جب وہ زمین کے ایک میدانی حصے میں پہنچے گا تو وہ اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ اول سے آخر تک کیسے دھنسا دیا جائے گا، جب کہ ان میں کاروباری اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اول سے آخر تک دھنسا دیا جائے گا؛ البتہ وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک لشکر خانۂ کعبہ پہ حملہ آور ہوگا، لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے گا اور خانۂ کعبہ تک پہنچنے سے پہلے ہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

کلمات حدیث کی تشریح **یغزوا جیش الکعبۃ**: مراد یہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک عظیم لشکر خانۂ کعبہ پہ حملے کا ارادہ کرے گا "ای یقصد (جیش) ای عسکر عظیم فی آخر الزمان" (مرقات ۹/۶)، **فاذا کانوا ببیداء الخ** بیداء سے مراد مدینہ منورہ سے قریب وہ میدان ہے جس کا نام بیداء ہے؛ یعنی یہ لشکر جب اپنے ناپاک ارادے سے خانۂ کعبہ کی طرف

بڑھے گا تو پورے کے پورے لشکر کو مقامِ بیدار میں دھنسا دیا جائے گا۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ ایسے لوگ لشکر کے ناپاک ارادوں کے ہمنوا نہ ہوں گے اور خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانا یا اس کی توہین کرنا ان کا مقصد نہیں ہوگا؛ مگر چونکہ وہ لشکر میں شامل ہو کر نہ صرف یہ کہ ان کی بھیڑ میں اضافہ کریں گے؛ بلکہ ایک طرح سے ان کے ناپاک ارادوں میں اعانت کا سبب بھی بنیں گے؛ اس لیے پورے لشکر کے ساتھ ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ہاں! پھر قیامت میں سب کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا کہ جو شخص کسی مجبوری اور زبردستی کے تحت لشکر میں شامل ہوا ہوگا اور اس کی نیت صاف اور اس کا قلب ایمان واسلام کی روشنی سے منور ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا، اور جو لوگ واقعی ناپاک ارادوں کے ساتھ اور بہ نیتِ کفر لشکر میں شامل ہوں گے انہیں دوزخ کی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

﴿کعبه په حمله کرنے والے کی نشانی﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۶﴾وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: یخرب: خَرَّبَ (تفعیل) البیت ڈھانا، السویقتین: تثنیہ ہے سُوَیق کا ساق کی تصغیر ہے بمعنی پنڈلی۔

ترجمه: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانے والے لشکر میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کی پنڈلیاں پتلی اور چھوٹی ہوں گی۔

خلاصۂ حدیث خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانے والوں میں کچھ لوگ عیب دار بھی ہوں گے جو بڑے فتنہ باز ہوتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح یخرب الکعبة: مراد خانہ کعبہ کو نقصان پہنچا کر دم لے گا، ذو السویقتین: مراد یہ ہے کہ اس لشکر میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کی پنڈلیاں پتلی اور چھوٹی ہوں گی۔

﴿دوسری علامت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۷﴾وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَاَنِّیْ بِهٖ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: اسود: کالی جمع سُوْد وسُوْدان، یقلعها: قَلَعَ (ف) قَلْعاً الشی جڑ سے اکھیڑنا۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ ڈھانے والے کو دیکھ رہا ہوں، وہ ایک سیاہ رنگ کا بھدا شخص ہوگا، جو خانہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ ڈالے گا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ڈھانے والے لشکر میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا، جو ٹھیک سے چل بھی نہ سکے گا، لیکن خانہ کعبہ ڈھانے میں بڑا پیش پیش ہوگا، کانی به اسود افحج الخ: افحج ایسے آدمی کو کہتے ہیں جس کے قدم آڑے ترچھے ہوں، مراد یہ ہے کہ کعبہ شریف منہدم کرنے والے لشکر میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا جو ٹھیک سے چل بھی نہ سکے گا؛ مگر خانہ کعبہ ڈھانے میں پیش پیش ہوگا۔

الفصل الثانی

﴿حرم میں احتکار﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۸﴾عَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِحْتِكَارُ الطَّعَامِ

فِي الْحَرَمِ إِلْحَادٌ فِيهِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: احتکار: حَکَرَ (ض) حَکْراً ظلم کرنا، احتکر (افتعال) مہنگا بیچنے کیلئے روک کے رکھنا، الحاد: اَلْحَدَ (افعال) دین سے ہٹنا

ترجمه: حضرت یعلی بن امیہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حرم میں غلہ جمع کرنا بے دینی ہے۔

خلاصۂ حدیث خلاصہ یہ ہے کہ ویسے تو احتکار ممنوع ہے، مگر حرم میں بھاؤ بڑھ جانے کیلئے غلہ جمع کرنا کچھ زیادہ ہی بڑی غلطی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **احتكار الطعام في الحرم الخ:** مراد یہ ہے کہ خاص طور سے حرم میں احتکار نہ کرے؛ اس لیے کہ احتکار کر کے اہل حرم کو پریشان کرنا بہت بری بات ہے۔

﴿مکہ مکرمہ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۰۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ: مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ إِسْنَادًا.

حل لغات: بلد: شہر جمع بِلاد، قومي: قوم جمع اقوام۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے بارے میں فرمایا تو شہروں میں سب سے اچھا ہے اور تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ رہتا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ تمام شہروں میں سب سے بہترین شہر ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **ما اطيبك من بلد الخ:** مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ تمام شہروں میں سب سے اچھا شہر ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو اس سے بہت محبت تھی۔

﴿ارض کعبہ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۱۰﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: واقفا: وَقَفَ (ض) وُقُوفاً کھڑا ہونا، الحَزْوَرَة: مکہ مکرمہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھا، حزورہ پہ کھڑے ہو کر فرما رہے تھے، بے شک تو اللہ کی زمینوں میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ زمین ہے، اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی زمین تمام زمینوں میں سب سے اچھی زمین ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **واقفا على الحزورة:** مراد یہ ہے کہ آپ نے تقریر مقام حزورہ میں کی تھی، **فقال والله انك لخير ارض الله الخ:** مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی زمین تمام زمینوں میں سب سے بہترین ہے۔

الفصل الثالث

﴿مکے میں کسی کا خون بہانا﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۱۱﴾ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ: وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ اِئْذَنْ

لِی اَیُّهَا الْاَمِیْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَایَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِاِمْرَءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَماً وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا، فَقُوْلُوْا لَهٗ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَقِيْلَ لِاَبِیْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: قَالَ: اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَاشُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِی الْبُخَارِیِّ الْخَرْبَةُ الْخِيَانَةُ.

حل لغات: البعوث: جمع ہے بَعْث کی بمعنی فوج، یعضد: عَضَدَ(ن)عَضْداً کاٹنا، شجرۃ: درخت جمع اَشجار۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح عدوی سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ مکرمہ فوج بھیج رہے تھے اے میرے سردار! آپ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کا وہ قول نقل کروں جسے آپ نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمایا تھا، جسے میرے کانوں نے سنا ہے، میرے دل نے حفاظت کی ہے اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے، جب آپ نے بات شروع کی تو اللہ کی تعریف اور اس کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ مکے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، کسی آدمی نے حرام نہیں کیا ہے؛ اس لیے کسی ایسے آدمی کے لیے حلال نہیں ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ کسی کا خون بہائے اور یہ کہ کوئی درخت کاٹے؛ لیکن اگر کوئی شخص جناب نبی کریم ﷺ کے قتال کی وجہ سے رخصت نکالتا ہے تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے اجازت دی تھی اور تمہارے لیے اجازت نہیں ہے (جیسا کہ آپ نے فرمایا) کہ مجھے دن کے ایک حصے میں میرے لیے اس میں قتال کی اجازت تھی اور اس کی حرمت آج لوٹ آئی ہے؛ جیسا کہ کل تھی اور موجودین غائبین تک پہنچادیں، ابوشریح سے کہا گیا کہ عمرو نے آپ سے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ عمرو نے کہا کہ میں اس بارے میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، اے ابوشریح! بے شک حرم گناہ گار خون کر کے بھاگنے والے اور تخریب کاری کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا ہے، اور بخاری میں ہے کہ ”الخربۃ: خیانت کے معنی میں ہے“۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ارض حرم میں کسی کو قتل کرنا ممنوع ہے؛ اس لیے ذاتی دشمنی کی بنیاد پر جذبات سے سرشار ہو کر قتل وقتال شروع نہ کردے۔

کلمات حدیث کی تشریح عمرو بن سعید، خلیفہ عبد الملک ابن مروان کی جانب سے مدینہ کے حاکم تھے، انہوں نے جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو قتل کرنے کیلئے مدینہ سے مکہ کو لشکر روانہ کیا تو حضرت ابوشریح صحابیؓ نے ان کے اس فیصلہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے آنحضرت کی مذکورہ بالا حدیث بیان کی جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حرم مکہ میں تو لائق قتل شخص کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے چہ جائیکہ آپ ایک جلیل القدر صحابی کا خون بہانے کے لیے وہاں لشکر بھیج رہے ہیں، اس کے جواب میں عمرو بن سعید نے کہا کہ زمینِ حرم اس شخص کو پناہ نہیں دیتی جو خلیفہ سے بغاوت کر کے نافرمانی کا مرتکب ہوا ہو، گویا عمرو بن سعید کے گمان میں عبد الملک بن مروان خلیفہ برحق تھا، اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اس کے باغی، حالاں کہ عبد الملک بن مروان خلیفۂ برحق نہیں تھا کہ اس کی خلافت کا انکار کرنے والے کو شرعی نقطۂ نظر سے باغی قرار دیا جاتا؛ اسی طرح عمرو بن سعید نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کا خون کر کے حرم میں چلا جائے تو حرم اس کو بھی پناہ نہیں دیتا، ایسے ہی اگر کوئی شخص تقصیر کر کے یعنی دین میں فساد کا بیج بو کر یا کوئی دینی جرم کر کے یا کوئی اور قصور کر کے مثلاً کسی کا مال تلف کر کے یا کسی کا حق غصب کر کے بھاگ جائے اور حرم میں پناہ لے لے تو اس کا یہ مطلب نہیں

ہے کہ اس سے درگزر کرلیا جائے، گویا عمرو بن سعید کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ ایک گنہ گار و نافرمان شخص ہیں؛ کیوں کہ انہوں نے خلیفہ کی اطاعت سے انحراف کیا ہے، اگر وہ زمینِ حرم سے باہر آ جائیں تو وہاں ان کو سزا دی جائے گی، اور اگر حرم ہی میں رہیں گے تو ان کو حرم ہی میں سزا دوں گا؛ چناں چہ ایسا ہی ہوا؛ یعنی زمینِ حرم ہی میں ان کو شہید کر دیا گیا۔

﴿حرم کی بے حرمتی کا نقصان﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۱۲﴾وَعَنْ عَيَّاشِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ الْمَخْزُوْمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَاِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

حل لغات: الامة: امت جمع اُمَم، ضیعوا: ضَاعَ (ض) ضِیاعاً ضائع کرنا۔

ترجمہ: حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ امت اس وقت تک خیر میں رہے گی جب تک اس حرمت کی تعظیم کرتی رہے گی اس کی تعظیم کرنے کی طرح، جب اس کو ضائع کر دے گی تو ہلاک ہو جائے گی۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم کی بے حرمتی نہ کرے؛ اس لیے کہ اگر حرم کی بے حرمتی کی گئی تو تباہی آئے گی۔

کلمات حدیث کی تشریح لاتزال هذه الامة بخير الخ: مراد یہ ہے کہ حرم کی تعظیم ہی میں امت کی خیر پوشیدہ ہے۔

﴿باب حرم المدينة حرسها الله تعالىٰ﴾

مدینہ اور اس کی گرداگرد زمین کی حرمت کے بارے میں احادیث منقول ہیں؛ لیکن اس سلسلہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں؛ چناں چہ حنفی علماء کے نزدیک مدینہ اور اسکی گرداگرد زمین کی حرمت کا مطلب یہ ہے کہ اس شہر مقدس اور اسکی چاروں طرف کی زمین کی تعظیم وتکریم کی جائے، نہ یہ کہ اسکا بھی وہی حکم ہے جو مکہ اور اسکی گرداگرد زمین کا ہے؛ لہٰذا حنفی مسلک کے مطابق مدینہ اور اسکے اطراف کی زمین میں درخت وغیرہ کاٹنا اور شکار کرنا حرام نہیں ہے؛ لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کا ایک ہی حکم ہے؛ اسلئے انکے مسلک میں مدینہ اور اسکے اطراف کی زمین میں وہ تمام چیزیں حرام ہیں جو مکہ اور اسکے اطراف کی زمین میں حرام ہیں، تاہم ان ائمہ کے ہاں بھی حرم مدینہ میں ان چیزوں کے ارتکاب سے جزاء واجب نہیں ہوتی "اعلم ان المدينة حرمة عندنا لا حرما كما لمكة خلافاً للائمة الثلاثة لعند هم يحرم صيدها وقطع شجرها وعندنا لا يحرم ذالك قال في الكافي لان حل الاصطياد عرف بالنصوص القاطعة فلا يحرم الابراهين ساطعة ومرويهم محتمل وهو لا يصلح حجة" (مرقات ۶/۱۳)

الفصل الاول

﴿حرم مدینہ کے حدود﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۱۳﴾عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالٰى قَوْماً بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.

حل لغات: الصحيفة: لکھا ہوا کاغذ جمع صَحَائف، لعنة: پھٹکار جمع لِعَان، اخفر: خَفَرَ (ن ف) خَفراً فلانا عہد توڑنا۔

ترجمه: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب نبی کریم ﷺ سے قرآن اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ نہیں لکھا ہے، نیز انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مدینہ عیر سے ثور تک حرام ہے؛ اس لیے جس شخص نے اس میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، تو اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ ہی نفل، مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جس کی حفاظت ان میں کا ادنیٰ کرسکتا ہے؛ اس لیے جس شخص نے مسلمان کے عہد کو توڑا، اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ ہی نفل، اور جس شخص نے اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے دوستی کی، تو اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ ہی نفل، اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کا انتساب کیا، یا اپنے مالک کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کیا، تو اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ ہی نفل۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ فخر عالم، منبع رحم وکرم جناب نبی کریم ﷺ کا شہر ہے، اس شہر کے کچھ خاص حقوق ہیں، ان کی رعایت بہر حال ضروری ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح **ما كتبنا عن رسول الله الخ:** بعض لوگوں کا یہ خیال رہا ہوگا کہ قربت کی بنیاد پر جناب نبی کریم ﷺ نے کچھ خاص احکام لکھوائے ہیں، جو ان ہی کے پاس ہیں، اور کسی کو ان احکام کی خبر نہیں ہے تو انہوں نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ میرے پاس قرآن کریم اور اس صحیفے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، **وما في هذه الصحيفة** سے مراد وہ صحیفہ ہے جس میں انہوں نے دیت وغیرہ کے احکام لکھے تھے، جو تلوار کے نیام میں ان کے ساتھ رہتا تھا اور اس صحیفے کے بارے میں عام طور پر حضرات صحابۂ کرام کو معلوم تھا، **المدينة حرام:** ان جیسی روایتوں کی بنیاد پر حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح ہی حرم ہے وہاں نہ کسی کا خون بہانا جائز ہے اور نہ ہی پیڑ پودے کاٹے جاسکتے ہیں "**انی حرمت المدينة كما حرم ابراهيم مكة**" (فتح الملہم ۳/۳۹۷)، حضرت امام ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام اعظم ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں ہے؛ اس لیے وہاں شکار اور پیڑ پودوں کے ساتھ کاٹنے کا عمل کیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بعض حالات میں پتے جھاڑنے کی اجازت دی ہے، جب کہ حرم مکہ کے تعلق سے اس طرح کی اجازت نہیں ہے "**لاتخبط منها شجرة إلا لعلف واشجار حرم مكة لا يجوز خطبها بحال**" (فتح الملہم ۳/۳۹۸)، اور جناب نبی کریم ﷺ نے جہاں حرم مدینہ میں پیڑ پودے کاٹنے سے منع کیا ہے، ان احادیث سے مراد مدینہ منورہ کی زینت باقی رکھنا ہے "**عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن آطام المدينة ان تهدم وفي رواية لا تهدموا الآطام فانه زينة المدينة وهذا اسناد صحيح**" (فتح الملہم ۳/۳۹۸)، **ما بين عير الى ثور:** عیر اور ثور کے درمیان پورا یہ حرم ہے، **فمن احدث فيها حدثا او اوىٰ محدثا الخ:** حدیث شریف کے یہ کلمات بتا رہے ہیں کہ مدینہ منورہ کے تعلق سے حرمت سے مراد تعظیم وتکریم ہے "**حرمت المدينة اراد بذالك تحريم التعظيم دون ما عداه من الأحكام المتعلقة بالحرم**" (فتح الملہم ۳/۳۹۸)، یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرنے پر لعنت تو کی گئی جنایت لازم نہیں ہوئی۔

﴿مدینہ بھی حرم ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۱۴﴾ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتَي

الْمَدِیْنَةِ اَنْ یُقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ یُقْتَلَ صَیْدُهَا، وَقَالَ: الْمَدِیْنَةُ خَیْرٌلَّهُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ لَا یَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَااِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِیْهَا مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْهُ وَلَا یَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰی لَاْوَائِهَا وَجَهْدِهَا اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: عضاهها: جمع ہے عِضاهة کی بمعنی ہر بڑا کانٹے دار درخت، شفیعا، سفارش کرنے والا جمع شُفَعاء۔

ترجمه: حضرت سعد سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرام قرار دیتا ہوں، اس لیے نہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں اور نہ شکار مارا جائے، نیز آپ نے فرمایا: مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، اگر وہ لوگ جان لیں، جو شخص اس شہر کو بے رغبتی سے چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے ایسے شخص کو بسادے گا جو اس سے بہتر ہوگا، اور جو شخص مدینہ میں سختیوں اور بھوک کی حالت میں مدینہ میں ثابت قدم رہے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع یا شہید ہوں گا۔

خلاصہ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بھی حرم ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح انی احرم: حرمت سے مراد مدینہ منورہ کی تعظیم وتکریم ہے "حرمت المدینة اراد بذالك تحریم التعظیم دون ما عد اه من الأحکام المتعلقة بالحرم" (فتح الملهم ۳۹۸/۳) ما بین لا بتی المدینة: مراد عیر اور ثور دونوں پہاڑوں کے درمیان والا علاقہ ہے، ان یقطع عضا هها الخ: مراد یہ ہے کہ بے دردی سے مدینہ منورہ کے پیڑ پودے نہ کاٹے جائیں؛ اسلئے کہ بے تکے انداز میں پیڑ پودے کاٹنے سے علاقے کی زیب وزینت ختم ہوجاتی ہے، اور مدینہ منورہ کے حدود میں پودوں کو کاٹنے سے اسلئے منع کیا ہے تاکہ اسکی زینت ختم نہ ہوجائے "لا تهدموا الآطام فانه زینة المدینة وهذا اسناد صحیح" (فتح الملهم ۳۹۸/۳)، لا یدعها احد رغبة عنها الخ: مراد یہ ہے کہ جسکو موقع میسر ہو مدینہ منورہ ہی میں رہائش اختیار کرے اور جسکو یہ موقع مل جائے وہ مدینہ منورہ کو نہ چھوڑے، جس شخص نے بلاکسی وجہ کے مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑ دی یہ اس کیلئے بڑی محرومی کی بات ہے اور اللہ چونکہ قادر مطلق ہے؛ اسلئے اس مقام پہ کسی دوسرے کو بسا دیگا جو مدینہ منورہ کا بڑا قدرداں ہوگا، لایثبت احد علی لا وائها وجهد ها الخ: لاواء سے مراد شدت بھوک اور جهد سے مراد کثرت تکلیف ہے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص پریشانی کے ایام مدینہ منورہ میں صبر وسکون کیساتھ گزارے گا تو قیامت کے دن جناب نبی کریم ﷺ ایسے آدمی کی شفاعت کریں گے۔

﴿مدینه میں مصیبت کے وقت صبر کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۱۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَایَصْبِرُ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: یصبر: صَبَرَ (ض) صَبْراً صبر کرنا، امت، قوم جمع امم، شفیعا: سفارش کرنے والا جمع شفعاء۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے جو بھی شخص مدینے کی بھوک اور سختی کے وقت صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

خلاصہ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی شخص مدینہ منورہ کے ایام سخت میں صبر کرے گا تو جناب نبی کریم ﷺ قیامت کے دن اس کی شفارش کریں گے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا یصبر علی لاواء المدینة وشدتها احد الخ: مراد یہ ہے کہ جو شخص مصائب کا شکار ہونے کے باوجود صبر کرکے مدینہ منورہ ہی میں رہائش پزیر رہا تو قیامت کے دن جناب نبی کریم ﷺ اس کی سفارش

کریں گے۔

﴿مدینہ کے لیے آپ کی دعا﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۱۶﴾وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا اَوَّلَ الثَّمَرَةِ جَاءُ وْا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا، اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَدْعُوْا اَصْغَرَ وَلِيْدٍ لَهُ فَيُعْطِيْهِ ذَالِكَ الثَّمَرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الثمرۃ: پھل جمع ثمار۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جب لوگ نیا پھل دیکھتے تو اسے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، جب اس کو قبول کرتے تو یہ دعا پڑھتے "اللهم بارك لنا فى صاعنا وبارك لنا فى مدنا اللهم ان ابراهيم عبدك وخليلك ونبيك وانى عبدك ونبيك وإنه دعاك لمكة وانا ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك لمكة ومثله معه" پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ آپ اپنے چھوٹے بچوں کو بلاتے اور انہیں وہ پھل دے دیتے۔

خلاصۂ حدیث خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے مدینے کے بارے میں دعا کی جو قبول ہوئی اور اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، كان الناس إذار أوا اول الثمرة الخ: یعنی حضرات صحابۂ کرام کی بے انتہا محبت کی علامت ہے کہ جب انکے یہاں پہلے پہل پھل پکتا تو اسے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، اللهم بارك لنا فى ثمرنا الخ: یعنی جب آپ کے سامنے ایسے پھل آتے تو آپ پھل اور مدینہ دونوں کیلئے دعا فرماتے، يدعوا اصغرو ليد الخ: یعنی آپ گھر کے چھوٹے بچوں کو بلا کر وہ پھل دے دیا کرتے تھے۔

﴿مدینہ کی حرمت کا تذکرہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۱۷﴾وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا، وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَازِمَيْهَا اَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيْهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلُ فِيْهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطَ فِيْهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلَفٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: حرم: حَرَّمَ (تفعیل) حرام قرار دینا، سلاح: ہتھیار جمع اَسلِحَۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم پکتا تو اسے جناب نبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے مکہ کو حرام قرار دیا چناں چہ وہ حرام ہو گیا، اور میں نے مدینے کے دونوں کناروں کے درمیان حرام قرار دیا ہے، اس لیے نہ کوئی خون بہائے، نہ ہتھیار اٹھائے اور نہ کوئی درخت کے پتے جھاڑے مگر جانور کے لیے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ بھی حرم ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان لايهراق دم الخ: ان کلمات کی تشریح باب کی پہلی حدیث کے تحت دیکھی جا سکتی ہے، وہاں موجود ہے۔

﴿سعد بن وقاص کا ایک واقعہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۱۸﴾وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيْقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا اَوْ

يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَ هُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوْهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْعَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ! أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: عقیق: سرخ پتھر جمع أَعِقَّة، شجر: درخت جمع اشجار۔

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ سعد عقیق کے پاس اپنی حویلی میں جانے کے لیے سوار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا ہے یا پتے جھاڑ رہا ہے تو انہوں نے اس غلام کے کپڑے چھین لیے، جب سعد واپس آئے تو مالک نے آکر ان سے کہا کہ کپڑے غلام کو یا آقا کو دے دیے جائیں، تو انہوں نے کہا: خدا کی پناہ میں وہ چیز کیسے واپس کردوں جسے جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے دلوائی ہے، اور انہوں نے دینے سے صاف انکار کردیا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کے حدود میں بے تکے انداز میں پیڑ پودے نہ کاٹے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان یرد علی غلامھم او علیھم: میں حرف "او" راوی کے شک کو ظاہر کررہا ہے کہ ان کے مالکوں نے یا تو یہ کہا تھا کہ غلام کے کپڑے غلام کو واپس کردیں، یا اس کے بجائے یہ کہا تھا کہ جو کپڑے ہمارے غلام سے لیے ہیں وہ ہمیں دے دیں، حدیث کے اس جملہ "جو مجھے جناب نبی کریم ﷺ نے دلوائی ہے" کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس بات کی اجازت دی تھی کہ جو شخص کسی کو مدینہ میں شکار کرتے یا درخت کاٹتے دیکھے تو وہ اس کے کپڑے ضبط کرلے؛ لہذا کہا جائے گا کہ یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر یہ کہ آپ کی طرف سے یہ اجازت زجر و تنبیہ کے طور پر دی گئی تھی۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ میں شکار مارنے یا درخت کاٹنے کی وجہ سے بدلہ (کفارہ) واجب نہیں ہوتا؛ بلکہ مدینہ میں یہ چیزیں بغیر بدلہ کے حرام ہیں، جبکہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح مکہ میں ان چیزوں کے ارتکاب سے بدلہ واجب ہوتا ہے؛ اسی طرح مدینہ میں بھی ان کی وجہ سے بدلہ واجب ہوتا ہے؛ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدینہ میں یہ چیزیں حرام نہیں ہیں؛ البتہ مکروہ ہیں۔

﴿مدینے کی آب وہوا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۱۹﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ أَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: وعك: وَعَكَ (ض) وَعْكاً تیز بخار چڑھنا، صححها: صَحَّحَ (تفعیل) صحیح کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے تو ابوبکر اور بلال کو سخت بخار ہوگیا، تو میں نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر خبر دی تو انہوں نے یہ دعا کی "اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد وصححها وبارك لنا فی صاعنا ومدنا وانقل حماها فاجعلها بالجحفة"۔

خلاصۂ حدیث حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینے کی آب وہوا پہلے خراب تھی آپ کے دعا کرنے کی وجہ سے ٹھیک ہوگئی۔

کلمات حدیث کی تشریح وعك ابو بكر وبلال الخ: منقول ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ شدت بخار میں مبتلا ہوئے اور حضرت عائشہؓ نے ان کی مزاج پرسی کی تو اس وقت وہ مکہ اور وہاں کی آب وہوا، وہاں کے مکانات اور

پہاڑوں کی صحت افزا رفضاؤں وغیرہ کا بآواز بلند ذکر کرنے لگے، چناں چہ حضرت عائشہؓ نے جناب نبی کریم ﷺ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ ﷺ نے مذکورہ بالا دعا فرمائی۔

"جحفہ" ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، اس مقام پر یہودی آباد تھے، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے کفار کے لیے مہلک امراض اور ان کے شہروں کی خرابی کی بد دعا کرنا جائز ہے؛ چناں چہ اس حدیث کے علاوہ ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ مدینہ میں جناب نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے بیماری اور وباؤں کی کثرت تھی، آپ نے ان وباؤں کو (اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ) کفار کے علاقوں میں بھیج دیا۔

﴿مدینے کے تعلق سے ایک خواب﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَفِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِيْنَةِ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ إِلٰى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: ثائرة: پراگندہ بال جمع ثوائر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے خواب کے متعلق روایت ہے کہ (آپ نے فرمایا) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے بال پراگندہ تھے، وہ مدینہ سے نکل کر مہیعہ پہنچ گئی تو میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ مدینے کی وبا مہیعہ منتقل ہوگئی اور وہ جحفہ ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی وبا ایک بوڑھیا کی شکل میں نکل کر جحفہ پہنچ گئی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح رایت: کے فاعل جناب نبی کریم ﷺ ہیں، فتاولتها: اس کے بھی فاعل آپ ہی ہیں، وهي الجحفه: مراد یہ ہے کہ مہیعہ اور جحفہ ایک ہی جگہ ہے۔

﴿مدینے سے نہ نکلیے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۱﴾ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِيْ زُهَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: يبسون: بَسَّ (ن) بَسًّا ہانکنا۔

ترجمہ: حضرت سفیان بن ابی زہیر سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب یمن فتح ہوگا، تو ایک قوم آئے گی اور اپنے اہل وعیال اور فرماں برداروں کے ساتھ آہستہ سے نکل جائے گی، حالاں کہ مدینہ اچھا ہے اگر وہ جانیں، جب شام فتح ہوگا تو ایک قوم آئے گی اور اپنے اہل وعیال اور فرماں برداروں کے ساتھ آہستہ سے نکل جائے گی، حالاں کہ مدینہ ان کے لیے اچھا ہے اگر وہ جانیں، اور جب عراق فتح ہوگا، تو ایک قوم آئے گی اور اپنے اہل وعیال اور فرماں برداروں کے ساتھ آہستہ سے نکل جائے گی، حالاں کہ مدینہ منورہ ان کے لیے اچھا ہے اگر وہ جانیں۔

خلاصۂ حدیث جنہیں مدینہ منورہ کی سکونت میسر ہو وہ اس سعادت کو چھوڑ کر بلا ضرورتِ شدیدہ کے دوسری جگہ نہ جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح والمدینة خیر لھم: مراد یہ ہے کہ خواہ مخواہ مدینہ منورہ کی سکونت ترک نہ کرے، البتہ شدید ضرورت پڑ جائے اور اب مدینہ سے نکلے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿مدینے کی تاثیر﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۲۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ بِقَرْیَةٍ تَاْکُلُ الْقُرٰى یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ تَنْفِی النَّاسَ كَمَا یَنْفِی الْكِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حل لغات: قریة: گاؤں جمع قریٰ، الحدید: لوہا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے جسے لوگ یثرب کہتے ہیں، وہی مدینہ ہے جو برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں برے لوگ نہیں رہ سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح امرت بقریة: امر سے مراد حکم ہجرت ہے، تاکل القرى: مراد غالب ہونا ہے، یقولون یثرب وهی المدینة: مراد یہ ہے کہ پہلے اس کا نام یثرب تھا اور اب وہی مدینہ ہے، تنفی الناس الخ: مراد یہ ہے کہ برے لوگ مدینہ منورہ میں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکتے۔

﴿اللہ کی طرف سے مدینے کا نام﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۲۳﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ سَمّٰى الْمَدِیْنَةَ طَابَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: سمّیٰ: سمّیٰ (تفعیل) نام رکھنا۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح سمی الله المدینة طابة: طاب دوسری روایت میں طیبہ ہے، یعنی یہ شہر پاک صاف ہے مراد یہ ہے کہ شہر شرک و کفر کی نجاستوں سے پاک ہے۔

﴿مدینے کی خصوصیت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۲۴﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِیَّ وَعْكٌ بِالْمَدِیْنَةِ فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَهُ، فَقَالَ: اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِیُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا الْمَدِیْنَةُ كَالْكِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طَیِّبَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حل لغات: اعرابیا: عرب کا دیہاتی، الکیر: لوہار کی بھٹی جمع اکیار۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے جناب نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تو ان کو مدینہ میں بخار آ گیا، تو اس نے جناب نبی کریم ﷺ سے آ کر کہا: اے محمد! میری بیعت ختم کر دیجئے، جناب نبی کریم ﷺ نے انکار کیا، پھر اس نے دوبارہ آ کر

کہا: میری بیعت ختم کر دیجئے، آپ نے انکار کیا، پھر اس نے تیسری بار آ کر کہا: میری بیعت ختم کر دیجئے، تو آپ نے انکار کیا؛ چناں چہ وہ دیہاتی چلا گیا، تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کو دور کرتا ہے اور اچھے کو نکھارتا ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینے میں برے لوگ نہیں رہ سکتے ہیں۔

کلمات حدیث کی تشریح تنفی خبثها الخ: مراد یہ ہے کہ برے مدینہ منورہ میں زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکتے ہیں۔

﴿مدینے کے تعلق سے قیامت کی نشانی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۵﴾ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِي الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حل لغات: الکیر: لوہار کی بھٹی جمع اکیار، خبث: گندگی جمع خبائث۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ برے لوگوں کو نکال نہ دے، جیسے بھٹی لوہے کی گندگی کو ختم کر دیتی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ برے لوگ مدینہ منورہ میں نہیں رہ سکیں گے۔

کلمات حدیث کی تشریح لا تقوم الساعة الخ: مراد یہ ہے کہ قرب قیامت میں جب دجال کا خروج ہوگا اور پوری دنیا میں تباہی مچا کر رکھ دے گا؛ لیکن مدینہ منورہ میں اس کی عظمت شان کی وجہ سے داخل نہ ہو سکے گا، اس وقت جو اسلام کے غدار ہوں گے وہ مدینہ سے نکل کر دجال کے ساتھ شریک ہو جائیں گے، اس حدیث شریف سے یہی لوگ مراد ہیں۔

﴿مدینے میں طاعون نہ ہوگا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلٰى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: الطاعون: پلیگ جمع طَوَاعِین۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مدینے کے دروازوں پر فرشتے ہیں؛ اس لیے طاعون اور دجال مدینے میں داخل نہیں ہو سکتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعون مدینہ میں نہیں ہوگا۔

کلمات حدیث کی تشریح وعنه: یعنی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، لا یدخلها الطاعون: مراد یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون کی بیماری داخل نہ ہوگی۔

﴿حرمین شریفین میں دجال داخل نہ ہوگا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۷﴾ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا فَيَنْزِلُ السَّبِخَةَ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: بلد: شہر جمع بلاد، سیطا: وَطِأَ (س) وَطْأً روندنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دجال مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام شہروں کو روند ڈالے گا؛ اس لیے کہ ان کے ہر دروازے پہ فرشتے کھڑے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں؛ چناں چہ دجال زمین شعر میں نمودار ہوگا تو مدینہ اپنے باشندوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلے گا، جس کے نتیجے میں تمام کافر منافق نکل جائیں گے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم میں دجال داخل نہ ہوسکے گا۔

کلمات حدیث کی تشریح لیس من بلد إلا سیطاہ الخ: مراد یہ ہے کہ دجال پوری دنیا میں تباہی مچا کر رکھ دے گا؛ لیکن حرمین شریفین کی عظمت شان کی وجہ سے حرمین میں داخل نہ ہوسکے گا۔

﴿اهل مدینه سے فریب کی سزا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۸﴾ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِيْ الْمَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: انماع: نَمَعَ (ف) نَمْعاً ہلاک ہونا گھلنا، الملح: نمک جمع مِلَاح۔

ترجمہ: حضرت سعد سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر کرے گا وہ پانی میں نمک کے گھلنے کی طرح گھل جائے گا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ کوئی مکاری نہ کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح لایکیو اهل المدینة احد الخ: مراد یہ ہیکہ جو شخص اہل مدینہ کیساتھ مکاری کریگا وہ ہلاک ہوجائیگا

﴿مدینے سے آپ کی محبت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۲۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَاِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: سفر: سفر جمع اسفار، جدران: جمع ہے جدار کی بمعنی دیوار۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس ہوتے، تو مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتے ہی اونٹ کو دوڑا دیتے، اور اگر آپ دوسری سواری پر ہوتے تو مدینے سے محبت کی بنیاد پر اس کو تیز کر دیتے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینے سے محبت کی بنیاد پر آپ اس شہر سے الگ رہنا پسند نہ کرتے۔

کلمات حدیث کی تشریح اوضع راحلته الخ: مراد یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ سفر سے واپسی کے وقت جب مدینے کے قریب ہو جاتے اور دیواریں نظر آتیں تو آپ جلد سے جلد مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے مناسب حال کبھی سواری کو دوڑا دیتے اور کبھی تیز کر دیتے۔

﴿احد پہاڑ کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۳۰﴾ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ، فَقَالَ: هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حل لغات: جبل: پہاڑ جمع جِبَال.

ترجمہ: ان سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی نظر جب احد پہاڑ پر پڑی، تو آپ نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! ابراہیم نے مکہ حرام کیا اور میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان حرام کرتا ہوں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو احد پہاڑ سے بھی محبت تھی۔

کلمات حدیث کی تشریح هذا جبل يحبنا الخ: مراد یہ ہے کہ بہت سے شہداء مدفون ہیں اس لیے آپ کو محبت تھی۔

﴿احد پہاڑ سے آپ کی محبت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۳۱﴾ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حل لغات: جبل: پہاڑ جمع جِبال.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا، احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ احد پہاڑ سے آپ کو محبت تھی۔

کلمات حدیث کی تشریح احد جبل يحبنا ونحبه: مراد یہ ہے کہ وہاں بہت سے شہداء مدفون ہیں اس لیے آپ کو محبت تھی۔

الفصل الثانی

﴿حرم مدینہ کا ثبوت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۳۲﴾ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخَذَ رَجُلًا يَصِيْدُ فِيْ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ الَّذِيْ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ فَجَاءَ مَوَالِيْهِ فَكَلَّمُوْهُ فِيْهِ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ هٰذَا الْحَرَمَ وَقَالَ: مَنْ اَخَذَ اَحَدًا يَصِيْدُ فِيْهِ فَلْيَسْلُبْهُ فَلَا اَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً اَطْعَمَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ اِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

حل لغات: اخذ: اَخَذَ(ن) اَخذاً پکڑنا، ثیابه: جمع ہے ثوب کی بمعنی کپڑا۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن وقاص کو دیکھا کہ انہوں نے ایک آدمی کو پکڑا جو مدینہ کے اس حصے میں شکار کررہا تھا جسے جناب نبی کریم ﷺ نے حرم قرار دیا ہے، چناں چہ اس کے کپڑے انہوں نے لے لیے، تو اس کے مالک نے آکر ان سے اس بارے میں بات کی، تو انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اس حرم کو حرام قرار دیا ہے، نیز آپ نے فرمایا ہے جو اس میں کسی کو شکار کرتے ہوئے پائے تو اس کے کپڑے لے لے؛ اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے جو چیز دلوائی ہے میں اسے واپس نہیں کروں گا؛ لیکن اگر تم چاہو تو میں اس کی قیمت دے دیتا ہوں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بھی حرم ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح دفعت اليكم ثمنه: یعنی جناب نبی کریم ﷺ کے فرمان کی بنیاد پر تم قضاءً تو یہ چیز نہیں لے سکتے؛ اس لیے یہ چیز تو میں دوں گا نہیں؛ البتہ دیانۃً میں اس کی قیمت دے سکتا ہوں تم چاہو تو لے لو۔

﴿مدینے کے درخت کاٹنے والے کے ساتھ سلوک﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۳۳﴾وَعَنْ صَالِحٍ مَوْلٰی لِسَعْدٍ اَنَّ سَعْدًا وَجَدَ عَبِیْدًا مِنْ عَبِیْدِ الْمَدِیْنَةِ یَقْطَعُوْنَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِیْنَةِ فَاَخَذَ مَتَاعَهُمْ وَقَالَ یَعْنِیْ لِمَوَالِیْهِمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی اَنْ یُقْطَعَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِیْنَةِ شَیْءٌ وَقَالَ مَنْ قَطَعَ مِنْهُ شَیْئًا فَلِمَنْ اَخَذَهٗ سَلَبُهٗ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

حل لغات: عبید: عبد کی جمع ہے بمعنی غلام، متاع: ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

تو جمه: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام صالح سے روایت ہے کہ سعد نے مدینے کے غلاموں میں سے کچھ غلاموں کو مدینے کا درخت کاٹتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے ان کا سامان ضبط کرلیا اور انہوں نے ان کے مالکوں سے کہا: میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ مدینے کے درختوں میں سے کچھ کاٹنے سے منع کرتے تھے، نیز آپ نے فرمایا: جو شخص اس میں سے کچھ کاٹے، تو اس کاٹنے والے کا سامان اسی کے لیے ہے جو اس کو پکڑے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو مدینہ منورہ کے درخت کاٹتے ہوئے دیکھے، اس کے کپڑے ضبط کرلے تا کہ اس کو یہ اچھی طرح سے احساس ہوجائے کہ اس سے مدینے کی زینت کو نقصان پہنچتا ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح فاخذ متاعهم: متاع سے مراد کپڑے ہیں؛ اس لیے کہ دوسری روایتوں میں کپڑے کی صراحت موجود ہے، ینهی ان یقطع من شجر المدینة: مراد یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے پیڑ پودے کاٹنے سے اس کی زینت کو نقصان ہوتا ہے؛ اس لیے مدینے کے پیڑ پودے کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے۔

﴿مقام وج میں شکار﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۳۴﴾وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَیْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهٗ حُرُمٌ مُحَرَّمٌ لِلّٰهِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ مُحْیِ السُّنَّةِ: وَجٌّ ذَکَرُوْا اَنَّهَا مِنْ نَاحِیَةِ الطَّائِفِ، وَقَالَ الْخَطَّابِیُّ: اَنَّهٗ بَدَلَ اَنَّهَا.

حل لغات: صید: صَادَ (ض) صَیْدًا شکار کرنا۔

تو جمه: حضرت زبیر سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وج کا شکار اور اس کے خاردار درخت حرام ہیں، اس لیے کہ وہ اللہ کے لیے حرام کیے گئے ہیں۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ وج میں شکار نہ کیا جائے۔

کلمات حدیث کی تشریح ان صید وج: وج طائف کے نزدیک ایک مقام کا نام ہے، جہاں اسلامی فوج کے جانور چرتے تھے، جس کی بنیاد پر جناب نبی کریم ﷺ نے اس مقام پہ شکار کرنے اور پودے کاٹنے سے منع کردیا تھا؛ اس لیے کہ ادھر دوسرے لوگوں کے جانے سے سرکاری ملکیت کو نقصان کا خطرہ تھا، اور یہ ممانعت ایک مخصوص زمانے کے لیے تھی اب یہ حکم باقی نہیں ہے؛ البتہ حضرت امام شافعی اب بھی ممانعت کے قائل ہیں؛ لیکن ان کے نزدیک بھی مقام وج کے درخت کاٹنے یا شکار کرنے کی صورت میں ضمان نہیں ہے، یہ ضمان کے قائل نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی تخفیف ہے۔

﴿مدینے میں مرنے والوں کے لیے سعادت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۳۵﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ

يَمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَإِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوْتُ بِهَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ إِسْنَادًا.

حل لغات: یموت: مَاتَ (ن) موتاً مرنا، اشفع: شَفَعَ (ن) شَفْعاً سفارش کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مدینے میں مرسکتا ہو وہ مدینے ہی میں مرے؛ اس لیے کہ جو شخص مدینے میں مرے گا اس کی سفارش کروں گا۔

خلاصۂ حدیث مدینہ میں مرنے والوں کے لیے جناب نبی کریم ﷺ خصوصی طور پر سفارش کریں گے۔

کلمات حدیث کی تشریح فانی اشفع: مراد خصوصی سفارش ہے "والمعنی شفاعة مخصوصة" (مرقات ۶/ ۲۷)۔

﴿مدینہ سب سے اخیر میں ویران ہوگا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۳۶﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرُ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْإِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِيْنَةُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

حل لغات: قریة: گاؤں جمع قریٰ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلامی شہروں میں سے سب سے اخیر میں مدینہ ویران ہوگا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ قرب قیامت میں سب سے اخیر میں مدینہ ویران ہوگا۔

کلمات حدیث کی تشریح اخر قریة من قری الاسلام الخ: مراد یہ ہے کہ قرب قیامت میں پوری دنیا ویران ہو جائے گی، اس ویرانیت کا شکار مدینہ منورہ بھی ہوگا؛ لیکن سب سے اخیر میں؛ اس لیے کہ وہاں جناب نبی کریم ﷺ کا جسدِ اطہر مدفون ہے۔

﴿آپ نے ہجرت کے لیے مدینہ پسند کیا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۳۷﴾ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى إِلَيَّ اَيَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِيْنَةِ اَوِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ قِنَّسْرِيْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حل لغات: اوحی: اَوْحٰی (افعال) وحی کرنا، دار: گھر جمع دُوْر۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے پاس وحی بھیجی کہ یہ تین جگہیں ہیں (۱) مدینہ (۲) بحرین (۳) قنسرین، ان میں سے آپ جہاں چلے جائیں وہی آپ کے لیے دار الہجرت ہے۔

خلاصۂ حدیث آپ کو ہجرت کے سلسلے میں تین جگہ کا اختیار دیا، لیکن آپ نے مدینہ منورہ کو پسند کیا۔

کلمات حدیث کی تشریح أن الله اوحی إلی ای هؤلاء الثلاثة الخ: "بحرین" موجودہ جغرافیائی نقشہ کے مطابق ان متعدد جزیروں کے مجموعہ کا نام ہے جو خلیج عربی کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے، ان جزیروں میں سب سے بڑا جزیرہ، جزیرہ مناممہ ہے جس کا دوسرا نام بحرین بھی ہے، اسی جزیرہ کے نام پر پورے ملک کو بحرین کہتے ہیں؛ لیکن حدیث شریف اور تاریخ کی کتابوں میں "بحرین" کا لفظ اس علاقہ کے متعلق آیا ہے جو جزیرۃ العرب کے مشرقی ساحل پر خلیج بصرہ سے قطر

اورعمان تک پھیلا ہوا ہے اور موجودہ بحرین کے مغرب میں واقع ہے، اس علاقہ کو اب "احساء" کہا جاتا ہے؛لہذا یہاں حدیث میں بھی "بحرین" سے مراد وہی علاقہ ہے جس کا نام اب "احسار" ہے۔

"قنسرین" ملک شام کے کا ایک شہر کا نام ہے، بہرکیف جناب نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا تھا کہ ان تین شہروں میں جس شہر کے بارے میں آپ کی خواہش ہو مکہ سے ہجرت کر کے وہاں چلے جائیں اور اسی شہر کو اپنا مسکن قرار دیجیے؛ لیکن تاریخ مدینہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر چہ شروع میں جناب نبی کریم ﷺ کو ان تین شہروں میں سے کسی بھی ایک شہر میں رہنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر آخر میں مدینہ ہی کو متعین کر دیا گیا تھا، چناں چہ آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔

الفصل الثالث

﴿دجال سے مدینے کی حفاظت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۳۸﴾ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَھَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَان. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

حل لغات: یدخل: دَخَلَ(ن) دُخُولاً داخل ہونا، رعب: گھبراہٹ جمع رِعَبَۃ.

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مدینے میں کانا دجال کا رعب بھی داخل نہ ہوگا، اس دن مدینے کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پہ دو فرشتے ہوں گے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے ظہور سے اہل مدینہ کو کوئی ڈر یا خوف نہ ہوگا۔

کلمات حدیث کی تشریح لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال: یعنی اہل مدینہ کو کانا دجال کا خوف حبہ برابر بھی نہ ہوگا، سبعۃ ابواب: ابواب سے مراد راستے ہیں۔

﴿مدینے کے تعلق سے آپ کی دعا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۳۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حل لغات: ضعفی: دو چند، ضَعَفَ(ف) ضَعْفاً زیادہ کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس برکت میں سے مدینہ کو دگنی عطا کر جو تو نے مکے کو دی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینے میں بہت زیادہ برکت ہو۔

کلمات حدیث کی تشریح اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ الخ: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدینہ منورہ کی فضیلت مکہ مکرمہ سے بڑھ گئی، مدینہ منورہ کے لیے یہ ایک جزوی فضیلت ہے جیسے مدینہ منورہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے گود میں جناب نبی کریم ﷺ مدفون ہیں۔

﴿حرمین میں سکونت کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۰﴾ وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَۃَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِھَا کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا وَشَفِیْعًا یَوْمَ

الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حل لغات: زار: زَارَ (ن) زیارۃً دیکھنا، یوم: دن جمع ایام۔

ترجمہ: خاندان خطاب کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بالقصد میری زیارت کرے گا قیامت کے دن وہ میرا پڑوسی ہوگا، اور جس شخص نے مدینہ منورہ کی سکونت اختیار کی اور مصیبتوں میں وہاں صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا، اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو امن والوں میں اٹھائے گا۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو موقع میسر ہو وہ حرم ہی میں سکونت اختیار کرے۔

کلمات حدیث کی تشریح من زار نی متعمدا کان فی جواری الخ: زیارت سے عام معنی مراد ہے؛ یعنی کسی نے زندگی میں آپ کی زیارت کی یا وفات کے بعد مزار اقدس پہ حاضری دی تو دونوں کو یہ فضیلت حاصل ہے، بشرطیکہ مدینہ منورہ کا سفر خالصۃً آپ کی زیارت کے لیے ہوا ہو، کوئی دنیوی غرض: مثلاً تجارت وغیرہ کا نہ ہو۔

﴿روضۂ اطہر کی زیارت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ.

حل لغات: فزار: زَارَ (ن) زیارۃً دیکھنا، قبری: قبر جمع قبور۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسا ہے؛ جیسا کہ اس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا ہو۔

خلاصۂ حدیث اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ روضۂ اطہر کی زیارت کرنی چاہیے اس کی بڑی فضیلت ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح کمن زار نی فی حیاتی: یہ فضیلت اس لیے حاصل ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں "لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی" (مرقات ۶/۲۹)۔

﴿مدینہ سے آپ کا کمال تعلق﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۲﴾ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا وَقَبْرٌ يُحْفَرُ بِالْمَدِيْنَةِ فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِي الْقَبْرِ، فَقَالَ: بِئْسَ مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَمَا قُلْتَ قَالَ الرَّجُلُ: اِنِّيْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا اِنَّمَا اَرَدْتُ الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَكُوْنَ قَبْرِيْ بِهَا مِنْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا.

حل لغات: یحفر: حَفَرَ (ض) حفراً گڑھا کھودنا، بقعۃ: زمین کا ٹکڑا جمع بِقَاع۔

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور مدینے میں ایک قبر کھودی جارہی تھی، تو ایک آدمی نے قبر میں جھانک کر کہا: قبر مومن کیلئے بری خواب گاہ ہے تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: برا وہ ہے جو تم نے کہا ہے، اس شخص نے کہا: میری مراد یہ نہیں ہے؛ بلکہ میری مراد اللہ کی راہ میں شہید ہونا ہے، تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہونے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے؛ البتہ زمین ایک ٹکڑا ہے، جس کے بارے میں میری خواہش ہے کہ میری قبر وہاں ہو، یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

کلمات حدیث کی تشریح فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئسما قلت الخ: پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ عربی قواعد کے مطابق لفظ "قول" فعل کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے؛ لہذا حدیث کے آخری جملہ قل عمرة في حجة کے معنی ہیں "اور اس نماز کو وہ عمرہ شمار کیجئے جو حج کیساتھ ہوتا ہے" گویا اس جملہ کے ذریعہ وادی عقیق میں ادا کی جانے والی نماز کی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وادی عقیق میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب اس عمرہ کے برابر ہے جو حج کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح دوسری روایت کے الفاظ وقل عمرة وحجة کا مطلب یہ ہے کہ وادی عقیق میں پڑھی جانے والی نماز عمرہ و حج کے برابر ہے۔

﴿وادی عقیق میں نماز کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِوَادِى الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ: اَتَانِىَ اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّىْ، فَقَالَ: صَلِّ فِىْ هٰذَا الْوَادِى الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةٌ فِىْ حَجَّةٍ، وَفِىْ رِوَايَةٍ وَقُلْ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ.

حل لغات: وادی: پہاڑوں یا ٹیلوں کے درمیان کی کشادگی جمع اَوْدِيَة، الليلة: رات جمع ليالي۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں نے وادی عقیق میں جناب نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے رب کی طرف سے ایک آنے والے نے آ کر کہا: اس بابرکت وادی میں نماز پڑھیے اور حج کے ساتھ کیا جانے والا عمرہ گمان کیجیے۔

خلاصۂ حدیث وادی عقیق میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب حج کے ساتھ کیے جانے والے عمرے کے برابر ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح وقل عمرة في حجة: قل احسب کے معنی میں ہے کہ مراد یہ ہے کہ وادی عقیق میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب حج کے ساتھ کیے جانے والے عمرے کے برابر ہے "قال الطيبي رحمه الله اى احسب صلاتك هذه واعدلها بعمرة داخلة في حجة" (مرقات ۳۰/۶)۔

كتاب البيوع

﴿خرید وفروخت کے اقسام﴾

حضرت مصنفؒ نے عبادات کے بعد معاملات کے بیان کا سلسلہ شروع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ انسانی زندگی جس کا تعلق اس دنیا سے ہے اس میں معاملات کا ہونا لازمی امور ہے، اور قرآن وسنت نے جہاں بھی عبادات کا تذکرہ کیا ہے معاملات کو بھی بیان فرمایا ہے اور معاملات کی بہت سی اقسام اور صورتیں ہیں، فقہ اور احادیث میں ان سب کو بیان کیا ہے، پھر معاملات میں کون اہم ترین ہیں؟

بعض اصحاب تصنیف نے عبادات کے بعد نکاح (کتاب النکاح) کو اختیار کیا اور بعض حضرات نے "کتاب البیوع" کو شروع میں فرمایا ہے جیسا کہ صاحب مشکوۃ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس عنوان کے تحت بیوع کے علاوہ دوسری اور اقسام کو بھی ذکر کیا ہے جن کا تعلق کسب معاش سے ہے۔

انسان کن ذرائع کو اختیار کرے جو اس کے معاش کا وسیلہ ہو؛ مثلاً: تجارت، زراعت وشجرکاری (باغبانی) اور صنعت وحرفت یا اجرت پر کام کرنا وغیرہ۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے اگرچہ عنوان "البیوع" کو اختیار فرمایا ہے؛ لیکن ان تمام کے ساتھ ضروری اسبابِ معاش اور کسبِ معاش کے ذرائع کو بھی بیان فرمایا ہے؛ اس لیے کہ ان تمام اسبابِ معاش میں تجارت کو فوقیت حاصل ہے اور اس کی ضرورت واہمیت بہت زائد ہے، نیز تجارت کے ساتھ تقریباً تمام دوسرے ذرائع بھی وابستہ نظر آتے ہیں، اگر زراعت اور کاشتکاری کرنا ہے تو اس میں بھی بہت سی ضروری اشیاء کا حصول کرنا ہے جو خرید وفروخت کے ساتھ ہی دستیاب ہوں گی اور اسی کی تجارت کے شعبہ میں ملازمت اور محنت کشی کی ضرورت پیش آئے گی تو اجارہ کی صورت میں احکام ہوں گے گویا کہ "تجارت" اور خرید وفرخت ہی کی ضرورت زائد ہے اور اس کی اہمیت بھی زائد ہے؛ اس لیے اس کو ہی مقدم رکھا۔

قرآن کریم نے "تجارت" کی اجازت واباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: قال تعالیٰ: "احل اللّٰہ البیع" (الآیۃ) اور اگر تجارت کی فضیلت کیلئے اس آیت سے استدلال کیا جائے۔ قال تعالیٰ: "ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین" تو درست ہوگا، اور یہ استدلال بایں وجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اہلِ ایمان بندوں کے ساتھ خرید کا معاملہ فرمایا تو بلاشبہ اس میں تجارت کی ترغیب بھی ہوگی اور آپ نے امین تاجر کی فضیلت بیان فرمائی ہے: "التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء"

آپ کے اس مبارک ارشاد سے بھی تجارت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، نیز ایک روایت میں آپ کا یہ ارشاد مبارک بھی ہے "ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا" (الحدیث) (ترغیب: ج/۳/ص/۵۵۶)

اور ایک روایت میں آپ کا ارشاد ہے۔ "التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامۃ" (ترغیب: ج/۳/ص/۵۰۳)

اگر تجارت کو اختیار نہ کیا گیا

حضرت امام مالکؒ، حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ (یعنی عجمی غلام) تمہاری دنیا میں امتحان نہ بن جائیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بازار میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بالعموم تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ غمگین ہوئے اور جب خواص لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا (اور اس صورت حال کا تذکرہ کیا) اہلِ مجلس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور اموالِ غنائم کی وجہ سے ہم کو تجارت سے مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو تمہارے مرد ان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں، ان کی عورتوں کی محتاج ہو جائیں گی۔

علامہ عبدالحیٔ کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس امت کے حق میں بالکل سچ ہوئی؛ اس لیے کہ جب اس امت نے مشروع طریقہ پر تجارت کو ترک کر دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کیا اور امتِ مسلمہ غیروں کی محتاج ہوگئی، ہر چیز میں دوسروں کے محتاج ہو گئے (کہ جب وہ تجارت پر غالب آگئے)۔ (ماخوذ از التراتیب الادریہ ج/۲/ص/۳۷)

امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ زندگی سے متعلق تمام شعبائے معاش کو اختیار کرنا اور ضروری ہے۔

بیع اور اس کی اقسام

جبکہ بیع کی بہت سی اقسام ہیں اور اسکی مختلف صورتیں مروج ہیں؛ اسلئے "البیوع" جمع کیساتھ تو فرمایا ہے اور اسکا واحد "بیع" ہے، اکثر اور بیشتر یہ لفظ فروخت کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا دوسرا لفظ اشتریٰ یعنی خرید کرنا۔ اور عقدِ بیع میں دو طریق ہوا کرتے ہیں: ایک بائع (فروخت کرنے والا) اور دوسرا مشتری (خریدنے والا) اور جس شئ کو خرید اور فروخت کیا جاتا ہے اس کو مبیع اور جس شئ کے ذریعہ خرید کرتا ہے اس کو "ثمن" اور قیمت کہا جاتا ہے۔

بہر حال جس شئ کو فروخت کرنا ہو اور خرید کرنا ہو وہ شئ شرعاً "متمن" باقیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو، یہ شرط لازم ہے؛ لہٰذا جو شئ شرعاً ایسی نہ ہوگی اس کی بیع نہ ہو سکے گی؛ مثلاً: حرام اشیاء اور نجس اشیاء، شراب، میتۃ، خنزیر (وغیرہم)۔

بیع کا شرعی اور اصطلاحی معنی

"مبادلة المال بالمال علی سبیل التراضی" اور یہ تراضی اس وقت ہی معتبر ہوگی جب کہ شرعاً وہ معتبر ہو، اگر از روئے شرع وہ تراضی کالعدم ہے تو باہم رضامندی بھی کالعدم ہوگی، اور وہ فاسد اور باطل رہے گی؛ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان تکون تجارۃ عن تراض"

عقد بیع کا رکن

ایجاب اور قبول، اور شرط تراضی، نیز دونوں فریق شرعاً عقد کی اہلیت بھی رکھتے ہوں؛ یعنی عاقل، بالغ ہوں، اور عقد بیع کا حکم یہ ہے کہ ایجاب اور قبول ہونے پر "بیع" میں خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، اور بائع کی ملکیت سے خارج ہوگی، اور ثمن میں بائع کا حقِ ملکیت ثابت ہوگا۔

اقسامِ بیع: (۱) بیع تام (۲) بیع موقوف یا معلق (۳) بیع فاسد (۴) بیع باطل (۵) بیع مطلق (۶) بیع سلم (۷) بیع صرف (۸) بیع بالتعاطی (۹) بیع من یزید (۱۰) بیع مرابحہ (۱۱) بیع تولیہ (۱۲) بیع وضعیہ (وغیرہم) ان تمام کی تعریفات وتفصیلات فقہ کی کتب میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عقد ہو شرعی قواعد اور ضوابط پر؛ تاکہ وہ حاصل شدہ مال حلال اور طیب ہو، نہ کہ بالباطل؛ جس کی نہی فرمائی، قال تعالیٰ: "یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" (الآیۃ)

اسلاف کرامؒ نے تجارت کو بہت زائد پسند فرمایا اور اس کو اختیار بھی فرمایا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کبارِ صحابہ مہاجرین میں سے ہیں وہ بڑے تاجر تھے۔ اور آپ نے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی، کپڑے کے بڑے تاجر تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کبار محدثین میں ہوئے ہیں، وہ بھی بڑے تاجر تھے، جب تک حضرت ابوبکر صدیق منصبِ خلافت پر فائز نہ ہوئے تھے بڑے تاجر تھے، کپڑے کی تجارت تھی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ تجارت میں جو برکت ہے وہ اسی وقت تک ہے جب کہ صدق اور امانت کے ساتھ اور شرعی اصول پر مبنی ہو، حضرت عمرؓ کا یہ فرمان تھا "جاہل لوگ ہمارے بازاروں میں تجارت نہ کریں" چنانچہ وقتاً فوقتاً حضرت عمرؓ بازار میں تشریف لاتے اور بعض جاہل تاجروں کو درّے سے سزا بھی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی لوگ خرید وفروخت کریں جن کو تجارت کے شرعی احکام کا علم ہو۔ (احیاء العلوم اردو: ج رقسط: ۳ رص: ۱۷۰، وطبقات فقیہ الاسلامؒ ج: ۱ص ر۳۱۲)

کسبِ معاش

اہلِ علم کا قول ہے کہ کسب الحلال اصل الورع واساس التقویٰ (یحییٰ، التعلیق ۳ر۲۹۴) انسانی زندگی میں خالقِ ارض وسموات نے اوقات کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے "وجعلنا النھار معاشا" اور بنایا ہے ہم نے ان کو معاش کے لیے "وقال تعالیٰ: "وجعلنا لکم فیھا معایش، قلیلا ما تشکرون".

قرآن کریم کی آیات میں رزق ومعاش کو فضل رب فرمایا ہے "قال تعالیٰ: فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ" (جمعہ) اللہ تعالیٰ نے اسبابِ معاش زمین کے مختلف حصوں میں پھیلائے ہوئے ہیں؛ لہٰذا جس کو جس جگہ سے اپنی معاش حاصل ہونے والی ہے اس کے لیے مباح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ زمین میں پھیل جاؤ اور فضل اللہ کو حاصل کرو، تلاش کرو۔ سمندری سفر کرنا ہے یا کہ خشکی کا سفر، قرآن کریم میں اجازت واباحت فرمائی ہے "وآخرون یضربون فی الارض الخ"۔ کسب حلال اور طلب حلال کے لیے بہت سے اسباب اور وسائل پیدا فرمائے اور پھر بندوں کو ان تمام اقسام کی جانب مائل فرمایا ہے۔

کسبِ معاش اور کسبِ حلال

قرآن اور احادیث میں کسبِ معاش اور کسبِ حلال کی تاکید ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے "طلب کسبِ الحلال فریضۃ بعد الفرائض" (مشکوٰۃ) اس ارشاد نبوی میں کسب معاش اور کسبِ حلال کی اہمیت کا بیان ہے کہ اس کو فرض قرار دیا گیا ہے، اور جب اس کو فرض کا درجہ دیا گیا ہے تو یقیناً وہ طاعت

اور عبادت کے زمرے میں بھی آئے گا۔

بہر حال اہلِ علم نے کسبِ معاش کو تین اقسام پر تقسیم فرمایا ہے: (۱) مباح (۲) فرض (۳) مستحب۔

قرآن اور حدیث نے اس امور کو بہت تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسبِ محض نہیں؛ بلکہ ''کسب حلال'' مطلوب ہے، اور حلال وہ ہے جس کو قرآن اور حدیث نے حلال قرار دیا ہے، اور قرآن وسنت کے اصولوں پر جو حاصل ہوگا وہی قانونِ الٰہی میں حلال ہو سکتا ہے، اور جو اس کے خلاف ہے وہ حلال نہیں ہوگا۔

کسب اور اکتساب کے معنی حاصل کرنا، کمائی، محنت اور جدوجہد کرنا ہے، نیز دست وبازو کی محنت سے حاصل کردہ اسبابِ معاش۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد شریعتِ اسلامیہ کے احکام اور مسائل اور قانونِ زندگی دو رہنما اصولوں پر مبنی ہیں: (۱) جن کا تعلق عبادات سے ہے (۲) اور جن کا تعلق معاملات سے ہے، نیز اسی کو اس طرح بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ (۱) حق اللہ وحقوق اللہ (۲) اور حق العبد، حقوق العباد۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل نہ حقوق اللہ کی وقعت تھی اور نہ حقوق العباد کا کوئی تصور تھا؛ اس لیے کہ تقریباً تمام دنیا جہالت سے قریب تر تھی! جس کو عہدِ جاہلیت سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔

جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے عبادات کی حقیقت سے بھی باخبر فرمایا، اور عبادات کے احکام ومسائل کی بھی تعلیم ارشاد فرمائی، اور اسی طرح حقوق العباد سے بھی متعارف کرایا، اور اس کے احکام ومسائل بھی تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائے اور جملہ اقسام معاملات کے اصول وضوابط بیان فرمائے، اور ان پر عمل کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی۔

حقوق العباد اور معاملات میں ایک اہم ترین شعبہ تجارت اور کسبِ معاش کا ہے، کسبِ معاش کے بعض اسباب اور ذرائع ہیں ان سب کو واضح عبارات کے ساتھ امت کے سامنے پیش فرمایا، اور حضرات صحابہؓ نے بھی انہیں اصولوں پر تربیت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی انہیں اصولوں پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام امت اسلامیہ اسی کو اختیار کرے۔ وباللہ التوفیق۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

﴿بَابُ الْكَسْبِ وَطَلَبِ الْحَلَالِ﴾

الفصل الاوّل

﴿اپنے دستِ بازو کی کمائی اختیار کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۴﴾ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ و مطلب: حضرت مقداد بن معدی کربؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں کھایا کسی شخص نے کبھی بہتر اس کھانے سے کہ جو اپنے دست وبازو سے کمایا ہوا ہے، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے دستِ بازو کے عمل سے (حاصل اور کسب شدہ) کھاتے تھے۔ (بخاری)

کلمات حدیث کی تشریح مقصد بیان یہ ہے کہ انسان دوسروں کا دستِ نگر نہ بن کر اپنے دست وبازو کی محنت کے ساتھ معاش کو اختیار کرلے، یہی بہترین خورد ونوش ہے، اور تمثیلاً حضرت داؤدؑ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ بھی اپنا معاش خود ہی

حاصل کرتے تھے؛ چنانچہ قرآن کریم میں ان کی صنعت وحرفت کا بیان بھی ہے؛ حالانکہ حضرت داوٗدؑ نبی اور رسولؑ ہونے کے ساتھ عظیم ترین حکومت وسلطنت پر بھی فائز ہیں، اور حضرت داوٗد کی ایک وجہ تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وہ صنعت براہِ راست تعلیم فرمائی تھی، **کما قال تعالیٰ:** ''**وعلمناہ ...... الخ**'' بہر حال اس تمثیل سے ترغیب ہے کہ بندہ کسب معاش میں خود کفیل ہو، جس میں خیر وبرکت کے ساتھ ''**فانہ یتضمن فوائدۃ کثیرۃ**'' (از تعلیق مع التشریح اسعدی)۔

﴿انسانوں کیلئے معاشیات﴾

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اسبابِ معاش پیدا فرما کر اس کو مکلف فرمایا ہے کہ وہ حسبِ قدرت محنت ومشقت برداشت کرتے ہوئے اُن اسباب کو اختیار ے اور اس کے لیے خاص طور پر ترغیب کے ساتھ متوجہ فرمایا ہے **قَالَ تَعَالٰی ''وَلَقَدْمَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَالَكُمْ فِيْهَامَعَايِشَ'' (الاعراف/ ۱۰) وَقَالَ تَعَالٰی: هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا'' (البقرہ/ ۲۹)**

﴿کسب حلال ہی مطلوب ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۴۵﴾وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّباً وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: يَااَيُّهَا الرُّسُلُ! كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً، وَقَالَ تَعَالٰی: يَااَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَی السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پاک (اور منزّہ) ہیں (ہر عیب سے) پاکیزہ (اور حلال) کے علاوہ قبول نہیں فرماتے اور بالیقین اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اھل ایمان کو اس چیز کا جس کا رسولوں کو حکم فرمایا، پھر آپؐ نے (یہ آیت) ''یا ایّھا الرسل الخ'' یعنی اے رسولو! کھاؤ حلال اور پاکیزہ رزق میں سے اور نیک عمل کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کھاؤ ان پاکیزہ اور حلال چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں، پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص ہے جو طویل سفر کرتا ہے (اس کے) بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے (کہتا ہے) یاربّ، یا ربّ حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام، اور حرام سے ہی غذا دیا گیا تو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو۔ (مسلم)

کلمات حدیث کی تشریح

الطیبُ: یہ ضد ہے خبیثؑ کی اور جب اللہ تعالیٰ اس وصف کو بیان فرماتے ہیں تو اس سے مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ ''نقائص'' سے پاک ہو، اور مقدس ہو آفات سے، اور جب بندہ کے ساتھ اس وصف کو ذکر کیا جائے تو اس سے مقصود اخلاقِ رذیلہ سے (بندہ) پاک اور صاف ہو اور خصائل محمودہ کے ساتھ آراستہ ہو، اور مال کے حق میں طیب ہونا کہ وہ حلال ہو اور عمدہ ترین صاف وستھرا ہو ہر قسم کی کراہت سے؛ لہٰذا کسب معاش میں اس حقیقت شرعیہ کا مکمل خیال رکھے، اور مالِ حرام کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ دعا قبول نہ ہوگی؛ اگر چہ وہ حج وغیرہ فی سبیل اللہ کے سفر میں بھی ہو، حرام غذا کی وجہ سے دعا کیسے قبول ہو؟

اشعث: بالوں کا پراگندہ ہونا، **اغبر:** گرد آلودہ ہونا، کہ سفر کی یہ دو خاص حالتیں ہیں۔

﴿آئندہ کے لیے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۴۶﴾وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر نیز ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ (اس میں) انسان پرواہ نہیں کرے گا جو مال لے رہا ہے کیا وہ حلال ہے یا حرام۔ (بخاری)

کلمات حدیث کی تشریح مقصد بیان یہ ہے کہ قربِ قیامت کے وقت علم اور عمل نہ ہوگا، مال کی محبت غالب ہوگی، اور مال کا محتاج تر رہے گا، حلال اور حرام کا امتیاز نہ رہے گا۔

﴿ورع اور تقویٰ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۷﴾ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: نعمان بن بشیرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص مشتبہ امور سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو پاک (اور محفوظ) کر لیا، اور جو شخص مشتبہ امور میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اس چرواہے کی طرح جو کہ چراہ گاہ کے قریب چراتا ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ چراگاہ میں چرائے، خبردار! ہر بادشاہ کی چراہ گاہ ہے، خبردار! یقیناً اللہ تعالیٰ کی (خاص) چراہ گاہ (یعنی حد جو اس نے مقرر کی ہے) اس کی حرام (کردہ چیزیں) ہیں، خبردار! یقیناً جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو اس کا تمام جسم بگڑ جائے گا، خبردار! وہ قلب ہے۔ (بخاری، مسلم)

خلاصۂ حدیث مقصد بیان یہ ہے کہ شریعت نے قرآن اور سنت کے ذریعہ حلال اور حرام کو واضح کر دیا ہے بیان کر دیا ہے، اور جو امور مباح ہیں ان کو بھی صاف کر دیا ہے، نیز محضوراتِ شرعیہ بھی بیان کر دیئے گئے دلائل اور اصول کے ساتھ جن سے کوئی امر مخفی نہیں ہے، علاوہ ازیں (بعض وجوہات سے) بعض اشیاء میں شبہ ہوتا ہے کہ من وجہ وہ حلال کے ساتھ یا من وجہ حرام کے ساتھ مشتبہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں محتاط ہونا لازم ہے اور جب تک کسی ایک کے حق میں واضح نوعیت معلوم نہ ہو اس سے اجتناب کیا جائے؛ اس لیے کہ اگر اس کا اہتمام نہ ہوگا تو اندیشۂ قوی ہے کہ حرام میں مبتلا ہو جائے، ورع اور تقویٰ ختم ہو جائے گا۔ (ماخوذ از تعلیق)

کلماتِ حدیث کی تشریح القلبُ: ایک جسم (گوشت) کا ایک ٹکڑا ہے اور اس قلبِ ظاہری کے ساتھ "قلبِ معنوی" کا ربط ہوا کرتا ہے جو ایک نورانی شی ہے، اور تمام جسم پر ظاہراً اور باطناً قلب کی حکمرانی رہتی ہے، یا اسلئے اسی کے اصلاح کی فکر رہنی ضروری ہے اور تقویٰ بھی دراصل قلب (کمافی الحدیث) ہی میں ہوا کرتا ہے؛ اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس پر نظر اور اس کی فکر رہے اور اسی وقت حرام سے بچاؤ ہو سکتا ہے؛ اس لیے اس مقام پر اس کو بیان فرمایا ہے، اگر تردد ہوگا تو قلب پر ہی اس کا ورود ہوگا۔

(۲) صاحب کتاب نے روایت کے بعد روایات میں چند ایسی اشیاء کا تذکرہ فرمایا ہے جن میں بیان ہے کہ وہ اشیاء اور ان کے ذریعہ آمدہ مال خباثت و کراہت سے آلودہ ہوتا ہے جن سے اجتناب لازم ہے۔ (اسلامی)

(۳) شرعی طور پر جن اشیاء کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے اور شارع نے ان سے منع فرمایا ہے اس کے دو درجے ہیں:

(۱) حرام اور ناجائز (۲) مکروہ کہ شرعاً بعض وجوہات کی وجہ سے اس میں کراہت شرعیہ ہے، تقویٰ اور ورع کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس

سے بھی پرہیز کیا جائے جو حلال بھی ہو اور طیب بھی ہو۔

(۴) ان روایات میں نہی بھی ہے اور خباثت ہونا بھی بیان فرمایا ہے، بعض امور حرام اور بعض کے حق میں کراہت ہے، اور اس کا علم دوسرے دلائل اور قرائن سے ہوگا کہ کس پر حرمت کا حکم ہے اور کس پر کراہت کا حکم ہوگا جس کی تفصیل آئندہ معلوم ہوگی۔

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۸﴾ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیجؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتا کی قیمت ناپسندیدہ ہے اور زانیہ کی اجرت پلید ہے اور سینگی لگانے والے کی اجرت ناپسندیدہ ہے۔ (مسلمؒ)

خلاصۂ حدیث

اس روایت میں تین چیزوں کا تذکرہ ہے، کلب (کتا)، زنا کی اجرت اور سینگی کی اجرت، اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں اور بھی اشیاء کا تذکرہ ہو رہا ہے؛ مثلاً حدیث نمبر: ۲۶۴۹ر میں کاہن کی اجرت اور حدیث نمبر: ۲۶۵۰ر میں خون کو فروخت کرنا اور حدیث نمبر: ۲۶۵۱ر میں بلی کی قیمت کی ممانعت کی گئی اور ان کا خبیث ہونا اور آمدنی کا خبیث ہونا بھی فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ ''خبیث'' کا مفہوم کیا ہے؟

یہ لفظ ''طیب'' کی ضد ہے جس طرح لفظ طیب دو معنی پر دلالت کرتا ہے (۱) حلال ہونا (۲) نفیس اور عمدہ، نیز پاکیزہ ہونا اور کراہت شرعی سے بھی پاک ہونا؛ اسی طرح لفظ خبیث کے بھی دو مفہوم ہوں گے (۱) حرام ہونا (۲) اور مکروہ اور ناپسندیدہ جس کو قلبِ نظیف قبول نہ کرے اور اس کو خسیس سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، بہر حال ایک لفظ ایک سے زائد معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

کتے کی خرید و فروخت

ثمن کلب: یعنی کتے کی قیمت بظاہر اس حدیث پاک میں علی الاطلاق کتے کی خرید و فروخت کی ممانعت معلوم ہو رہی ہے اور اس کے ثمن (دام) کی حرمت ارشاد فرمائی ہے۔

حضرات فقہاء کرام کے مذاهب فی هذه المسئلة: حضراتِ ائمۂ ثلاثہؒ اور فقہاءِ سلفؒ کی ایک جماعت (وجماہیر علماء) کے نزدیک علی الاطلاق ہر کتے کی خرید و فروخت ناجائز اور حرام ہے، ان احادیث سے ان حضرات کا استدلال ہے؛ لہٰذا شکاری کتا اور حفاظت وغیرہ کا سب کا یہی حکم ہے؛ کیوں کہ ان احادیث میں علی الاطلاق مذکور ہے۔

امام اعظمؒ اور فقہاءِ کرامؒ کی ایک جماعت کے نزدیک شکاری اور جس ضرورت کے لیے کتے کی شرعاً اجازت دی گئی ہے اس کی خرید و فروخت (فی نفسہٖ) مباح ہوگی، اور اس کی اباحت دوسری احادیث سے معلوم ہوتی ہے؛ مثلاً بروایتِ حضرت جابرؓ (میں) **الا الکلب المعلم** (مسند احمد) اور ترمذی میں بروایتِ حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے **"الا کلب الصید"** (ص: ۲۴۱، ج: ۱)۔ نیز بروایتِ حضرت ابن عباسؓ میں ہے **رخص رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى ثمن كلب الصيد.**

اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار میں حضرات صحابہؓ کے آثار بھی نقل کیے ہیں جن سے اس کی اباحت معلوم ہوگئی۔

فائدہ: ان روایات کے پیش نظر یہ کہا جائے کہ جن روایات سے نہی معلوم ہوتی ہے وہ بھی (اگر چہ لفظاً) علی الاطلاق ہیں مگر ان میں بھی استثناء ہوگا؛ تا کہ روایات میں تعارض نہ ہو، اور اس قسم کی بہت سی مثالیں روایات میں موجود بھی ہیں۔

ضروری وضاحت

جس وقت آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ کتوں کا پالنا اور ان کو رکھنے کا بہت زیادہ شوق ہے اور بکثرت اس میں رغبت ہے تو آپ ﷺ نے اولاً علی الاطلاق کتوں کے قتل کا حکم جاری فرمایا، حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو قتل کلاب کا حکم فرمایا۔ (الحدیث مشکوٰۃ: ۳۵۹)

اور دوسری روایات میں ہے کہ بعد میں علی الاطلاق قتل کرنے سے منع فرمادیا اور چند خاص اقسام پر یہ حکم باقی رہا، اور اس کے بعد آپ ﷺ نے بالکلیہ قتل کرنے سے منع فرمادیا؛ (البتہ بلا ضرورت) اس کو پالنے کی آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی؛ بلکہ اُس سے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اس کے نقصان کو بیان فرمایا، دیکھئے مشکوٰۃ: ۳۵۹ پر، اور دوسری جگہ بروایتِ حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد ہے "امر بقتل الکلاب الا کلب صید او کلب غنم او ماشیة" (بخاری ومسلم).

فائدہ: بہت ممکن ہے کہ ابتداءً علی الاطلاق ثمن کلب کی نہی فرمائی ہو اور اس کے بعد دوسرے دور میں اس کا استثنار کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

مسئلہ: تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ شکار اور زراعت (وغیرہ) کی حفاظت کے لیے کتا کا رکھنا جائز ہے؛ البتہ حضراتِ علمار کرام نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ محض گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ احادیث میں صید (شکار) زراعت کی تخصیص ہے؛ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے کہ یہ بھی ضرورت ہے؛ اس لیے حدیث میں مذکورہ اشیار پر قیاس کیا ہے۔

اجرتِ زنا

زنا حرام ہے اور زنا کی حرمت قانونِ اسلام کے مطابق علی الاطلاق ہے کہ جبراً ہو یا دونوں کی رضامندی کے ساتھ، بہر صورت دونوں پر حدِّ زنا جاری ہوگی؛ البتہ دونوں فریق میں سے جن پر جبر کیا ہو اور آخر تک دوسرے فریق کی رضامندی نہ ہو، اس پر حدِّ زنا جاری نہ ہوگی جس کی تفصیل کتاب الحدود میں معلوم ہوگی انشار اللہ۔

زنا کے ذریعہ جو آمدنی ہے وہ خبیث؛ یعنی حرام ہے، یہ آمد آزاد عورت کو ہو یا باندی کو، سب کے حق میں حرام ہے۔

عرب میں اور دوسرے علاقوں میں عہدِ جاہلیت میں زنا کاری عام تھی اور اس کو بھی نکاح کے نام کے ساتھ موسوم کرتے تھے، آج بھی دنیا میں زنا کاری عام ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں، بہر حال سب ہی حرام ہیں۔

سینگی کی اجرت کا حکم

اس روایت (۲۶۴۸) میں آپ ﷺ نے اس کو بھی خبیث فرمایا ہے؛ لیکن یہ بحکمِ حرام نہیں؛ بلکہ بحکمِ کراہت (تنزیہی) ہے؛ اس لیے کہ حدیث نمبر (۲۶۵۴) میں بروایتِ حضرتِ انسؓ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سینگی کے ذریعہ علاج کرایا اور سینگی لگانے والے کو آپ ﷺ نے اجرت بھی عنایت فرمائی، معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ یہ عمل مباح اور حلال ہے اور جب وہ حلال اور مباح ہے، تو اس پر اجرت بھی حلال اور مباح ہوگی؛ مگر اس کے ساتھ ہی اس میں بعض وجوہ سے کراہت ہے کہ جس وقت آلہ کے ساتھ خون کشیدہ کیا جاتا ہے تو وہ منہ کے ذریعہ سانس کے ساتھ کشید ہوتا ہے؛ جس میں قوی امکان ہے کہ حلق کے ذریعہ اندر نہ پہونچ جائے، اس اعتبار سے اس میں کراہت ہوگی۔

بہر حال جب آپ ﷺ نے معاوضہ دیا ہے اور یہ عمل کرایا ہے تو اباحت ظاہر ہے؛ لہٰذا خبیث بمعنی کراہت ہوگی، اور اسی کراہت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کو اس آمد کو کھانے سے منع فرمایا اور اس کی اجازت نہ دی تھی، اور پھر آپ ﷺ نے اگر اجازت دی تھی تو یہ فرمایا کہ اپنے چوپایہ اور غلام کو کھلایا جائے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: ۲۴۲، روایت عن محیصةؓ)۔

یہ دلیل ہے مباح اور حلال ہونے کی، نیز مکروہ ہونے کی بھی، یہ تفصیل حدیث نمبر: ۲۶۶۳ میں ہے۔ (اسعدی)

بلی کی خرید وفروخت

حدیث نمبر ۲۶۵۳ میں ہے کہ آپ ﷺ نے بلی کی قیمت سے منع فرمایا، بلی کا درندہ ہونا احادیث سے ثابت ہے اور تمام درندے حرام ہیں؛ یعنی ان کا گوشت حرام ہے؛ حلال نہیں، مگر بلی کا گھر میں ہونا (یا اس کا پالنا) مباح ہے، اور عادۃً بلی انسانوں کے ساتھ مکانات میں رہتی ہے؛ اس لیے شریعت نے اس کے پس خوردہ (جھوٹا) کی نجاست کا حکم مرتفع کر دیا ہے، غالباً اس وجہ سے بھی کہ اس کی ضرورت ہے، اور جب وہ اشیار ضروریہ میں سے ہے اور قابلِ انتفاع بھی ہے تو اسی وجہ سے بلی کا ہبہ کرنا اور اس کی عاریت پر لین دین کرنا معروف ہے اور معمول بہ ہے؛ لہٰذا اس کی بیع حلال اور جائز ہوگی "وھذا ملھبنا

ومذهب العلماء كافة"

البتہ حدیثِ پاک میں اس کی ثمن سے منع (نہی) فرمایا ہے تو وہ نہی برائے تنزیہی ہوگی، اور یا وہ بلی مراد ہو جس سے انتفاع نہ ہو سکے، قاله النووی كله(از تعلیق:۲۹۸) اس لیے حدیث کی نہی پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ اس کی ثمن (قیمت) کو از روئے احتیاط اور ورع استعمال نہ کیا جائے اور اسلاف میں بعض حضرات نے حدیث کے ظاہر کے مطابق ناجائز بھی فرمایا ہے، وبه قال ابو هريرة وطاؤس ومجاهدؒ. (ایضا:۲۹۰)

حلوانُ الكاهن: یعنی کاہن (کے عملِ کہانت) کی اجرت: یہ "حلاوت" سے ماخوذ ہے، بمعنی مٹھائی، اور کاہن کی اجرت مٹھائی اور شیرنی سے تعبیر کی گئی یا تو یہ از روئے عرف "مٹھائی، شیرنی" سے تعبیر کی گئی ہے، اور اسی طرح رشوت کو بھی حلوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، بہر حال یہ اجرت ہی ہے، تعبیر جو بھی ہو۔ (از تعلیق وغیرہ)

کاهن: وہ شخص جو غیب کی خبر دے، آئندہ ہونے والے حالات بتلائے، یہ عمل اور پیشہ حرام ہے اور اس کے ذریعہ سے آمدنی بھی حرام ہوگی۔

فائدہ: اسی طرح بعض عامل پوشیدہ اور گم شدہ اشیاء کے عمل پر اجرت لیتے ہیں، یہ بھی اس کے ساتھ مشابہ ہے جو بالکل ناجائز ہے اس کو عرّاف بھی کہا جاتا ہے، اور اسی طرح نجومی (کا عمل) بھی ناجائز ہے اور اس کے پاس جانا اور اس سے احوال معلوم کرنا بھی ناجائز ہے۔ (شرح نوویؒ:۲/۱۹)

خون کی خرید وفروخت

باب ہذا کی حدیث نمبر ۲۶۵۰ میں آپ ﷺ نے خون کی قیمت (یعنی اس کی خرید وفروخت) سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا اس نہی کی وجہ سے اس کی ثمن ناجائز اور حرام ہوگی؛ کیونکہ خون نجس شی ہے اور شی نجس شرعاً مالِ (متقوم) کے حکم میں نہیں ہے، جس پر خرید وفروخت کے احکام جاری ہو سکیں، ایسی آمدنی کو حلال اور پاک نہیں کہا جائے گا۔

ثمنِ دم کو سینگی کی اجرت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ کہ وہ عمل کی اجرت ہے اور علاج کی ایک صورت ہے جس میں خونِ فاسد کو نکالا جاتا ہے؛ اس لیے دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ فافہم

فائدہ: اگر اضطراری صورتِ حال ہے تو اجازت ہوگی عطیہ کرنے یا خرید کرنے کی۔

جملہ حرام اشیاء کی تجارت حرام ہے

باب ہذا کی حدیث نمبر:۲۶۵۱ میں آپؐ نے بصراحت ان اشیاء کی حرمت کو بیان فرما کر ان کی تجارت کے بھی حرام ہونے کا حکم جاری فرمادیا ہے، شراب کی حرمت اور اس کی تجارت اور مردار کی حرمت بھی قطعی ہے اور اس کی تجارت بھی حرام ہے، اور خنزیر کی حرمت اور اس کا نجس العین ہونا اور اس کی تجارت بھی حرام ہے، اور بتوں کی تجارت بھی حرام ہے (اور اسی طرح بتوں کی صنعت بھی حرام ہوگی)۔

مسئلہ: جو چیز حرام ہو اس کو اپنی حقیقت حرام پر رکھتے ہوئے جائز نہیں کہ (اس سے کسی بھی قسم) کا انتفاع کیا جائے جب تک کہ اس میں کوئی تحول اور تغیر وغیرہ نہ ہو۔ (از تقریر ترمذی:۶۳۰، حضرت مدنیؒ)

مردار کی چربی کا حکم

مردار کی چربی حرام اور نجس ہے؛ لہٰذا اس کی خرید وفروخت بھی حرام ہے اور اسی طرح اس سے کوئی انتفاع بھی جائز نہ ہوگا؛ لہٰذا اس کو آگ میں پگھلا کر بھی وہ چربی ہی ہے، مادہ میں کوئی تغیر نہیں آیا۔

اہلِ کتاب یہود نے اس میں اس حیلہ گری کے ساتھ اس کو حلال قرار دیا تھا؛ جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کی اس حیلہ سازی پر لعنت فرمائی ہے اور اس کے بعد بصراحت ارشاد فرمایا کہ وہ حرام (ہی) ہے، یہی اکثر اہلِ علم اور جماہیر علماء کا مذہب ہے، اس سے کسی بھی قسم کا انتفاع جائز نہ ہوگا۔

مذہب امام شافعیؒ یہ ہے کہ انسان اپنے جسم پر تو اس کو استعمال نہیں کر سکتا، البتہ دیگر انتفاع جائز ہے؛ مثلاً کشتی میں اس کا لیپ کرنا، چراغ میں جلانا وغیرہ ذلك مما ليس باكل و لا في بدن الآدمي۔ (از تعلیق وغیرہ، ص:۲۸۹)

فائدہ: دراصل ان حضرات کے نزدیک ضمیر ھو راجع ہے بیع کی جانب؛ یعنی خرید و فروخت حرام ہے اور انتفاع (مذکورہ فی الحدیث) کی جانب راجع نہیں۔ (ایضا)

حدیث نمبر:۲۶۵۲ میں بھی مردار کی چربی کی حرمت اور یہود کی حیلہ گری پر آپ ﷺ کی لعنت کا تذکرہ ہے جس سے اس کی شدید مذمت بھی معلوم ہوتی ہے۔

﴿ثمن کلب﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۴۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو مسعودؓ انصاری نقل کرتے ہیں بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے کتا کی قیمت سے اور زانیہ کی کمائی (اجرت) سے منع فرمایا ہے اور کاہن کی اجرت (مٹھائی اور تحفہ) سے (بھی) منع فرمایا۔ (بخاریؒ۔ مسلمؒ)

﴿خون کی خرید و فروخت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خون کی قیمت (اور اس کی خرید و فروخت) اور کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت سے منع فرمایا اور سود کھانے والے اور کھلانے والے اور گودنے والی عورت اور گدوانے والی عورت اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔ (بخاری)

خلاصۂ حدیث: خون کی خرید اور فروخت کا حکم معلوم ہو چکا، اور اس میں اکلِ ربوا یعنی سود کی آمدنی کا حرام ہونا اور اس پر لعنت کا ہونا مذکور ہے اور "الواشمة": یہ الوشمہ سے ماخوذ ہے، سوئی وغیرہ کے ذریعہ بدن (کھال) میں گدائی کرنا، اور اس میں نورہ، کحل وغیرہ بھرنا جس سے کہ رنگ ابھر جائے، عرب میں عورتیں اکثر ایسا کرتی تھیں، وہ عورت جو گدائی کرائے اور جو عورت گدائی کرے، یہ عمل ناجائز ہے اور باعث لعنت ہے۔

تصویر سازی کا حکم: تصویر سے مراد کسی جاندار کی تصویر ہے جس کا بنانا اور بنوانا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا تصویر سازی کے ذریعہ کسبِ معاش بھی جائز نہیں ہے، احادیث میں تصویر سازی پر شدید وعید بھی آئی ہے؛ چنانچہ بروایت عبداللہؓ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشکوۃ: از ص:۳۸۵ بخاری و مسلم)

البتہ غیر جاندار کی تصویر بنائی جائے اور اس کو ذریعہ معاش بھی بنانا بلا کراہت مباح اور جائز ہے جیسا کہ بروایتِ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ایک واقعہ) مروی ہے کہ ایک شخص تصویر سازی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھا، جب حضرت ابن عباسؓ نے اس پر وعید سنائی تو وہ شخص بہت فکر مند ہوا اور اس کے چہرہ کا رنگ پیلا پڑ گیا، تو پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو (یہ تشریح کرتے ہوئے) فرمایا: "و كل شیء ليس فيه روح"۔ (مشکوۃ:۳۸۶ از بخاری) بہر حال اس میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔

﴿حرام اشیاء کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَةِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَرَاَیْتَ شُحُوْمَ الْمَیْتَةِ فَاِنَّہٗ تُطْلٰی بِھَا السُّفُنُ وَیُدْھَنُ بِھَا الْجُلُوْدُ وَیَسْتَصْبِحُ بِھَا النَّاسُ فَقَالَ: لَا ھُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ: عِنْدَ ذٰلِکَ قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَھَا اَجْمَلُوْہُ ثُمَّ بَاعُوْہُ فَاَکَلُوْا ثَمَنَہٗ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

توجمه: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے فتح مکہ والے سال میں، اور آپ ﷺ (اس وقت) مکہ میں قیام فرماتے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے شراب کی خرید وفروخت اور خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کردیا ہے، کسی نے سوال کیا یارسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق (کیا حکم ہے) آپ ﷺ خبر دیں؛ کیوں کہ اس سے کشتیاں پالش کی جاتی ہیں اور چمڑے اس سے چکنے کیے جاتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہیں؟ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مت استعمال کروتم، وہ تو حرام ہے، پھر اسی کے ساتھ فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے، اللہ تعالیٰ نے جب ان پر مردار کی چربیوں کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر اس کی خرید وفروخت کی اور اس کی قیمت کو کھایا۔ (بخاری، مسلمؒ)

کلمات حدیث کی تشریح اس روایت سے (بھی) یہ امر معلوم ہوا کہ حرام اشیاء سے انتفاع اور ان کی تجارت کرنا اور ذریعہ معاش بنانا حرام ہے، آپ ﷺ نے چند اشیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے، مردار کی بیع بھی حرام، خنزیر کی بیع بھی حرام اور بت (سازی اور اس کو) فروخت کرنا بھی حرام قرار دیا، اور جب مردار حرام ہے؛ اس لیے کہ وہ نجس ہے تو اس کی چربی بھی نجس ہے اور اس کی خرید وفروخت کرنا بھی حرام۔

اہلِ کتاب یہود نے اس میں تحریف کی، اور اس کو تیل بنا کر اس سے انتفاع کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس کی بھی وضاحت فرما دی کہ شکل تبدیل کرنے اور نام تبدیل کرنے سے اس کے اصل حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی "ھو حرام" وہ (تو) حرام ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو شی حرام اور نجس ہوگی اس کی تجارت اور اس سے کسی قسم کا انتفاع بھی حرام ہی ہوگا۔

﴿یہود کی حیلہ سازی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۲﴾ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْھِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْھَا فَبَاعُوْھَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

توجمه: حضرت عمرؓ سے مروی ہے یقیناً رسول اللہ ﷺ نے (ان کو بد دعا دیتے ہوئے) فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر اس (کے تیل) کی خرید وفروخت کی۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلمات حدیث کی تشریح گذشتہ حدیث کے تحت تفصیل معلوم ہوچکی، قاتل اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو حرام شی، کی تحریف وغلط تاویل کر کے حلال بنائے وہ اس وعید میں داخل ہے۔

نعوذ باللّٰہ من ذٰلك.

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

توجمه: حضرت جابرؓ سے مروی ہے بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے کتا کی قیمت اور بلی کی قیمت (یعنی اس کی خرید وفروخت) سے منع فرمایا۔ (مسلم)

کلمات حدیث کی تشریح گذشتہ سطور میں بلی کے متعلق تفصیل معلوم ہوچکی ہے، درحقیقت بلی درندہ ہے اور حرام حیوانات میں سے ہے؛ اسی وجہ سے اس کی قیمت (اور فروختگی) سے منع فرمایا ہے اور یہ مکروہ تنزیہی کے حکم میں ہے

کما مر۔ علاوہ ازیں جب کہ شرعاً اس کی نجاست کا حکم مرتفع ہے اس اعتبار سے اس پر حرمت کا حکم جاری نہ ہوگا، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ جو بلی غیر نافع ہو اس کی ممانعت اور قابلِ انتفاع بلی کا عادۃً باہم بلا قیمت لینا دینا، عاریۃً ہبۃً دینا رائج ہے: لہٰذا مروت کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی قیمت نہ لی جائے۔ (التعلیق: ۳: ۲۸۹ وغیرہ)

﴿سینگی لگانے کی اباحت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: حَجَمَ اَبُوْطَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَاَمَرَ اَهْلَهُ اَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خِرَاجِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوطیبہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سینگی لگائی، پس آپ ﷺ نے ان (کو) ایک صاع کھجور دیے جانے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے ان کے مالک کو حکم فرمایا کہ وہ ان سے ان (پر مقررہ) خراج میں (قدرے) تخفیف کر دیں۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلمات حدیث کی تشریح صاع: عرب کا ایک پیمانہ، جسکی مقدار (تقریباً) ساڑھے تین سیر، خراج: غلام باندی کے مالک اپنے مملوک کو کسی بھی پیشہ کرنے کی اجازت دیکر ہر دن کیلئے ایک مقدار اُن پر مقرر کرتے کہ وہ اپنی آمد میں سے یہ مقدار مالک کو ادا کر دے اور باقی ماندہ اُس کی ملکیت رہے گی، غلام اس کو قبول کرتے ہوئے کہتا رضیتُ بہ۔ (تعلیق: ۲۹۰)

کلمات حدیث کی تشریح آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ ابوطلحہؓ پر یومیہ خراج کی مقدار زائد ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے اُن کے مالک سے سفارش فرما کر اس میں تخفیف کرائی تھی، اس میں رحمت وشفقتِ نبوی کا حال معلوم ہوا ہے۔

مسئلہ: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ پیشہ فی نفسہ مباح ہے، اور از روئے طب وعلاج افضل الادویہ؛ یعنی عمدہ ترین علاج ہے، خون میں شدت اور فساد ہونے پر اُس فاسد خون کا اخراج ہوتا ہے ایک آلہ (سینگی) کے ذریعے۔

مسئلہ: بوقتِ ضرورت سفارش کرنا درست ہے؛ بلکہ اجر وثواب بھی اس پر مرتب ہوگا؛ البتہ سفارش، حکم نہ ہو۔ (بخاری ومسلم شریف)

الفصل الثانی

﴿کسب معاش کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۵﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيِّ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَاِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جو تم نے اپنی محنت سے حاصل شدہ کھایا ہے وہ بہت ہی پاکیزہ (اور بہتر) مال ہے، اور یقیناً تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی (ہوئی چیزوں میں) سے ہے۔ (ترمذیؒ ونسائی)

ابن ماجہؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمی کی ایک روایت میں ہے کہ یقیناً سب سے زیادہ پاکیزہ (اور بہتر) جو آدمی نے کھایا ہے (وہ) اس کی کمائی ہوئی (چیز) میں سے ہے اور بلاشہ اس کی اولاد (بھی) اس کی کمائی (ہوئی شی ر) میں سے ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح اس حدیثِ پاک میں دو امر کا بیان ہے (۱) انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دستِ بازو سے اور اپنی محنت سے کسبِ حلال کو اختیار کرے اور اس کو کھائے اور ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کرے۔

(۲) اور اگر والدین کو ضرورت ہو اور اب وہ کسبِ معاش پر قادر نہ ہوں تو عند الضرورت اولاد کی آمدنی پر گزر کرنا بھی درست ہے، اور

(گویا کہ) وہ والدین کے حق میں اُن ہی کی کمائی ہے (ماخوذ از تعلیق)، اور یہ اس لیے فرمایا ہے کہ والدین اس حالت میں پہونچ کر یہ احساس نہ کریں کہ ہم اولاد کے محتاج ہوگئے، فقہاء نے فرمایا ہے: عند الضرورت والدین کے ضروری مصارف اولاد پر لازم ہوں گے۔

﴿مالِ حرام عنداللہ مقبول نہیں ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۶﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهُ اِلَى النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَكَذَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ حرام مال کمائے اور پھر اسمیں سے صدقہ کرے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا، اور اسمیں سے خرچ کرے تو اس کیلئے اسمیں برکت نہیں دی جاتی، اور اس مالِ حرام کو اپنے مرنے کے بعد چھوڑ جائے تو وہ اسکا توشہ ہوگا دوزخ کی آگ کی طرف (لے جانے کیلئے)، بلاشبہ اللہ تعالیٰ برائی، برائی کے ذریعہ معاف نہیں کرتے؛ لیکن برائی کو خیر (یعنی مالِ حلال) کے ذریعہ صاف کرتے ہیں، یقیناً گندگی نہیں دور کرتی ہے گندگی کو۔ (حمدؒ، شرح سنہ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

فَيَتَصَدَّقُ (مرفوعاً) یکسبُ پر عطف ہوگا اور لا يُنْفِقُ (معروف) ہے اور اس کا عطف فیصدّقُ پر ہوگا (از تعلیق ص ۲۹۰)۔ جو مال حرام ہوگا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا صدقہ کیا جائے اور وہ عنداللہ مقبول ہو؛ یعنی اس میں مقبول عنداللہ ہونے کی صلاحیت واستعداد ہی نہیں ہے اور جب وہ مقبول نہ ہوگا تو اس پر ثواب بھی مرتب نہ ہوگا، اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ خود ہی اپنے کسب کردہ مالِ حرام میں سے خود پر خرچ کرے گا تو اُس میں کوئی خیر اور برکت اس کے لیے نہ ہوگی۔

برکت وہ خیر کثیر ہے جو منجانب اللہ عطیہ خصوصی ہوا کرتا ہے، اور مالِ حرام عنداللہ بہت مبغوض ہے تو اس پر رحمتِ الٰہی بصورتِ برکت کیسے متوجہ ہوگی؟ ہرگز نہیں! یہی وجہ ہے کہ مالِ حرام، ناجائز اور خلافِ شریعت میں صَرف ہوتا ہے جو حقیقی منافع دے کر نہیں جائے گا۔ (اسلام) اور مالِ حرام کا مرنے کے بعد تر کہ جو ہوگا وہ ایسا توشہ ہوگا جو اس کو دوزخ کی آگ تک پہونچا دے گا، یعنی آخرت کے اعتبار سے بھی وہ مال سبب ہوگا دوزخ کے لیے۔

خلف ظهره: سے اشارہ موت کی جانب؛ یعنی پس مرگ زاد بمعنی توشہ سفر میں ضرورت پوری کرنے والی شئی۔ انّ اللہ الخ، یہ کلام مستانفہ ہے اور عنداللہ مقبول نہ ہونے کی علت کا بیان ہے۔

گناہوں کا کفارہ کیسے ہوگا: اس لیے فرمایا برائی، برائی کو دھونے اور صاف کرنے والی نہیں ہوسکتی؛ بلکہ حسنہ کے ذریعہ سیئات کو مٹایا اور صاف کیا جاتا ہے۔ جب وہ مالِ حرام بُری شئی ہے، ناپاک اور گندی ہے تو ایسا مال اور ایسی بری شئی بندہ کے برے اعمال اور گناہوں کے لیے کفارہ کیسے ہوگا؟ قال علیہ السلام کما قال اللہ انّ الحسناتِ يُذهبن السيئات.

خلاصہ اور حاصل کلام یہ ہے کہ خبیث اور گندی شئی، خباثت اور گندگی کو صاف نہیں کرسکتی اور بُرے اعمال کا کفارہ نہیں ہوسکتی، ایسے مال میں نہ کوئی خیر ہے اور نہ برکت اور نہ عنداللہ مقبول، اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں اور وہ پھر آخرت میں دوزخ کے لیے توشہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۶۵۷ میں ارشاد ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر مالِ حرام کو صدقہ کیا گیا اور اس پر ثواب کی امید کی گئی تو یہ عمل

موجب کفر ہے، اور اگر فقیر کو معلوم ہو گیا کہ یہ حرام مال اس کو دیا گیا ہے اور اس فقیر نے اس کو دعادی ہے تو یہ بھی کفر ہے۔
فائدہ: ماقبل میں جو جملے حدیث پاک میں مذکور ہیں وہ دراصل آخری جملہ "انّ الخبیث الخ" کے لیے تمہید اور مقدمہ ہے۔
(از تعلیق ص ۲۹۱ ج، مظاہر حق قدیم ص ۱۰)

﴿حرام خوری کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ .رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پرورش پایا ہو، اور ہر وہ گوشت جو مالِ حرام سے پرورش پایا ہو تو اس (جسم) کے لیے آگ زیادہ لائق ہے۔ (احمدؒ، دارمیؒ، بیہقیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح
السُّحت: حرام، نجس، اصل معنی لغۃً سوخت کردن، اور مالِ حرام برکت کو سوخت کر دیتا ہے، جو انسانی بدن مالِ حرام سے پرورش پایا ہو، بڑا اور ترقی کیا ہو اور حدیث پاک میں" لحم " کی جانب اسناد فرمائی ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا نفسِ انسانی کی جانب یہ اسناد نہیں فرمائی۔

حرام خوری سے کیوں جنت میں محروم ہوگا؟
یہ اس وجہ سے کہ وہ گوشت نجس اور خبیث ہے جو علت ہے عدمِ دخول کی "انّ الخبیث لِلخبیث" اور جنت پاکیزہ مقام ہے اس میں شئی طیب ہی داخل ہو سکتی ہے، اگر اس کی مغفرت نہ ہوتی تو اوّلاً دوزخ میں جائے گا جیسا کہ حدیث میں اس جانب اشارہ ہے، بعدہٗ جنت میں داخل ہوگا؛ اس لیے ہر باایمان جنت میں ضرور داخل ہوگا تو یہ یا مغفرت کے بعد یا سزا بھگتنے کے بعد، اور جن صورتوں میں مغفرت اور بخشش کی تفصیل ہے اس کے مطابق مثلاً صاحب حق کو راضی کر دیا گیا یا سفارش شامل حال ہوگی، اور ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے درجاتِ عالیہ میں داخل نہ ہو نیز اس میں زجر اور توبیخ ہے اور وعید بھی ہے اور اگر (خدانخواستہ) اس کا اعتقاد نہ ہونے کا نہ تھا وہ از روئے اعتقاد و نظریات اس کو حلال جانتا تھا تو پھر حرام کو حلال تصور کرنا کفر ہے، مالِ حرام کی مختلف انواع اور صورتیں ہیں؛ اس لیے ہر ایک کی نوعیت علیحدہ ہے اور اُسی اعتبار سے اس کا حکم بھی ہے۔

﴿تقویٰ اور پرہیز گاری﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۸﴾ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ .رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَرَوَى الدَّارِمِىُّ اَلْفَصْلَ الْاَوَّلَ.

ترجمہ: حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اس حدیث کو) یاد کیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شی، تجھ کو شک میں ڈالتی ہے اس کو چھوڑ (اور متوجہ ہو اور اختیار کر) اس شی، کو جو تجھ کو شک میں نہ ڈالے؛ چونکہ سچائی باعث اطمینان قلبی ہے اور یقیناً جھوٹ (اور باطل) باعث شک (اور تردد) ہے۔ احمدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ اور دارمیؒ نے جزاول کو نقل فرمایا ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح
حدیث پاک میں یہ حکم ہے کہ جس شئی (قوی ہے، فعل ہے، مال ہے کسی بھی شئی) میں شک اور شبہ قلب میں پیدا ہو جائے اور تردد ہو جائے کہ وہ درست اور حلال ہے یا نہیں، تو ایسی صورت میں اسی شئی

کو چھوڑ دیا جائے اور اس جانب کو اختیار کر لے جس میں کوئی تردد اور شک وشبہ نہ ہو۔

"یُرِیْبُكَ" اس میں علامت مضارع پر فتحہ بھی پڑھا گیا ہے اور ضمہ بھی دونوں ہو سکتے ہیں؛ البتہ اکثر روایات بالفتح ہے، رَابَ اور اَرَابَ دونوں لغات ہیں؛ البتہ ان میں درست اور معروف رابنی الشیئ ہے مجھ کو شک وشبہ میں ڈالدیا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مشتبہ اور شبہات سے بہر صورت پرہیز کیا جائے، نیز اس شئے کو اختیار کیا جائے جس میں قلب کو شک اور شبہ نہ ہو، یہ علامت ہے اس کے حق ہونے کی؛ کیونکہ صدق اور سچائی (اور امید حق) قلب کو مطمئن کرتا ہے اور اس کے برخلاف کذب اور امید ناحق قلب میں تردد پیدا کرتا ہے جو علامت ہے اس کے باطل ہونے کی؛ اسی لیے ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے "اپنے قلب سے لیجئے" بہر حال اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ قلب تقویٰ سے صافی ہو قلب میں نورِ تقویٰ ہو، تقوے سے قلب بھرا ہوا ہو۔

﴿نیکی اور معصیت کی شناخت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۵۹﴾ وَعَنْ وَابِصَةَ بِنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا وَابِصَةُ اجِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ: فَجَمَعَ اَصَابِعَهُ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهُ وَقَالَ: اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلَاثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا وابصہ! آیا ہے تو (میرے پاس) تاکہ سوال کرے نیکی اور گناہ (کی حقیقت اور علامت) سے متعلق، میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت وابصہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں جمع کیں اور پھر ان کو میرے سینے پر مارا اور فرمایا: فتویٰ طلب کر اپنے نفس سے، اور فتویٰ طلب کر اپنے قلب سے (اور یہ بات) تین مرتبہ فرمائی: نیکی وہ ہے کہ جس سے نفس مطمئن ہو جائے اور قلب کو اس پر اطمینان ہو، اور گناہ وہ ہے جس سے نفس میں کھٹک پیدا ہو اور سینہ میں تردد ہو (قلب منشرح نہ ہو) اگر چہ لوگ فتویٰ دیں۔ (احمدؒ، دارمیؒ)

حلِّ حدیث: البِرُّ: نیکی، حسنہ، اور ان کی ضد ہے اثم: گناہ، معصیت، النفس: ذاتِ انسان، حَاكَ (ماضی) خلجان، تردد، کھٹک، افتاء: فتویٰ دینا، حکم بیان کرنا۔

کلماتِ حدیث کی تشریح آپ ﷺ نے اپنے اس ارشاد سے ایک اصول بیان فرمایا ہے عملِ حسنہ اور غیر حسنہ (گناہ) کے درمیان امتیاز کرنے اور حقیقت حال کو معلوم کرنے کیلئے (زرّین) اصل یہ ہے کہ اگر کسی امید میں واضح حکم نہ ہونے کی وجہ سے تردد اور شک ہے تو اپنے قلب کی جانب رجوع کرلے، اگر قلب میں کوئی تردد نہ ہو اور قلب کسی امید پر مطمئن ہے تو وہ حسنہ اور نیکی (برّ) ہے، اور قلب میں کھٹک اور تردد ہے اور قلب کسی امید پر مطمئن نہ ہو تو وہ اثم ہے، اور مفتی حضرات کا فتویٰ ظاہر پر ہوتا ہے، ان کے روبرو جو صورتِ حال (قولاً یا فعلاً) آئے گی وہ اس پر فتویٰ دیا کرتے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے قلب متقی سے فتویٰ لیا جائے۔

فائدہ: اس ارشاد نبوی ﷺ سے ایک حقیقت یہ بھی دریافت ہوئی کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور ہے۔

آپ ﷺ کی برکت: آپ ﷺ نے دستِ مبارک ان صحابیؓ کے سینہ پر رکھا، بظاہر تو آپ ﷺ نے اشارہ کیلئے رکھا ہے کہ قلب کی جگہ یہ ہے اور معنوی طور پر بالضرور انکا قلب مبارک ہاتھوں کی روحانی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے قلب میں بڑی قوت پیدا ہوئی ہوگی جس سے قلب میں قوت ادراک میں ترقی بھی حاصل ہوئی ہوگی، اور سوال سے قبل آپ ﷺ کا معلوم کرنا کہ یہ سوال کریں گے یہ از راہِ مکاشفہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا۔

﴿تقویٰ اور ورع کا حصول﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۶۰﴾وَعَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَاسٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ .

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدیؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی لوگوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ چھوڑ دے ایسی چیزوں کو جس میں کوئی برائی (اور قباحت) نہیں (یعنی وہ چیز درجۂ اباحت میں ہے) اس چیز سے بچاؤ کے لیے جس میں برائی اور (خرابی) ہے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

حلِّ لغات: یَدَعُ: یَتْرُكُ (ترک کردے) لَاباس: یعنی از روئے ظاہر عندالفتویٰ اس میں کوئی شرعاً قباحت نہ ہو، مباح ہو، **حذراً:** منصوب ہے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے، بمعنی خوفاً اور یکونُ فعل مضارع یَبْلُغُ کا ظرف ہوگا اور مضاف محذوف ہے: یعنی **درجة التقی** لغۃً اسمِ فاعل ہے جو ماخوذ ہے وقاہُ سے، مصدر الوقایۃُ بمعنی بہت زیادہ احتیاط کرنا، محتاط ہونا، اور مُتقی کے شرعی معنی، **الّذی نفسهٗ تعاطی مایستحقّ به العقوبة من فعلٍ او ترکٍ** یعنی وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو ایسے فعل سے بچائے جس کے کرنے پر عذاب کا مستحق ہو اور جس فعل کے ترک کرنے پر عذاب ہوتا ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں، ابتدائی درجہ کفر اور شرک سے نکلنا، توبہ کرنا، اور اسکے بعد اسکے درجات میں ترقیات ہوتی ہیں، اہل تقویٰ بہت زیادہ محتاط رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نہ ہو، اور اس کیلئے آپ ﷺ کا یہ ارشاد کلیدی حیثیت رکھتا ہے کہ اعلیٰ درجہ تک پہونچنے کے لیے بہت سے مباح امور کو بھی ترک کرنا ہوتا ہے۔

﴿شراب اور لعنت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۶۱﴾وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْخَمْرِ عَشَرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا والمشترىَ لهاوَالْمُشْتَرىٰ لَهٗ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ .

ترجمہ: حضرت انسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی شراب کے سلسلے میں دس لوگوں پر، اس کو نچوڑنے والا اور اس کو نچڑوانے والا اور اس کا پینے والا اور اس کو لانے والا اور جس کی طرف لایا جائے اور اس کو پلانے والا اور اس کی بیع کرنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا اور اس کو خریدنے والا اور جس کے لیے خریدی جائے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

لغاتِ حدیث: لَعَنَ، بددعا ہے رحمتِ الٰہی سے دور ہونے کی۔ عَاصِرٌ: اسمِ فاعل از عَصَرَ: انگور (وغیرہ) سے شراب بنانے کے لیے شیرہ نکالنے والا۔ مُعْتَصِرٌ: جو شخص شیرہ نکلوائے یہ اپنے لیے ہو یا کسی دوسرے کے لیے: شَارِبٌ: اسمِ فاعل، پینے والا۔ حَامِلٌ: اسمِ فاعل، اُٹھانے والا، خواہ اپنے لیے یا دوسرے کے لیے اگرچہ وہ غلام یا ملازم وخادم ہو، وکیل کی حیثیت سے یا کسی بھی صورت سے، مَحْمُوْلَةٌ: اسمِ فاعل، الیہ یعنی مفعول الیہ، کسی کے لیے اُٹھا کر لے جائے۔ بَائِعٌ: اسم فاعل۔ شراب فروخت کرنے والا، مالک ہونے کی حیثیت سے یا ملازم وغیرہ ہونے کی وجہ سے۔ شراب فروخت کرنے پر اس کی حاصل شدہ قیمت کو کھانے والا، اسی لیے کہ معلوم ہے کہ اس انگور سے وہ شراب بنائے گا تو اس کو انگور فروخت کرنے والا بھی اس میں شامل ہے اور شراب جس کے لیے خریدی گئی ہو۔

خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ شراب کے معاملہ میں جو شخص بھی جس صورت سے اس سے وابستہ ہوگا وہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ اکثر و بیشتر یہ دس صورتیں ہوا کرتی ہیں؛ اس لیے اُن کو نامزد کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی؛ مثلاً شراب بنانے یا فروخت

کرنے کے لیے جگہ کرایہ پر دی گئی تو اس کرایہ کی آمدنی کو کھانا بھی حرام ہے اور اس فہرست میں شامل ولاحق ہوگا۔

﴿شراب خوری کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۶۲﴾ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللّٰہُ الْخَمْرَ وَشَارِبَھَا وَسَاقِیَھَا وَبَائِعَھَا وَمُبْتَاعَھَا وَعَاصِرَھَا وَمُعْتَصِرَھَا وَحَامِلَھَا وَالْمَحْمُوْلَۃَ اِلَیْہِ. رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ

توجمه: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کو پلانے والے (خادم وغیرہ) پر اور اس کو فروخت کرنے اور اس کو خریدنے والے پر اور اس کو نچوڑنے والے پر اور اس کو نچڑوانے والے پر اور اس کو لانے والے پر اور جس کے لیے لائی جاتی ہو اس پر۔ (ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

خلاصۂ حدیث احادیث میں بیان ہے کہ شراب اُمّ الخبائث ہے جس کی وجہ سے بکثرت گناہ کا صدور ہوتا ہے انسان کو بڑی نعمت دی گئی ہے ''عقل''۔ شراب نوشی سے عقل مستور ہو کر ایسی صورتِ حال بنا دیتی ہے کہ (گویا) وہ انسان نہیں ہے؛ بلکہ بدتر حیوان ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح اَلْخَمْرَ، یعنی صاحب شراب۔ بہر حال نفسِ شراب بھی ہوسکتی ہے کہ اس کی بدتر ہونے کی وجہ سے وہ بذاتِ خود بھی ملعون ہے اور شراب والا بھی ہوسکتا ہے۔ (از قدیم مظاہر حق مع الوضاحت اسعدی)

نیز شراب نجس شئی بھی ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ اِنَّمَا الخمرُ والمیسر والأنصاب والأزلام رجس.

﴿سینگی کی اجرت مکروہ ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۶۳﴾ وَعَنْ مُحَیِّصَۃَؓ اَنَّہٗ اِسْتَاذَنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اُجْرَۃِ الْحِجَامِ فَنَھَاہُ فَلَمْ یَزَلْ یَسْتَاذِنُہٗ حَتّٰی قَالَ اَعْلِفْہُ نَاضِحَکَ وَاَطْعِمْہُ رَقِیْقَکَ. رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ.

توجمه: محیصہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی سینگی لگانے کی اجرت لینے (اور اس کو استعمال کرنے) کی، پس آپ ﷺ نے ان کو منع کر دیا، پس وہ آپ ﷺ سے برابر اجازت طلب کرتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خرچ کر دے اس کو اپنے اونٹنی پر (یعنی اس کو کھلا دے) اور کھلا دے اپنے غلام کو۔ (مالکؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اَعْلِفْہُ: امر، بمعنی (امر اباحت واجازت) یعنی گھانس، دانہ کھلا دے، نَاضِحَ: اونٹ، جس کے ذریعہ پانی دیا جائے، گزشتہ روایات کے تحت تفصیلِ معلوم ہو چکی کہ سینگی کا پیشہ اور اس کے ذریعہ علاج کرنا حلال ہے، حرام نہیں؛ اور لیکن وہ عمل نزاہت کے خلاف ہے؛ کیونکہ سینگی والا آ کر منہ میں لے کر سانس کیا تو خون نکالا جاتا ہے؛ اور اس میں ایک احتمال ہے کہ خون کا اثر سانس کے ساتھ اندر پہونچ جائے اس لیے وہ نزاہت اور نظافت کے خلاف ہے اس لیے آپ ﷺ نے خلاف ورع اور کمال طہارت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اشراف کے لیے اس آمدنی کو پسند نہ فرمایا، اس لیے ان کو اجازت نہ دی۔ ایک سے زیادہ مرتبہ (تین مرتبہ) سوال کرنا ہوسکتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اجازت طلب کرتے ہوں۔ بہر حال پھر آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی کہ اپنے جانور کے لیے گھانس وغیرہ پر یا غلام پر اس کو خرچ کرنے کی اجازت دی۔ اگر یہ آمدنی حرام ہوتی تب تو جانور اور غلام کے لیے بھی درست نہ ہوتی۔ بہر حال یہ اجازت کراہیت کے ساتھ ہے۔

﴿گانابجانے کی اجرت حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۶۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ

وَكَسْبِ الزَّمَّارَةِ. رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور گانے والی عورت کی اجرت سے منع فرمایا۔(شرح سنہ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اَلزَّمَّارَةُ: زنا کار باندی، گانے والی باندی، حسین عورت، بالعموم زنا کاری اور گانے والی عورت حسین ہوتی ہے، آواز میں حسن ہوتا ہے؛ اس لیے یہ دونوں احتمال ہیں، یُقالُ غِناء" زمیر"یعنی حسنَ اور زَمَرَ بمعنی گانا، زمَرَ الرَّجُلُ، یہ اُس وقت کہا جاتا ہے جس وقت بجانے کی لیے ضرب لگاتی ہو، اور اس شخص کو زَمَّارٌ کہتے ہیں اور عورت کو زَامِرَةٌ، اور اکثر زنا کار عورت فاحشہ (رنڈی) کا پیشہ کرنے والی گانا بجانا بھی کرتی ہے، ابتداءً گانا بجانا ہوتا ہے اور انتہاء زنا پر ہوتی ہے، اور ایک لغت بیان کی گئی ہے کہ وہ اصل رَمَزَ ہے جس کے معنی آنکھ اور ہونٹ کے ذریعہ اشارہ کرنا۔ اور اکثر ایسی پیشہ ور فاحشہ عورت اوّلاً اشارہ بازی کرتی ہے، رجال کو اپنی طرف مائل اور متوجہ کرتی ہے۔

﴿گانے والی باندی خریدکرنا بھی حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۵﴾ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِيْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ جَابِرٍ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الْهِرِّ فِيْ بَابِ مَا يَحِلُّ اَكْلُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مت خریدو گانے والی باندیوں کو اور ان کو نہ فروخت کرو اور نہ سکھلاؤ ان کو، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی طرح کے امور اور اشیاء سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

"ومن الناس الخ" اور بعض لوگ بیہودہ کھیل کی بات کی خرید کرتے ہیں۔(احمدؒ، ترمذیؒ) ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی علی بن یزید حدیث کے سلسلہ میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں۔

اور عنقریب حضرت جابرؓ کی حدیث "نھی عن اکل الھرّ" "باب مایحل اکله" میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

لغات حدیث: اَلْقَيْنَةُ: گانے بجانے والی باندی، اور دوسرا معنی حسینہ بھی ہے۔

خلاصۂ حدیث اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ایسی باندیوں کی خرید وفروخت اور تجارت حرام ہے؛ اس لیے کہ یہ ذریعہ اور سبب ہے حرام کاری اور فحش کاری (زنا وغیرہ) کا، اور اس لیے گانا بجانے کی تعلیم دینا بھی حرام ہے؛ اس لیے اس سے بھی منع فرمایا ہے، اور ایسی باندی کی قیمت زیادہ ہوا کرتی ہے؛ اس لیے کوئی اس کو کھلائے؛ جس سے کہ زیادہ قیمت پر فروخت ہوگی، خریدنے والا رغبت سے خرید کرلے گا۔ اور اسی طرح گانے بجانے والے کو اُجرت پر بلانا حرام ہے

الفصل الثالث

﴿کسب حلال فرض ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۶﴾ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی طلب کرنا فریضہ (نماز وغیرہ) کے بعد فرض ہے۔(بیہقی)

خلاصۂ حدیث معاش انسان کے لیے بنیادی ضرورت ہے، اور ہر انسان اس کو اختیار بھی کرتا ہے، شریعت نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ کسب حلال کرے، نیز شریعت نے اس کو فرض قرار دیا ہے، اور جب شریعت نے اس کو فرض کہا ہے تو یہ طاعت اور عبادت کے درجے میں بھی آ گیا ہے: لہٰذا حکمِ الٰہی اور اطاعت کرتے ہوئے اس کو اختیار کرنے پر آخرت میں اجر وثواب بھی مرتب ہوگا؛ اسی وجہ سے بہت سے کسبِ معاش کے فضائل بھی احادیث میں وارد ہوئے ہیں، نیز قرآنِ کریم میں بھی صیغۂ امر کسب اور طلبِ حلال کا تذکرہ آیا ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح بَعْدَ الْفَرِيْضَة: اس کا مطلب کیا ہے؟ نمبر (۱) یعنی جن شرعی فرائض کا علم ہے، شریعت نے ان فرائض کو بیان کیا ہوا ہے؛ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ ان کے بعد کسبِ حلال کا حکم ہے (۲) شرعاً بندہ پر جو فرائض عائد ہیں ان میں سے ایک کسبِ حلال بھی ان فرائض شرعی کے ساتھ وابستہ ہے، اور کسبِ حلال کو ایک اہم ترین درجہ یہ بھی حاصل ہے کہ یہ اصلِ ورع ہے اور اساسِ تقویٰ بھی ہے۔ (از تعلیق ص ۲۹۴ ج ۳)

ضروری وضاحت: کسبِ معاش حلال کی فرضیت میں ضروری تفصیل یہ ہے کہ جس قدر انسانی حیات کے لیے لازم ہے اس قدر کسب فرض ہے اور جس قدر اتفاق درجہ اباحت میں ہے اُس قدر مباح اور جائز ہے اور جن افراد کا نفقہ کسی شخص پر فرض ہے اُن کے لیے بھی حقوق کی ادائیگی کی غرض سے کسب لازم اور فرض ہے یا مباح ہے اور جب کہ بعض افراد کے نفقات دوسرے کے ذمہ ہوتے ہیں؛ مثلاً زوجہ کا نفقہ شوہر پر اور اولاد کا نفقہ تو زوجہ (عورت) پر کسب فرض نہیں ہے اور نابالغ بچوں پر بھی یہ کسب فرض نہیں۔

خلاصۂ کلام: بہرصورت بندہ (انسان) پر لازم ہے کہ معاش میں وہ خود کفیل ہو، اور اپنے دستِ بازو کی کمائی (کسب) کے ساتھ کفالت کرے، دوسرے انسانوں کا محتاج نہ ہو اور دستِ نگر نہ ہو۔ اگر کسبِ معاش نہ کرے گا تو پھر بہت سی ناجائز صورتیں بھی کر گزرتا ہے، دستِ سوال دراز کرنے لگتا ہے جو شرعاً وعرفاً بالکل ناپسندیدہ ہے۔

﴿کتابت قرآن کی اجرت حلال ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ: لَا بَاسَ اِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَاَنَّهُمْ اِنَّمَا يَاكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ اَيْدِيْهِمْ. رَوَاهُ رَزِيْنٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن کریم کی کتابت کی اجرت سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں ہے، وہ تو محض مصور (یعنی نقش بنانے والے) ہیں اور وہ تو اپنے ہاتھوں کے عمل کی اجرت کھاتے ہیں۔ (رزین)

خلاصۂ حدیث کسبِ معاش میں ایک اصل یہ ہے کہ انسان "عمل بیدہٖ" کو اختیار کرے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حضرت داوٗدؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کی اس صفتِ خاص کو بھی بیان فرمایا ہے، قال تعالیٰ: "كَانَ يَاكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ" (حدیث ۱) اور اسی وجہ سے کہ یہی اصل ہے حدیث نمبر ۲۷۶۸ میں اس کو "کسبِ اطیب" بھی فرمایا ہے؛ یعنی عمدہ ترین کسبِ معاش اور قرآنِ کریم کی کتابت بھی "عملِ بیدہٖ" میں شامل ہے، لہٰذا حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ یقینی طور پر کسبِ حلال اور معاشِ طیب ہے اور اگر کسی کو اشکال وشبہ پیش آنے لگے کہ یہ آیاتِ الٰہی کی خرید وفروخت کی صورت تو نہ ہوگی؟ اس شبہ اور اشکال کو بھی حضرت ابن عباسؓ نے دور کرتے ہوئے فرمایا: وہ حروف کی صورت کو نقش کرنا ہے جو بندہ ہی کا عمل ہے اور وہ عمل کتابت ہے جس کی اجرت لی گئی نہ کہ مکتوب اور قرآن یا کلامِ الٰہی کی۔ (ماخوذ از تقریر طیبی وتعلیق)

فائدہ: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو سوال کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہو کہ اس کی نظر نفسِ قرآن اور کلامِ الٰہی یعنی "المکتوب و

المقروء ہ" پر ہو، بلاشبہ اس کی بڑی شان وعظمت ہے جس کی وجہ سے اس کو کسبِ معاش میں شمار کرنا درست نہ ہو؛ اس لیے استفتار کیا، حضرت ابن عباسؓ نے اس جواب دالمتار سے حقیقت الامر کو واضح کر دیا ہے۔ (اسعدی)

﴿تجارت اوربازوکی کمائی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۶۸﴾ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَ كُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ. رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیجؓ نے نقل کیا کہ کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کون سی کمائی زیادہ بہتر (اور پاکیزہ) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر مبرور بیع۔ (احمدؒ)

خلاصۂ حدیث اس کلام میں آپ ﷺ نے دو کسبِ معاش کو افضل فرمایا ہے (۱) "عمل بیدہٖ" اور (۲) وہ تجارت جو عنداللہ مقبول ہو، اور مقبول تجارت عنداللہ وہ ہے جو شرعی قوانین کے ساتھ ہو اور بندوں کے حق خیر وصلاح کے ساتھ معاملات ہوں، اور ایسی تجارت پر اجر وثواب بھی ہوتا ہے اور ایسے تاجر کی فضیلت بھی آج ہے۔ (اسعدی)

کلماتِ حدیث کی تشریح عمل الرجل بیدہٖ: میں تمام صنائع اور حرفات داخل ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی شرعی قباحت اور منکر نہ ہو۔ اور اگر یہ بات کہی جائے تو حدیث پاک کی روشنی میں درست معلوم ہوتی ہے کہ کسبِ معاش کی دراصل دو ہی صورتیں ہیں، ایک تجارت اور ایک عمل بیدہٖ۔ جس میں زراعت اور ہر قسم کی دستکاری وغیرہ شامل ہیں۔ (اسعدی)

﴿دودھ فروخت کرنابلاکراهت مباح هے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۶۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ: كَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ جَارِيَةٌ تَبِيْعُ اللَّبَنَ وَيَقْبِضُ الْمِقْدَامُ ثَمَنَهُ فَقِيْلَ لَهُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! وَمَا بَاْسٌ بِذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْفَعُ فِيْهِ اِلَّا الدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت ابوبکر ابن مریم نے بیان کیا کہ حضرت مقدام بن معدیکربؓ کی ایک باندی دودھ فروخت کرتی تھی اور حضرت مقدامؓ دودھ کی قیمت لیتے تھے، پس کسی شخص نے ان سے (از روئے تعجب) کہا سبحان اللہ! آپ دودھ فروخت کرتے اور قیمت وصول کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے: لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت میں لوگوں کو (کوئی شی ء) نفع نہیں دے گی؛ مگر دینار و درہم (یعنی حرام اور ناجائز امور میں مبتلا ہونے سے اکتساب ہی بچا سکے گا۔ (احمدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح قرنِ اول اور عہدِ صحابہ میں دودھ کی تجارت اور اس کی فروختگی کا رواج نہ تھا؛ بلکہ اگر زائد از ضرورت ہوتا تو وہ صدقہ اور ہدیہ کی صورت میں خرچ ہوا کرتا تھا، غالباً حضرت مقدامؓ پہلے شخص ہوں گے عہدِ صحابہؓ میں جو باندی کے ذریعہ دودھ کی فروختگی کراتے ہوں جس پر اس عہد کے عرف کی وجہ سے تعجب ہوا، اور از راہِ تعجب لوگوں نے یہ بات کہی، اور حضرت مقدامؓ نے فرمایا: نعم، ولیس به باْس، اور اس جوابِ باصواب سے اس امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ از روئے اصول شرعاً اپنی ملکیت والی اشیاء کو فروخت کرنا قطعی درست ہے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، اور حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق کسبِ حلال کی ہر صورت کو اختیار کیا جائے گا؛ اگر ایسا نہ کریں گے تو پھر حرام راستوں پر چل پڑیں گے۔

اسلاف کا مقولہ ہے "اتجبروا واکتسبوا فانکم فی زمان اذا احتاج احدکم کان اوّل مایاکل دینہٗ" اور حضرت لقمان

علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا"یا بُنَیَّ استغن بالکسبِ الحلالِ عن الفقر فانه ما افتقر احدٌ إلا اصابهٗ ثلاثُ خصال رقةٌ في دينه وضعف في عقله وذهاب مروّة واعظمُ من هذه الثلاثِ الاستخفاف الناس به(از تعلیق : ۲۹۴/۳)

خلاصۂ کلام: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دینار اور درہم، مال ودولت جو عطا فرمائی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اور بندوں کو یہ اس لیے عنایت ہوتی ہے کہ بندے باعزت طریقہ پر اس سے نفع حاصل کریں اور شریعت کے اصول کے مطابق اور شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے اس کو استعمال کریں، تجارت کریں، بلاشبہ اس میں خیر، برکت اور صلاح کے اسباب پوشیدہ ہیں۔ (اسعدی)

﴿بلاوجہ ذریعہ معاش کی تبدیلی نہ کی جائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۰﴾ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ: كُنْتُ أُجَهِّزُ إِلَى الشَّامِ وَإِلَىٰ مِصْرَ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَأَتَيْتُ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! كُنْتُ أُجَهِّزُ إِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ : لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلِمَتْجَرِكَ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِأَحَدِكُمْ رِزْقاً مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ لَهُ أَوْ يَتَنَكَّرَ لَهُ . رَوَاهُ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت نافع سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں سامانِ (تجارت) ملکِ شام اور ملکِ مصر بھیجتا تھا، پس میں نے (قصد کیا) عراق کی طرف روانہ کرنے کا، میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا یا ام المومنین! میں سامانِ تجارت شام روانہ کرتا ہوں، پس میں نے قصد کیا ہے عراق روانہ کرنے کا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم (یہ) نہ کرو۔ تم اپنی جس تجارت گاہ (مال روانہ کرتے ہو تو اس میں) کیا وجہ آپ کے لیے پیش آئی؟ (اس قدیم جگہ کو بلاوجہ ترک نہ کرو) کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے: جب اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی شخص کے لیے رزق کے حصول کے لیے کوئی سبب بنا دیا ہو تو اس کو ترک نہ کرو یہاں تک کہ اس کے لیے متغیر ہو جائے اور یا نقصان ہونے لگے اس کو۔ (احمدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

اجھزُ، از تجھیز بروزنِ تفعیل، اور اس جگہ مراد ہے کہ بذریعہ اپنے دکلار اور کارندوں کے مالِ تجارت ملکِ شام برائے تجارت بھیجتا ہوں، فتجھزتُ: سو پھر میں نے قصد کیا کہ ملکِ عراق روانہ کروں، مقصدِ بیان یہ ہے کہ تجارتی منڈی تبدیل کردوں۔

مالك؟ برائے استفہام اور برائے انکار ہے، تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ آئندہ جملے سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد اس پر انکار کرنا اور منع کرنا ہے اور اس کے بعد اس کی وجہ بھی بیان فرمائی۔ متجرك، ظرفِ مکان؛ یعنی آپ کی تجارتی جگہ، ملکِ شام کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک کوئی ضروری وجہ نہ ہو۔ فاني الخ، فا برائے سبب ہے؛ یعنی میں تم کو تبدیل نہ کرنے کا جو مشورہ دے رہی ہوں وہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے، آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے کوئی کسبِ معاش کا ذریعہ عطا کیا ہوا ہو اس کو اس وقت تک نہ ترک کیا جائے کہ جب تک (کوئی ایسی وجہ نہ ہو کہ اس میں) تغیر نہ ہو جائے، فائدہ نہ ہوا اور نقصان ہونے لگے؛ لہٰذا اب تبدیلی کے لیے ضروری وجہ اور سبب ہو گیا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ جو اسبابِ معاش مباح اور جائز اختیار کیے ہوئے ہیں اور بحمد اللہ اس سے ضروریات بھی حاصل ہو رہی ہیں تو بلا کسی ضروری وجہ کے سابقہ صورت کو تبدیل نہ کیا جائے کہ دراصل وہ منجانب اللہ عطا شدہ ہے اور اس میں برکت ہے، اور اب جو تبدیلی کی تجویز پیشِ نظر ہے ہوسکتا ہے کہ اس میں انسانی، نفسانی اور وسوسۂ شیطانی اور غلط مشوروں کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو، اور محض ترقی کے احتمالی تصور سے بھی ایسا نہ کرنا چاہیے تاوقتیکہ نقصان ہونے لگا ہو، نفع بخش نہیں رہا ہو۔

من اصاب من امر مباح وجب علیه ملازمته ولا یعدلُ عنه الی غیره إلّا بضارلان کلاً میسر لما خلق لهٗ واللہ اعلم۔(ازتعلیق:۳/۲۹۵)

﴿حضرت ابو بکرؓ اور کمالِ تقویٰ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ لِاَبِي بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخِرَاجَ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خِرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ فَبِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ قَالَتْ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو حضرت ابوبکرؓ کو خراج دیا کرتا تھا، حضرت ابوبکرؓ اس کے خراج (کی آمد) سے کھایا کرتے تھے، ایک دن کوئی شی، لے کر آیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے کچھ کھالیا، کھانے کے بعد غلام نے عرض کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ یہ کہاں سے آیا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: کہاں سے آیا ہے؟ اس غلام نے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی حالانکہ میں کہانت (والا عمل) بہتر طریقہ پر نہیں جانتا تھا؛ مگر میں نے اس کو دھوکہ دیا (اور اس کا کام ہوگیا) سو اس شخص نے (اب) مجھ سے ملاقات کی اور یہ اسی نے مجھ کو دی ہے، پس جو شی، آپ نے کھائی ہے وہ یہی ہے، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ (حلق میں) داخل کیا اور جس قدر ان کے پیٹ میں تھا اس کو نکال دیا۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

الخراجُ: وہ مقرر شدہ رقم جو غلام پر تجویز کردہ ہو کہ وہ اپنی آمدنی میں یہ مقدار مالک کو ادا کریگا۔ **یخرجُ**: را، پر تشدید، یعنی مقرر شدہ روزینہ ادا کیا کرتا، مضاف محذوف ہے یعنی اپنی آمدنی میں سے، **تکھّنتُ**: بتکلف میں نے عملِ کہانت کیا جبکہ میں اس سے واقف بھی نہ تھا، الا سے اسکو بیان بھی کر دیا کہ میں نے تو دھوکا (ہی) دیا تھا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ کہانت اور اس کے ذریعہ مال حاصل کرنا بھی حرام ہے، اور اس کے ساتھ خداع (دھوکا دینا) بھی حرام ہے، اس طرح اس میں دو حرام کا اجتماع ہونے کی وجہ سے اس کی حرمت میں اور شدت پیدا ہوگئی ہے، بہر حال اصل حرمت اور اجرتِ کہانت ہی ہے جس کو حلوان الکاہن وہ لوگ کہتے ہیں۔ (طیبی از تعلیق)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ عمل نہایت تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کرنا ہے اور کمالِ تقویٰ اور کمالِ ورع یہی ہے کہ پیٹ میں کوئی ایسی شی نہ پہنچے جس میں کسی بھی قسم کی شرعی قباحت ہو اور مالِ مشتبہ ہو، اسلاف اس کا بہت خیال رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی ہمت عنایت فرمادیں۔ (آمین)

﴿مالِ حرام کھانے پر پھٹکار﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۲﴾ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جسم حرام مال سے پرورش پایا ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بیہقیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

جس بدن کی پرورش مالِ حرام سے ہوئی تھی وہ معنوی اعتبار سے نجس ہے؛ اس لیے وہ فی الحال عذاب کا مستحق ہے اور اس نجاست سے پاک وصاف ہونا اس کے لیے ضروری ہے؛ لہٰذا قصداً اور ظاہراً مالِ

حرام نہ کھائے، مکمل پرہیز کیا جائے اور اگر عدم علم یا غفلت سے دنیا میں ایسا کیا تھا تو موت سے پہلے اس کی تلافی کرے۔

﴿حرام مال سے نماز مقبول نہ ہوگی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْباً بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَ فِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالىٰ لَهُ صَلَاةً مَا دَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ قَالَ وَاِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ.

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: جس شخص نے ایک کپڑا دس درہم میں خرید کیا اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرمائیں گے جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہے، اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیں اور فرمایا: یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے اس ارشاد کو نبی اکرم ﷺ سے نہ سنا ہو کہ آپ ﷺ اس کو فرما رہے تھے۔ (احمد، بیہقیؒ نے فرمایا: اس کی اسناد ضعیف ہے)۔

کلماتِ حدیث کی تشریح مادام: یعنی جب تک، اس وقت تک، ثم دخل الخ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے از روئے تاکید یہ بیان دیا ہے کہ میں نے اس کلامِ نبوی ﷺ کو بذاتِ خود سنا ہے اور مجھ کو خوب یاد ہے اور محفوظ ہے، جس میں مجھ کو شک اور شبہ نہیں ہے، میں نے اس کلام کو اسی طرح بیان کیا جس طرح میں نے اس کو سنا تھا۔

خلاصۂ کلام: عنداللہ مالِ حرام بہت مبغوض اور ناپسندیدہ شی رہے، اہلِ ایمان اس سے نہایت اہتمام کے ساتھ پرہیز کریں، اگر چہ وہ بہت قلیل مقدار ہو، اور اکثر حصہ مالِ حلال ہو، اور عدمِ قبولیت؛ یعنی عنداللہ وہ مقبول نہ ہوگی جس پر اجر وثواب حاصل ہوگا، البتہ اس کے ذمہ سے وہ نماز ادا ہو گئی ہے حکمِ دنیوی کے اعتبار سے؛ لہٰذا اس پر قضا واجب نہ ہوگی کہ جس طرح غصب کردہ زمین ومکان میں نماز پڑھی جائے تو وہ عنداللہ مقبول نہیں؛ لیکن نماز ادا ہو گئی ہے۔ (از تعلیق)

باب المُساهلة فی المعاملة

الفصل الاول

﴿معاملات میں نرمی کرنے والے کے لیے آپؐ کی دعاء رحمت﴾

﴿معاملات میں نرمی اور سهولت اختیار کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۴﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرىٰ وَاِذَا اقْتَضىٰ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمه: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے نرم (خو) شخص پر کہ جس وقت فروخت کرتا ہے نرمی کرتا اور جس وقت خرید کرتا ہے تو نرمی کرتا اور جس وقت تقاضا کرتا ہے تو نرمی کرتا ہے۔ (بخاریؒ)

﴿نرم خوئی کی فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۷۵﴾ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَجُلاً كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهُ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَحْوَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَاَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اللّٰهُ:

اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِیْ.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا: بالیقین تم لوگوں سے قبل ایک شخص تھا، اس کے پاس فرشتہ آیا؛ تاکہ اس کی روح قبض کرے، پس اس شخص سے سوال کیا گیا تو نے کوئی نیک عمل (بھی) کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا، البتہ میں دنیا میں لوگوں کو فروخت کرتا تھا اور ان کے ساتھ (حسن وخوبی کا برتاؤ کرتا) درگذر سے کام لیتا تھا، مالدار کو مہلت اور تنگدست سے درگذر کیا کرتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

اور مسلم کی ایک راویت میں اس کے مانند مروی ہے براویت عقبہ بن عامرؓ اور ابی مسعود انصاریؓ، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس (آسانی اور درگذر کرنے) کا زیادہ حق رکھتا ہوں تیرے مقابلہ میں (اے فرشتو! تم) میرے بندہ سے درگزر کرو۔

﴿قسم کھاکر مال فروخت کرنا مکروہ ھے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۷۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِی الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابوقتادہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچو تم قسم کھانے کی کثرت سے بیع میں؛ کیوں کہ قسم سامان کو (جلد) فروخت کرادے گی اور پھر برکت ختم (اور زائل) ہوجائے گی۔ (مسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۶۷۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے (جھوٹی یا کثرت کے ساتھ) قسم کھانا سامان کے چلنے کا (فروخت کرنیکا تو) باعث ہے اور برکت کو مٹادینے (اور زائل کردینے) کا سبب ہے (بخاریؒ ومسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۶۷۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تین (قسم کے) لوگوں سے روز قیامت اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائیں گے اور نہ ان کو (گناہ کی گندگی سے) صاف کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا: ہلاک ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، وہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: اِسبال کرنے والا اور اپنے سامان کو جھوٹی قسموں کے ساتھ رواج دینے (اور فروخت کرنے) والا۔ (مسلمؒ)

الفصل الثانی

﴿امانت دار اور سچائی پسند تاجر﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۷۹﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ: قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ التِّرْمِذِیُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امانت دار سچا تاجر (بروز قیامت) انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، دارمی، دارقطنی)، اور ابن ماجہؒ نے یہ حدیث براویت ابن عمرؓ نقل کی، ترمذیؒ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

﴿تجارت کے ساتھ صدقہ وخیرات کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۸۰﴾ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ غَرَزَةَ قَالَ: كُنَّا نُسَمّٰى فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت قیس بن ابی غرزہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں (تجار) سماسرہ کے نام سے موسوم تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے ہمارا نام اس سے (بھی) بہت عمدہ تجویز فرمایا، فرمایا: اے جماعتِ تجار! یقیناً خرید وفروخت میں لغو (اور فضول گوئی) ہو جاتی ہے اور قسم (بھی) لہٰذا تم لوگ اس کو صدقہ کے ذریعہ صاف کرو۔
(ابوداوُدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)

﴿تاجروں کی اقسام﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۸۱﴾ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رُفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْبَرَآءِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبید بن رفاعہؒ بروایتِ والد خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تاجر لوگ بروز قیامت جمع کیے جائیں گے فاجر (اور فاسق لوگوں) کے ساتھ، مگر جو شخص اللہ سے ڈرتا اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتا اور سچائی اختیار کرتا تھا۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ، بیہقیؒ براویت براءؓ، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

باب الخیار

الفصل الاوّل

﴿خرید وفروخت میں اختیار﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۸۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَاِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَخْتَارَا وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اخْتَرْ بَدَلَ اَوْ يَخْتَارَا.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو خرید وفروخت کرنے والے شخص اپنے ساتھی (فریق) پر اختیار رکھتے ہیں اپنی بیع میں (یعنی ہر شخص با اختیار ہے) جس وقت تک وہ دونوں جدا جدا نہ ہوں، یا یہ کہ ہو ان دونوں کی بیع خیار کیساتھ، اور اگر ان دونوں کی بیع (ہی) خیار کے ساتھ ہے تو پھر (خیار) لازم (اور متحقق) ہو چکا، اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے:

ہر دو بائع و مشتری خیار کے ساتھ ہیں جس وقت تک دونوں علیحدہ علیحدہ نہ ہوں یا دونوں اختیار رکھتے ہوں (اصل عقد میں تو پھر یہ بعد تک رہتا ہے)، اور بخاریؒ و مسلمؒ کی ایک روایت میں ہے یا ان دونوں میں سے ہر شخص اپنے ساتھی سے (یوں) کہے اِختر یختارا کی جگہ۔

﴿جھوٹ اورفریب دھی سے برکت نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۸۳﴾وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ: وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِىْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذِبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت حکیم بن حزامؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں اختیار کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک دونوں علاحدہ علاحدہ نہ ہوں، سو اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور صاف صاف کہہ دیا تو دونوں کے لیے ان کے عقدِ بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر (عیب وغیرہ) کو چھپایا اور جھوٹ بولے تو ان کو بیع کی برکت دور کر دی جائے گی۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

﴿ضرورت کیوقت اختیار کاهونا﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۸۴﴾وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنِّىْ اُخْدَعُ فِى الْبُيُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں بیع میں دھوکہ کھا جاتا ہوں تو آپ نے فرمایا: یقیناً عقدِ بیع کرو تو کہہ دیا کرو نہ غبن ہے اور نہ دھوکا اس عقدِ بیع میں؛ یعنی اس طرح کی چیز نہ ہونی چاہیے ورنہ تم اس کے ذمہ دار ہو؛ چنانچہ وہ شخص (بوقتِ عقد ہی) کہہ دیا کرتا تھا۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

الفصل الثانی

﴿تجارتی معاملات میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۸۵﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُّفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيْلَهٗ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِىُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عمرو بن شعیب بروایتِ والدِ خود از جدِّ خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں بائع اور مشتری خیار کے ساتھ ہوتے ہیں جس وقت تک وہ دونوں متفرق نہ ہو جائیں؛ مگر یہ کہ عقدِ بیع خیار کے ساتھ (ہی) ہوا ہو، اور کسی ایک کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے علاحدہ ہو اس اندیشہ سے کہ وہ اس سے اقالۂ عقد کر لے گا۔

(ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ)

﴿خریدار اوربائع کے درمیان رواداری﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۸۶﴾وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَفَرَّقَنَّ اِثْنَانِ اِلَّا عَنْ تَرَاضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ

ترجمہ: ومطلب: حضرت ابو ہریرہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز ہر دو بائع و مشتری متفرق نہ ہوں گے؛ مگر باہم رضامندی سے (عقد) پر۔

الفصل الثالث

﴿حدیث نمبر ۲۶۸۷﴾ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْبَیْعِ. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو اختیار دیا بیع کے بعد۔(ترمذیؒ، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)۔

باب الربوٰا

الفصل الاول

﴿سودی معاملات حرام ھیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۸۸﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُؤْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے (یعنی لینے) اور کھلانے (یعنی دینے) والے پر لعنت فرمائی اور سود کے (حساب وغیرہ کے) لکھنے اور اس کی گواہی دینے والے پر (بھی) لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا: یہ سب (اصلِ گناہ میں) برابر ہیں۔(مسلمؒ)

﴿سودکی حرمت﴾

اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ بالغہ اور بندوں کی مصالح اور نظامِ عالم کے حسن وخیر اور فلاحی زندگی کے لیے اور ان تمام فوائد کے ساتھ بندوں پر قانونِ الٰہی کے نفاذ کے ساتھ امتحانی زندگی کہ بندہ کس درجہ امتثالِ امر کرتا ہے۔

(الف) اور اس کو قانون کے ذریعہ کچھ اشیاء سے روک دیا گیا ہے اور قانونِ شریعت سے ان کو حرام کر دیا گیا ہے، اُن میں سے ایک سودی معاملات بھی ہیں۔

مال اور دولت کی اللہ تعالیٰ عطا کردہ بڑی نعمت ہے، نظامِ عالم کی مصالح اور پُر از حکمت کیا تھا بعض بندوں کو کثیر مقدار میں یہ نعمتِ مال عطا فرمائی ہے، اور بعض بندوں کو غریب اور مفلس رکھا ہے۔

(ب) اور حالات اور وقتِ ضرورت ایک غریب شخص مالدار سے قرض کا طالب ہوتا ہے؛ مگر وہ مال کی طمع اور تکثیر کے لالچ میں سود طلب کرتا ہے، ضرورت منداس پر ناچار ہو کر رضامند ہوتا ہے اور اسی طرح وہ سود کی لعنت میں گرفتار ہو کر مزید مفلسی اور لاچاری کا شکار ہو جاتا ہے "امدادِ باہمی" کا دروازہ بند ہوتا ہے

(ج) اور بعض انسان بے اصل طریقہ سے مالداروں کی طرح بڑے، بڑے منصوبے بنا کر سودی طریقہ پر کاروبار کرتے ہیں جو بلاشبہ غیر فطری طریقہ ہے اور آخر کار وہ کامیاب نہیں ہوتا، بہرحال اللہ تعالیٰ نے عالَم کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ذات ہی بخوبی علم اور خبر ہے کہ عالَم میں اور بندوں کے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا موجبِ فسادِ عالم ہے اس کے نافذ کردہ قانون کے خلاف کرنا ہے بڑا سبب ہے فسادِ عالم کا؛ لہٰذا بالآخر "سودی لعنت" میں کوئی بھی فریقِ حیاتِ دنیوی میں ہرگز فلاح حاصل نہیں کر سکتا؛ کہ جس طرح گندی غذائیں فسادِ جسم کا سبب ہے۔ اور انسانی ہمدردی سے دور کرنے والا نظام جس کو اللہ تعالیٰ نے قطعی حرام فرما دیا ہے۔

﴿ربا (سود) کی اقسام﴾

سودی لین دین کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی سود (۲) حکمی سود، جس کو حقیقی اور اصلی سود بصورتِ قرض رقم پر ایک مشورہ کردہ (ناجائز) منافع (کے نام) پر مقرر کرنا۔ اس کی مزید تفصیل حضرت اقدس مفتی اعظم، مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کی تالیف فرمودہ ''مسئلہ سود'' کا مطالعہ کیا جائے

﴿ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلہ وتجارت میں رباکی صورت﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۸۹﴾ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمَرُ بِالتَّمَرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلًا بِمَثَلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَداً بِيَدٍ فَإِذَا خْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَداً بِيَدٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبادہ بن صامتؓ نے نقل فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچو تم سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض اور گیہوں کو گیہوں کے عوض اور جو کو جو کے عوض اور کھجور کو کھجور کے عوض اور نمک کو نمک کے عوض برابر، برابر (ہوں مقدار میں اور مزید تاکید کے لیے فرمایا: سواءً بسواء) برابر، برابر کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ (یعنی دونوں طرف سے نقد) اور جب کہ یہ اجناس بدل جائیں تو پھر فروخت کرو تم جس طرح چاہو بشرطیکہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ (مسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۶۹۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمَرُ بِالتَّمَرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلًا بِمَثَلٍ يَداً بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِاسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى الْاٰخِذُ وَالْمُعْطِىْ فِيْهِ سَوَاءٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابوسعید خدریؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فروخت کرو تم سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض اور گیہوں کو گیہوں کے عوض اور جو کو جو کے عوض اور کھجور کو کھجور کے عوض اور نمک کو نمک کے عوض (مقدار میں) مثل ہوں مثل کے عوض، ہاتھ در ہاتھ (یعنی لین دین ہو دونوں جانب سے) پس جس شخص نے زائد دیا یا جس نے زائد طلب کیا تو یقیناً اس نے سود کو اختیار کیا، سود لینے والا اور دینے والا اس میں برابر ہیں۔ (مسلمؒ)

﴿سونا اور چاندی کے باہم لین دین کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۹۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيْعُوْ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ لَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا الْوَرَقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مَثَلًا بِمَثَلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا تَبِيْعُوْ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابوسعید خدریؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ فروخت کرو تم سونے کو سونے کے عوض، مگر برابر، برابر اور اس کا بعض بعض پر زیادہ نہ کرو، اور چاندی کو چاندی کے عوض نہ فروخت کرو، مگر وزن (میں من حیث المقدار) وزن کے برابر ہو اور زائد نہ کرو بعض پر بعض کو اور نہ بیع کرو ان میں سے کسی کی غائب کی نقد کے عوض۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

اور ایک روایت میں یہ کلمات ہیں ''لاتبیعو الذھب بالذھب ولا الورق بالورق الا وزناً بوزنٍ'' مگر وزن (جو کہ برابر) ہو ہم وزن کے۔

﴿ہم جنس اشیاء کا تبادلہ برابر کرو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۹۲﴾ وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلاً بِمِثْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمه ومطلب: حضرت معمر بن عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے، غلہ، غلہ کے عوض برابر برابر فروخت کرو۔ (مسلمؒ)

﴿متحد القدر چیزوں کے تبادلہ میں ادھار ناجائز ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۹۳﴾ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت عمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونا، سونے کے عوض سود ہے؛ مگر اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے، اور چاندی، چاندی کے عوض سود ہے؛ مگر اس ہاتھ دے، اور اس ہاتھ لے اور گیہوں گیہوں کے عوض سود ہے؛ مگر اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے، اور جو، جو کے عوض سود ہے؛ مگر اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے، اور کھجور کھجور کے عوض سود ہے؛ مگر اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

﴿جید اور ردی ہم جنس اشیاء کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۹۴﴾ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ: اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ. لَا وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا لَنَا خُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْباً وَقَالَ: فِى الْمِيْزَانِ مِثْلُ ذَالِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر ایک شخص کو عامل مقرر فرمایا، وہ عامل آپ ﷺ کے پاس نہایت عمدہ کھجوریں لایا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! نہیں، البتہ ہم لوگ اس قسم کی کھجوریں ایک صاع کو دو صاع کے عوض اور دو صاع کو تین صاع کے عوض تبادلہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (یہ صورت) نہ کرو، (بلکہ) فروخت کرو (اپنی) ردی قسم کی (یا مخلوط شدہ) کھجوروں کو (اولاً) دراہم کے عوض اور پھر نفیس کھجوروں کو دراہم کے عوض خرید لو، آپ ﷺ نے (اشیاء ربوا میں جو اشیاء) وزن کی جاتی ہیں ان میں (بھی) یہی حکم فرمایا۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

﴿اگر ایک جنس ہے تو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۶۹۵﴾ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ: جَاءَ بِلَالٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِىٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ اَيْنَ هٰذَا ؟ قَالَ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِىٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ اَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَشْتَرِىَ بِبَيْعِ التَّمْرِ بَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت ابوسعیدؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت بلالؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے، آپ ﷺ

نے ان سے دریافت فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ردی قسم کی کھجوریں تھیں پس میں نے ان میں کی دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کے عوض خرید کر لی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُف! (یہ تو) عین سود ہے، عین سود ہے، مت کرو لیکن اگر (نفیس قسم کی کھجوریں) خرید کرنے کا ارادہ کرو تو (اولاً) ان کھجوروں کو فروخت کر دو کسی دوسری جنس کی بیع کے ساتھ اور پھر خرید کرو اس کے عوض۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

﴿اگرسودکی حرمت سے بچناہے تو﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۹۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ جَآءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ اَنَّهٗ عَبْدٌ فَجَآءَ سَيِّدُهٗ يُرِيْدُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ اَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يُبَايِعْ اَحَداً بَعْدَهٗ حَتّٰى يَسْاَلَهٗ اَعَبْدٌ هُوَ اَوْحُرٌّ؟ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ ایک غلام حاضر (خدمت نبویؐ) ہوا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کر لی ہجرت پر اور آپ ﷺ کو علم نہ تھا کہ وہ غلام ہے، پھر آپ ﷺ کے پاس اس غلام کا مالک آیا جو اس کو لے جانے کا ارادہ کرتا تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اس کو فروخت کر دو؛ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو دو حبشی غلاموں کے عوض خرید کر لیا، اور اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے کسی سے بیعت نہیں لی حتی کہ آپ ﷺ اس سے سوال فرما لیتے کیا وہ غلام ہے یا آزاد؟ (مسلمؒ)

﴿ہم جنس اشیاء کاتفاوت کے ساتھ لین دین جائزنہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۹۷﴾ وَعَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيْلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمّٰى مِنَ التَّمْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ڈھیر کو جس کا کیل معلوم نہ ہو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے مقدار معلوم کھجوروں کے عوض۔ (مسلمؒ)

﴿سونے کی خریدوفروخت کامسئلہ﴾

﴿بیع صرف کا ایک مسئلہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۹۸﴾ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ: اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاِثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَاراً فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ اِثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَاراً فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت فضالہ بن ابی عبیدؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے خیبر والے دن ایک ہار بارہ دینار کے عوض خرید کیا جس میں سونا اور نگینہ تھا، میں نے ان نگوں کو سونے سے جدا کر دیا، پس میں نے اس ہار میں بارہ دینار سے زائد سونا موجود پایا۔ تو پھر میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فروخت نہ کیا جائے یہاں تک کہ علاحدہ علاحدہ کر لیا جائے۔ (مسلمؒ)

الفصل الثانی

﴿سودکے بارے میں آپؐ کی پیش گوئی سودی معاملات بکثرت ہوں گے﴾

﴿حدیث نمبر۲۶۹۹﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا آكِلُ الرِّبَا فَاِنْ لَمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ وَيُرْوٰى مِنْ غُبَارِهٖ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ

وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ (اس وقت) کوئی شخص باقی نہ رہے گا؛ مگر سود کھائے گا، اور اگر اس نے سود نہیں کھایا تو اس کا دھواں (یعنی اس کا اثر اس کو ضرور پہونچے گا) اور ایک روایت میں منقول ہے "من غبارہ" یعنی اس کا گرد وغبار۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)

تشریح:۔ اور اس کی ممانعت اس وجہ سے کی گئی کہ زمانہ جاہلیت میں اہلِ کفر کا یہ ایک قمار (جوا) کی صورت تھی۔ اور جوا (قمار) شرعاً حرام ہے؛ لہٰذا اگر کوئی تجارت کرے تو قمار (جوا) بازی کی صورت لاحق ہوگی وہ حرام ہے، آج بھی ایسی تجارتیں بکثرت رائج ہیں۔

﴿مختلف الجنس اشیاء کے یذابید میں کمی بیشی جائز ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۰۰﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَلَا الشَّعِيْرَ بِالشَّعِيْرِ وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَلٰكِنْ بِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ وَالشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ وَالْمِلْحَ بِالتَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْتُمْ. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ فروخت کرو تم سونے کو سونے کے عوض اور نہ چاندی کو چاندی کے عوض اور نہ گیہوں کو گیہوں کے عوض اور نہ جو، جو کے عوض اور نہ کھجور، کھجور کے عوض اور نہ نمک، نمک کے عوض مگر برابر، برابر کے عوض نقد درنقد، ہاتھ در ہاتھ (کہ مجلس عقد میں دونوں کا قبضہ ہو جائے) لیکن فروخت کرو تم سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض اور گیہوں کو جو کے اور جو کو گیہوں کے عوض اور کھجور کو نمک کے اور نمک کو کھجور کے عوض جس طرح چاہو؟ (یعنی جس قدر زیادہ اور کمی چاہو کر سکتے ہو۔ (امام شافعیؒ)

﴿رطب ویابس پھلوں کے باھمی لین دین کامسئلہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۰۱﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَى التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَنَهَاهُ عَنْ ذَالِكَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا ہے کہ آپ ﷺ سوال کیے گئے (تھے) کھجور کو تازہ کھجور کے عوض خرید کرنے سے متعلق، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تازہ کھجور گھٹ جاتی ہے جب کہ وہ سوکھ جائے؟ تو (ہم نے) کہا جی: ہاں! تو پھر آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔ (امام مالکؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۰۲﴾ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ قَالَ سَعِيْدٌ: كَانَ مِنْ مَيْسِرِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ ومطلب: حضرت سعید بن مسیبؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے گوشت کی بیع زندہ حیوان کے عوض۔ حضرت سعیدؒ نے بیان فرمایا کہ یہ دورِ جاہلیت کا جوا تھا۔ (شرح سنہ)

﴿زندہ جانوراورگوشت کی بیع﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۰۳﴾ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ

بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے زندہ جانور کی بیع سے زندہ جانور کے عوض بطور ادھار کے۔(ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۰۴﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَاَمَرَهُ اَنْ يَاْخُذَ عَلٰى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ فَكَانَ يَاْخُذُ الْبَعِيْرَ بِالْبَعِيْرَيْنِ اِلٰى اِبِلِ الصَّدَقَةِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ ایک لشکر کا سامان تیار کریں؛ چنانچہ (جب انہوں نے اس کی تیاری کی تو) اونٹ کم ہوگیا تو آپ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ زکوٰۃ کے اونٹ آنے تک کے وعدہ پر (فی الوقت) اونٹ خرید کرلیں؛ چنانچہ وہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض خرید کرتے تھے زکوٰۃ کے اونٹ کی آمد کے وعدہ پر۔(ابوداؤدؒ) (ف) مزید تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

الفصل الثالث

﴿سودی معاملات اُدھار کیا تو؟﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۰۵﴾ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: لَا رِبًا فِيْمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ بالیقین نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ادھار میں سود ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ سود نہیں ہے اس چیز میں جو ہاتھ در ہاتھ (خرید وفروخت کی گئی ہو)۔(بخاریؒ ومسلمؒ)

تشریح: مقصدِ بیان یہ ہے کہ اکثر سودی معاملات وہ ہیں جو اُدھار کی صورت میں ہوا کرتے ہیں؛ اگرچہ بعض صورتیں نقد کی بھی سود میں شامل ہیں۔

﴿حدیث نمبر۲۷۰۶﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِرْهَمُ رِبًا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زِنْيَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیلِ ملائکہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم جس کو آدمی کھاتا ہے اور وہ جانتا ہے (کہ یہ سود کا ہے) تو چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بھاری ہے (از روئے معصیت)، احمدؒ، دارِقطنیؒ، اور امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بروایت ابن عباسؓ مزید یہ بھی نقل فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے بدن کا گوشت مالِ حرام سے پرورش پائے تو دوزخ کی آگ زیادہ بہتر ہے اس کو۔

﴿حدیث نمبر۲۷۰۷﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهُ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود (کے گناہ) کے ستر اجزاء (حصے) ہیں ان میں سے سب سے کم درجہ آدمی کا اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۰۸﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَى اَحْمَدُ الْاٰخِيْرَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً (مالِ) سود اگرچہ (فی الحال صورتاً) زیادہ ہوتا ہے، سو اس کا انجام رجوع کرتا ہے کمی کی طرف، (یعنی انجام کار وہ کم ضرور ہوگا) ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے ''شعب الایمان'' میں ان دونوں کو نقل کیا ہے، اور حدیث آخر کو امام احمدؒ نے بھی۔

﴿سود پر عذاب قبر اور عذاب آخرت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۰۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ! قَالَ هٰؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شب میں مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج ہوئی) تو میں ایک ایسی قوم کے پاس آیا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے جن کے اندر سانپ تھے جو کہ ان کے پیٹوں سے دکھلائی دے رہے تھے، میں نے دریافت کیا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: یہ سود کھانے والے ہیں۔ (احمدؒ، ابن ماجہؒ)

﴿حدیث نمبر ۲۷۱۰﴾ وَعَنْ عَلِيٍّؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ النَّوْحِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کو لکھنے والے اور صدقاتِ واجبہ کے نہ دینے والے پر، اور آپ ﷺ نے منع فرمایا نوحہ کرنے سے۔ (نسائی)

﴿سودی آیت کی تفسیر مجمل ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۱۱﴾ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبَا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: بلاشبہ جو آیت (احکام سے متعلق) آخر میں نازل ہوئی ہے (وہ آیتِ) ربوا ہے، اور بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی اس حالت میں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی ہمارے لیے تفسیر (مع التشریح بسیار) بیان نہیں فرمائی؛ لہٰذا تم لوگ سود کو (بھی) چھوڑ دو اور شبہ (سود) کو بھی۔ (ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

فائدہ: غالباً اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے؛ تاکہ از روئے احتیاط بہت سی صورتوں کو بیان شدہ کی روشنی میں مشدد جانب کو ترک کر دیا جائے؛ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے کلام سے واضح ہے۔

﴿مقروض سے ہدیہ بھی قبول نہ کیا جائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۱۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى اِلَيْهِ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبْهُ وَلَا يَقْبَلْهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَجْرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذَالِكَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت انسؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کسی شخص کو قرضہ دو اور وہ تم کو ہدیہ دے یا وہ اس کو

سواری پر سوار کرے تو وہ اس پر سوار نہ ہو اور نہ وہ ہدیہ کو قبول کرے، مگر یہ کہ اس سے قبل ان کے درمیان یہ جاری تھا۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

﴿حدیث نمبر ۲۷۱۳﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَأْخُذْ هَدِيَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيْخِهٖ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى.

ترجمہ ومطلب: حضرت انسؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی کو قرضہ دے تو وہ (مقروض سے) ہدیہ قبول نہ کرے، (امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور منتقی میں بھی اسی طرح منقول ہے)۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۱۴﴾ وَعَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ ابْنِ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ: إِنَّكَ بِأَرْضٍ فِيْهَا الرِّبَا فَاشٍ فَإِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَأَهْدٰى إِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ أَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ أَوْ حَبْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ فَإِنَّهُ رِبوا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا اور میں نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ملاقات کی تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا: یقیناً تم ایسی سرزمین (یعنی ملک) میں رہتے ہو کہ وہاں سود خوب عام ہے، اگر تمہارا کسی شخص کے ذمہ کوئی حق ہو اور وہ تم کو بھس کی گٹھری یا جو کی گٹھری یا گھاس کا گٹھا ہدیۃً دے تو تم اس کو قبول نہ کرنا؛ کیوں کہ وہ یقیناً سود ہے۔ (بخاریؒ)

فائدہ: دراصل مقروض سے کسی بھی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں احتمال سود کی وجہ سے۔ (اسعدی)

تشریح: جن علاقوں میں سود بکثرت عام ہو اُس علاقہ میں بالخصوص بہت احتیاط کی ضرورت ہے اس لیے کہ عوام میں سودی مدرج ہو جانے کی وجہ سے، سودی طریقۂ کار کیا جانے کا احتمال زیادہ ہوگا۔

باب المنھی عنھا من البیوع

(الف) آپ ﷺ نے جن اقسامِ بیع سے منع فرمایا ہے وہ دورِ جاہلیت میں عدمِ علم کی وجہ سے جس طرح عبادات کے حقائق بدل چکے تھے، حتی کہ اہلِ کتاب بھی اس دور میں توریت اور انجیل کی تعلیم وتدریس کرتے تھے؛ مگر عملی زندگی میں وہ حضراتِ انبیاء کرامؑ کی تعلیمات اور آسمانی کتاب کے مطابق عمل کرنے میں بہت زائد دور تھے، اور اسی کے ساتھ آسمانی کتابوں میں تحریف کرتے کرتے اصل کتابوں کو وہ نابود کر چکے تھے: اسی وجہ سے جہالت ہی کا غلبہ تھا، معاشرت اور معیشت بھی قطعی طور پر جہالت پر ہی مبنی تھی، ایک طرف سود خوری کا بازار گرم تھا، دوسری طرف بہت سے تجارتی اور کاروباری عمل میں جوئے کی شکلیں پھیلی ہوئی تھیں۔

ظاہر ہے جو عمل جہالت پر مبنی ہوگا وہ صلاح سے بہت دور ہی ہوگا، آپ ﷺ نے وحی اللہ کے علم کے مطابق زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح فرمائی، تجارتی اور کاروباری معاملات میں پھیلی ہوئی خرابیوں سے بھی کسب ومعاش میں اصلاح فرمائی، حرام اور ناجائز صورتوں سے مطلع فرمایا اور صاف وشفاف معاملات کے اصول بیان فرمائے۔

(ب) شریعت نے مفادِ عامۃ الناس کے اصول پر ہر ایسی بات کو رد کر دیا ہے اور اس سے روک دیا ہے اور از روئے قانون شریعت نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے جن صورتوں میں کسی بھی ایک فریق کو ضرر اور نقصان پہنچنے والا ہو، اور یا باہم فریقین کے درمیان نزاع اور اختلاف پیدا ہونے کا احتمال ہو، اور عقد کے بعد جھگڑا اٹھ کھڑا ہو، ہر شخص کا ذہن اور اس کی عقل ادراک نہیں کر سکتی اس نقصان کو، مگر شارع کی نظر میں خرابی لیے ہوئے ہے؛ اس لیے شریعت نے اولاً ہی ایسی تمام صورتوں کو خلافِ قانون اور ممنوع قرار دیا ہے کہ ایسی صورت کو اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(ج) اور اُن خلافِ قانونِ شریعت معاملات میں بعض وہ ہیں جن میں سودی نوعیت شامل ہے اور بعض وہ ہیں جن میں کسی ایک

﴿جن معاملات کوناجائزقراردیاگیا﴾

کلماتِ حدیث کی تشریح مذکورہ ان روایات میں ایسی چند بیوع کا تذکرہ ہے جن کی شرعاً ممانعت ہے اور قدرے الفاظ کے فرق کے ساتھ قریب قریب ایک ہی مفہوم ہے وہ اقسام کلماتِ حدیث کے مطابق یہ ہیں:

(۱) مزابنہ (۲) مخابرہ (۳) محاقلہ (۴) معاومۃ۔

المزابنہ: زار، با، نون (زبنٌ) مادّہ اور حروفِ اصلی ہیں، اور اس کا اصل یہ باب مفاعلۃ (کا) مصدر ہے اور اس کے معنی الدفع الشدید، شدت کے ساتھ دفع کرنا، روکنا، اور جنگ (حرب) کو اسی وجہ سے الزبون سے موسوم کیا گیا ہے، اور شرعاً اس بیع مزابنہ سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ہر فریق، بائع اور مشتری، ایک دوسرے کو اس کے حق سے دور کرتا ہے اور دوسری وجہ کہ جن فریق نے غبن کیا ہے معلوم ہونے پر فسخ کے ذریعہ اس کی جانب دفع کرتا ہے اور دوسرا فریق اس کو روکتا ہے کہ وہ فسخ نہ کرے، ہر ایک دفعیہ کرتا ہے

اور مزابنہ کی اصطلاحی تعریف اور تشریح: جیسا کہ اسی روایت میں (بھی) مندرجہ ہے؛ مثلاً باغ ہے اور درختوں پر پھل (کھجور) ہے اس کا اندازہ کرلیا گیا کہ وہ سوکلو ہوگا، اسی پھل کی جنس کے برابر اندازہ کے مطابق سوکلو پھل دے دیا جائے اس بیع کو ناجائز اس لیے قرار دیا ہے کہ درختوں پر پھل کا اندازہ کیا ہے، بہت قوی احتمال ہے کہ یا تو وہ زائد ہوگا یا کم ہوگا، اور ایک جنس کی شی کم اور زائد کی وجہ سے حرام ہے، کمامرَّ۔

روایت میں دوسری مثال انگور کی دی گئی ہے، بہر حال تمام اقسام کا بھی یہی حکم ہے، اہلِ عرب کی یہ صورتِ بیع جوئے کی قسم پر تھی۔

فائدہ: اگر روایت میں فقط کھجور کی مثال ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حکم اور نہی فقط اسی میں منحصر ہوگی؛ بلکہ عام ہے کہ غیر معلوم المقدار کو معلوم المقدار کے بدلے ہم جنس پھل (وغیرہ) میں عقد کرنا جائز نہیں۔

دوسری قسم: مخابرہ، یہ بھی بابِ مفاعلۃ سے ہے اور خیبر والے معاملہ کی جانب اشارہ ہے کہ آپؐ نے اہلِ خیبر سے جو زمین کی کاشت (وغیرہ) کا معاملہ فرمایا تھا؛ مگر وہ عقد دوسری نوع پر ہے، اور یہ جس کی ممانعت ہے اس کی نوعیت دوسری ہے جس کی مثال اس روایت میں بیان ہوتی ہے کہ زمین میں کاشت تیار کھڑی ہے، اس کا (بھی) اندازہ کرلیا جائے کہ وہ سوکلو ہوگی اس کے مطابق سوکلو گیہوں دے دیا جائے تو ہم جنس والی صورت میں یہ صورتِ عقد بھی ناجائز ہے اسی علت کی وجہ سے جو مزابنہ میں معلوم ہوچکی۔

تیسری قسم: محاقلہ، بابِ مفاعلۃ سے ہے الحقل بمعنی وہ کھیتی جو کھیت میں کھڑی ہوئی ہو، کٹنے سے پہلے؛ لہٰذا جو تشریح مخابرہ کی بیان ہوئی وہ تشریح اس میں بھی ہے۔

فائدہ: دراصل ان کلمات کے مختلف معانی ہیں، مذکورہ تشریح ایک معنی کے اعتبار سے کی گئی ہے اور دوسرے معنی، حقل کے معنی زرع اور محاقلہ کے معنی زمین کو کرایہ پر لینا (مثلاً) گیہوں کے عوض، اور زَبَن کے دوسرے معنی ثمر (پھل) اور مزابنہ، یعنی باغ کے درختوں کو پھل کے عوض کرایہ پر لینا۔ (ماخوذ از تقریر ترمذی مدنیؒ: ص/۵۹۴)

کرایہ کی بعض صورتیں مباح اور جائز ہیں اور بعض صورتیں ناجائز یا مکروہ، تفصیل آئندہ۔

عرایا اور مذاہب فقہاء خلاصۂ بحث: عقدِ عرایا کی تشریح اور مراد میں اختلاف ہے، حضرات ائمۂ ثلاثہؒ کے نزدیک بعض حضرات نے حضرت امام مالکؒ کا مذہب احنافؒ کے ساتھ نقل فرمایا ہے وہ درحقیقت مزابنہ ہی کی صورت ہے؛ لیکن آپ ﷺ نے مزابنہ سے اس کو (از روئے رخصت) مستثنیٰ کیا ہے اور یہ استثناءِ متصل ہے۔

جب کہ عند الاحناف صورتاً تو بیع ہے اور حقیقۃً بیع نہیں ہے؛ بلکہ ہبہ کردہ درختوں پر کے پھل کو واپس لے کر اس کے بدل نقداً

پھل دے دیا گیا ہے اور اس کو استثناءِ منقطع کہا جائے گا نہ کہ متصل۔

فائدہ: جب مزابنہ کی حرمت اعلت ربا ہے تو پھر قلیل اور کثیر کا فرق کیوں ہوگا (؟) لہٰذا ضروری طور پر یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ وہ اصلاً مزابنہ نہیں ہے بلکہ اہلِ مدینہ (اور اہلِ بستان) کی اصطلاح اور عرف اور اہلِ لغت کی تشریحات سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے، اور رخصت اور اجازت سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ من وجہ وہ بیع مزابنہ (معلوم ہوتا) ہے اور من وجہ اس سے خارج ہے، یا اس لیے آپ ﷺ نے بصراحت اس کی اجازت فرما کر اس کا مزابنہ سے خارج ہونا بیان فرما دیا ہے۔ (واللہ اعلم، ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

جن حضرات کے باغات ہوتے تھے وہ مساکین اور غربا کو درخت پر پھلوں کا عطیہ کر دیا کرتے تھے جس کو "عریۃ" کہا جاتا ہے، اس کے بعد بعض مرتبہ ہبہ کرنے والوں کو ضرورتاً تبدیل کرنا ہوتا اور بعض مرتبہ یہ غربا اور مساکین کو پھلوں کے مکمل تیار ہونے تک انتظار کرنا مشکل ہوتا تو نقداً پھلوں کے عوض تبادلہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی، یا اس لیے آپ ﷺ نے دونوں جانب کی ضرورت کی بناء پر اس کی اجازت و رخصت فرمائی ہے۔ (واللہ اعلم، ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ "بیع عرایا" دراصل بیع مزابنہ ہے؛ جب کہ روایت میں ہے اگر پانچ وسق کی مقدار سے کم ہے تو جائز ہے اور اگر پانچ وسق کی مقدار یا اس سے زائد ہے تو حرام ہے بیع مزابنہ کے حکم کے مطابق، اور ایک قول یہ ہے کہ پانچ وسق تک (کی بھی) رخصت ہے اور امام شافعیؒ نے اس رخصت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حالات اور ضرورت کی وجہ سے۔

اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع عرایا کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو درخت کا پھل ہبۃً دیا گیا اور پھر یہ موہوب لہٗ اس درخت کے پھل کو واہب کے علاوہ کسی اور شخص کو پھل نقد کے عوض فروخت کرے یا پانچ وسق سے کم مقدار میں دے دے، یہ عقد رخصت ہے۔

اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی (تقریباً) احناف کی تشریح کے مطابق ان درختوں کے پھل جو ہبۃً دیئے گئے تھے واہب ہی کو فروخت کر دے؛ اس لیے کہ باغ والوں (واہب) کو شکایات ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے اس عقد کی اجازت دی تھی، یہ عقد دفعِ حرج کی وجہ سے رخصت ہے (اصول ہے الحرجُ مدفوعٌ)

ضروری وضاحت: پانچ وسق سے کم کی مذکورہ قید دراصل اس وجہ سے بیان ہوئی ہے کہ یہ مقدار وہ تھی جو فرض شدہ عشر میں سے پانچ وسق سے کم مالک بذاتِ خود فقراء کو دے سکتا تھا، اور اگر عشر کی مقدار پانچ یا اس سے زائد ہوگی تو اس کو بیت المال کے عاشر وصول کرتے تھے (ماخوذ از رحمۃ اللہ الواسعہ ص/۵۵۸)

﴿عرایا کی بیع﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۱۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْفِیْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ شَكَّ دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَیْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اندازہ کے ساتھ عرایا کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنے کی رخصت دی ہے پانچ وسق سے کم ہوں یا پانچ وسق میں، (اس روایت کے ایک راوی) اور داؤد ابن حصین نے شک کیا ہے (بخاریؒ و مسلمؒ)

حل لغات: العرایا، عریۃ کی جمع ہے، بروزنِ فعلیۃ، بمعنی مفعولۃ۔ عرا، عروا (نصر) یعنی عطیہ مانگنے کا قصد کرنا۔ درخت پر لگے ہوئے پھل کو ہبہ کرنا، اور عریۃ بمعنی ہبہ، درخت کے پھل کا ہبہ، صاحب قاموس نے بیان کیا ہے: العریۃُ من العار اسمٌ لحصّۃِ ثمار النخلِ.

کلماتِ حدیث کی تشریح

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: رُخِّصَ فِی العرایا یعنی فی النخلۃِ والنخلتین توهبانِ للرجل (طحاویؒ) اور چونکہ حضرت زیدؓ اصحابِ نخیل میں سے ہیں؛ لہٰذا ان کا قول اس سلسلہ میں حجت

ہوگا کہ وہ صراحتاً فرماتے ہیں کہ "عریۃ، ھبہ اور عطیہ ہے، یہ تمام تفصیل احناف کے قول کے مطابق ہے، اور دوسرے فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، اولاً احناف کے قول کے مطابق اس کی تشریح یہ ہوگی کہ صورتاً تو عرایا کی بیع مزابنہ کے ہی مثل ہے؛ البتہ فی الحقیقت (عند الاحناف) ہبہ ہونے کی وجہ سے ان درختوں کے پھل (اور کھجور) کو نقد پھلوں کے عوض تبادلہ کرنا ہے اندازہ کرنے کے بعد مباح ہے، او رآپ ﷺ سے اس کی رخصت ہے گویا کہ ہبہ اور عطیہ اور عطیہ کی نوعیت کا تبادلہ ہو رہے، اور چونکہ معاملہ اور عقد کی ضرورت ہوگئی ہے؛ اس لیے اس کو بیع العرایا سے موسوم کیا گیا ہے۔

﴿پھلوں کی بیع کب ہوسکتی ہے؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا پھلوں کی فروختگی سے یہاں تک کہ اس کا نفع ظاہر ہو جائے (اس سے) بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ درختوں (کے پھلوں) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ پختہ ہوں اور منع فرمایا کھیتی کو خوشہ میں یہاں تک کہ وہ پختہ ہو اور آفات سے مامون ہو جائے۔

﴿صلاحِ ثمر﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ قِيْلَ: وَمَا تُزْهِيْ قَالَ: حَتّٰى تَحْمَرَّ وَقَالَ: اَرَأَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے (درختوں پر) پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ وہ پختہ ہوں، کسی نے عرض کیا "تزھی" (پختہ ہونے سے) کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں تک کہ سرخی آجائے اور آپ ﷺ نے (یہ بھی) فرمایا: بتلاؤ! اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک دے (کہ پیداواری نہ ہو) تو (پھر) کوئی شخص اپنے بھائی کے مال کو کس وجہ سے لے گا؟ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

البدوُ: بمعنی ظاہر ہونا، اور حدیث انسؓ میں ہے تزھیَ اور روایت میں اس کی تفسیر بھی ہے یعنی تحمر سرخ ہونا، حضراتِ علماء کرام کا اختلاف ہے کہ بدو الصلاح کی تفسیر اور مراد کیا ہے؟

(الف) حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک پھل میں پختگی آجائے اور اس میں مٹھاس (اور رس) پیدا ہو جائے۔

(ب) عند الاحنافؒ وہ پھل (کسی بھی درجہ میں) قابلِ انتفاع ہو جائے اور اس حد تک ہو جائے کہ آفاتِ آسمانی سے پھل محفوظ ہو جائے۔ کما قال ابن الھمامؒ

(ج) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عطاءؒ کے نزدیک پھل پک جائے کہ کھانے کے لائق ہو جائے۔

﴿تفصیل مذاہب پھلوں کی بیع کی﴾

جب تک درخت پر پھل ظاہر ہو نہ جائیں اس وقت تک ان کی بیع ناجائز ہے بالاتفاق، لاخلاف فیہ، اور اسی طرح بلا اختلاف ناجائز ہے بدو الصلاح سے پہلے اس شرط کے ساتھ کہ صلاح تک درخت پر رہیں گے۔

اور صلاح کے بعد جائز ہے بالاتفاق، لاخلاف فیہ۔ (از تعلیق)

دلائل ائمہ پر نظر

حضرات شوافعؒ کی ایک دلیل یہ ہے کہ ایک روایت میں یبدُو کی تفسیر، حمرتُہٗ و صُفرتُہٗ ہے اور ایک روایت میں یطیب ہے اور ایک روایت میں حتیٰ یاکل منہ اور یو کلُ ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ تیار ہو جائے اور پھل کا رس آجائے۔

اور حضرات احناف فرماتے ہیں اس سلسلہ کی تمام روایات کا ماحصل یہی ہے کہ "بدو الصلاح" سے مراد پھل کا آسمانی آفات اور فساد سے امن میں آجانا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ہے "تذھبُ عاھتُہٗ"۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پھلوں کی انواع اور اقسام مختلف ہیں؛ اسلئے ہر نوع کا صلاح بھی مختلف ہوگا، اور اسکا حال تجربہ کار اور باغ والے اور اسکو کرنیوالے بخوبی جانتے ہیں، البتہ تمام کے لیے معیار یہ ضرور ہے جو روایات سے معلوم ہوا ہے "حتی تنجو من العاھۃ"۔

خلاصۂ کلام: جب تک پھل کا وجود نہ ہوا ہو بالاجماع حرام ہے اور جب پھل کا وجود ہو چکا ہے؛ مگر صلاح نہیں ہے تو بھی شرعاً ناجائز ہے اور جب صلاح ہو جائے اور بلا کسی شرط کے علی الاطلاق بیع کی گئی ہو، علی القولین بیع درست ہے، اور اگر قبل از صلاح عقد کیا جائے اور عقد میں شرط کی گئی ہو درختوں پر رکھنے کی جب تک "توڑ" کے لائق ہے تو یہ بیع فاسد ہوگی، اور اگر بلا شرط عقد ہو (پھل کا وجود ہے) احنافؒ کے نزدیک بیع درست ہوگی، اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک درست نہ ہوگی؛ کیونکہ وہ قابل انتفاع نہیں ہے (از تعلیق وغیرہ)

اور امام محمدؒ کے نزدیک زیر بحث مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر پھل بدو صلاح کی حد تک تو ہے مگر ابھی پھل مکمل نہ ہوا ہو بلکہ وہ درخت پر رہے گا اور بڑھے گا، اجزاء مکمل نہ ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں گذشتہ قول کے مطابق "بیع بشرطِ الترك علی الشجر" فاسد ہوگی؛ اس لیے کہ جو اجزاء عقد کے بعد زائد ہوں گے، وزن ہوگا وہ معدوم ہے، نیز شرط خلاف عقد ہے؛ لہٰذا فاسد۔

اور اگر اجزاء تو مکمل ہو چکے؛ مگر ابھی تیار نہ ہوئے تھے پھل، جائز ہے؛ اگر بشرط ترک درخت ہوگی تو از روئے قیاس یہ بھی فاسد ہونا چاہیے؛ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک از روئے (دلیل) استحسان یہ صورت جواز کی ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ عوام کا اس پر تعامل ہے اور عموم بلویٰ ہے، امام طحاویؒ نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا اور جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

نیز حضرات ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک بھی جواز کی (گنجائش) ہے اور "المنتقی" میں امام ابو یوسفؒ کا قول بھی امام محمدؒ کے موافق ہے۔
(بحوالہ فتح القدیر وغیرہ)

﴿ایک سے زائد سال کے لیے فروخت کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۲۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ وَاَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا چند سالوں کی بیع سے (باغ کے پھلوں کی) اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا آفات (کی وجہ سے درختوں کے پھل میں مشتری کو جو نقصان ہوا ہے اس بنا پر اس) کے وضع کرنے کا۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

مقصد بیان یہ ہے کہ دو، تین یا چار سال (یا اور زائد) کے لیے باغ کے پھلوں کی بیع کرنا یہ جائز نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، وجہ اور علتِ عدم جواز ظاہر ہے کہ شئ غیر موجود، معدوم شی کی بیع کی گئی ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

﴿روایت میں مذکورہ مسئلہ ثانی﴾

آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ "پھلوں پر" آفت سے نقصان ہونے کی صورت میں بائع وصول کرتے ہوئے (کچھ) کم کردے۔

مقصد بیان یہ ہے کہ درختوں پر پھل کی بیع مذکورہ تفصیل کے مطابق ''بدوصلاح'' کے بعد کی گئی تھی کہ اس کے باوجود آفت آئی اور پھلوں میں نقصان ہو گیا تو اس صورت میں بائع کے لیے یہ حکم (از روئے استحباب) ہے کہ نقصان پر نظر کرتے ہوئے ثمن میں کم کر کے وصول کرلے، اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے، لازم اور وجوب کے لیے نہیں ہے، کیونکہ فروخت شدہ مال میں اگر نقصان ہو جائے تو وہ مشتری کا ہی نقصان ہوگا۔ (مزید تفصیل اس کے بعد حدیث نمبر ۲۷۲۳ میں دیکھئے)۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۲۳﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ بِعْتَ مِنْ اَخِيْكَ ثَمَراً فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَاخُذَ مِنْهُ شَيْئاً بِمَ تَاخُذُ مَالَ اَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے اپنے بھائی (مسلمان) کو پھل فروخت کیا (یعنی درخت پر) اور پھر اس کو آفت پہونچ جائے تو (از روئے تقویٰ اور پرہیز گاری) تیرے لیے حلال نہیں اس سے کچھ (بھی مال) وصول کرنا، ناحق اپنے بھائی کا مال کس بنا پر لوگے؟ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

گذشتہ حدیث نمبر ۲۷۲۲ کے تحت معلوم ہو چکا ہے کہ اگر درخت کے پھل میں آسمانی آفت کی وجہ سے نقصان ہو جائے تو مالکِ باغ ثمن میں کم کر دیں اور اس روایت میں ہے کہ اگر تمام ہی پھل ہلاک ہو گئے ہوں تو آپ ﷺ کا ارشاد ''فلا یحلّ لك الخ'' تیرے لیے حلال نہیں ہے کہ اس سے کچھ (بھی) وصول کرے، جب سب ہی ہلاک ہو چکا ہے تو پھر کس شی کے عوض تم اپنے بھائی کا مال لوگے (؟)۔

مسئلہ: عقدِ بیع یعنی ایجاب اور قبول کے بعد خرید کردہ شی پر خریدار کا مکمل قبضہ لازم ہے تکمیل عقد کے لیے، اور ہر شی میں قبضہ اس شی کی نوعیت کے مطابق ہوا کرتا ہے اور جب تک بائع کا قبضہ ہے تو اس وقت ضمان بائع ہی کا ہے۔

لہٰذا مذکورہ حدیث میں صورتِ ہلاک میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ابھی تک مشتری کا قبضہ نہ ہوا ہو اور وہ بائع ہی کے قبضہ میں تھی کہ ہلاکت آگئی یا اس لیے اب خریدار پر ضمان نہ ہوگا اور قیمت نہ وصول کرے گا، یا کہ فروختگی بدوِصلاح سے قبل ہو گئی تھی اور ثمرہ (پھل) کے ساتھ موسوم کرنا آئندہ کے اعتبار سے ہوا ہو (وغیرہ ذلک)

بہر حال اگر پھل آ چکنے کے بعد ہی بیع کی گئی تھی تب یہ کہا جائے گا یہ حکم حدیث نمبر ۲۷۲۲ کے مطابق از روئے استحباب ہے، از راہِ احتیاط یہ حکم ہے کہ ہلاکت کے بعد نہ لیا جائے؛ کیونکہ بروایتِ حدیثِ ابی سعید خدریؓ میں واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص کے خرید کردہ باغ کے پھل ہلاک ہو گئے تھے، آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہؓ سے فرمایا (کہ اس کے ذمہ قرضہ ہونے کی وجہ سے) ''**تصدّقوا علی هٰکذا**'' ظاہر ہے کہ ہلاکت ہونے پر علی الاطلاق قیمت وصول کرنا حلال نہ تھی۔ (حسبِ حدیث نمبر ۲۷۲۳) تو پھر اس پر دین (قرضہ) کیوں (؟) اور آپ ﷺ نے صدقہ کا حکم کیوں فرمایا (؟) معلوم ہوا کہ خریدار پر قیمت لازم رہے گی؛ البتہ رعایت کرتے ہوئے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ سہولت کی جائے گی، اس تفصیل سے روایات میں تعارض بھی نہ ہوگا۔

از روئے حکم بعد القبضہ خریدار کی ملکیت ہو گئی ہے؛ اس لیے اس پر قیمت لازم ہوگی از روئے تقویٰ اور ورع، نیز از روئے شفقت نہ وصول کرنا اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ مدیون (خاص کر ہلاکتِ مال کی وجہ سے نقصان پر) صدقہ کر کے تعاون کریں قرض کی ادائیگی کے لیے (ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

مذاہب فقہاء: امام احمدؒ کے نزدیک لازم ہے ثمن واپس کرنا اگر وصول کر لیا تھا، اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک ثلث ثمن واپس کر دیا جائے گا اور احنافؒ و شوافعؒ کے نزدیک مذکور تفصیل کے مطابق ہے۔ (از تعلیق: ج ۳: ص ۳۲۰)

﴿عقد بیع کے بعد خریدار کا قبضہ لازم ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۲۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِيْ مَكَانِهٖ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهٖ فِيْ مَكَانِهٖ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ صحابہؓ بازار کے بالائی حصہ میں غلہ خرید کرتے اور پھر اس کو اسی جگہ (قبضہ کیے جانے سے قبل ہی) فروخت کر دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسی جگہ میں فروخت کرنے سے منع فرمادیا یہاں تک کہ وہ اس کو اس جگہ سے منتقل کر دیں۔ (ابوداؤدؒ)

﴿خرید کردہ شئی پر قبضہ ہونے پر تصرف کرنا﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۲۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَكْتَالَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غلہ خرید کیا تو اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر مکمل قبضہ حاصل کر لے، اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ اس کو کیل کر لے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۲۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اَمَّا الَّذِيْ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا اَحْسَبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے جس امر سے منع فرمایا ہے سو وہ غلہ ہے کہ جب تک قبضہ (نہ) ہو فروخت (نہ) کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ہر شی، کا حکم اسی کے مانند ہے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح عقدِ بیع، ایجاب اور قبول ہونے کے بعد واجب اور لازم ہے کہ خریدار، خرید کردہ شی پر مکمل قبضہ کرے، اور جب تک قبضہ تام نہ ہوگا عقد تام نہ ہوگا۔ اور جب تک خریدار، خرید کردہ شی پر قبضہ نہ کرے گا تو اس وقت تک خریدار کو کوئی تصرف کرنا (مثلاً) فروخت کر دینا جائز نہ ہوگا؛ چنانچہ حدیث نمبر۲۷۲۴ اور نمبر۲۷۲۵ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بازار میں (مثلاً) غلہ خرید کیا گیا، اور قبضہ کرنے سے پہلے خریدار نے اس کو اسی جگہ پر فروخت کر دیا، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے "حتی ینتقلوہ" جب تک اس کو بائع کے پاس سے منتقل نہ کر دیا جائے (یعنی) جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۷۲۵ میں "حتی یستوفیہ" مذکور ہے اور بروایت ابن عباسؓ میں ہے "حتی یکتالہ" یعنی عقد بیع کے بعد اور جب تک اس شی کو کیل نہ کر لیا جائے۔ (اگر وہ کیلی شی ہے) کیونکہ بیع مکمل نہ ہوگی جب تک کہ بائع اس کو کیل (اور وزن) نہ کر دے۔

ضروری وضاحت: ان روایات میں منتقل کرنا یعنی قبضہ کرنا ہے

تفصیل مذاهب فی هذه المسئلة: اشیاء منقولہ میں خریدار کا قبضہ کرنا (؟) قبضہ کرنے کے بعد (بھی) اگر بائع ہی کے پاس رہے تب بھی خریدار کا تصرف کرنا، فروخت کر دینا درست ہوگا، عرف کے اعتبار سے قبضہ ہونے کی جو بھی ظاہری صورت ہو، مثلاً بذاتِ خود اپنی بوری وغیرہ میں رکھ دینا۔

اقوال فقہاء: امام شافعیؒ، امام زفرؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قبضہ ہر خرید کردہ شی پر ہونا لازم ہے منقولہ ہو یا غیر منقولہ؛ کیونکہ نسائی کی روایت میں "لا یتبیعن شیئاً" ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک فقط قبضہ ہونا طعام والی اشیاء میں لازم ہے باقی اشیاء میں لازم نہیں؛ اس لیے کہ روایت میں

طعام ہی کی تخصیص ہے دوسری اشیاء کا تذکرہ نہیں ہے؛ اس لیے روایت کے ظاہر متن پر نظر کرتے ہوئے اس کو اختیار کیا۔

امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ منقولہ اشیاء کے لیے ہے اور غیر منقولہ اشیاء زمین، مکان وغیرہ میں یہ حکم نہیں ہے؛ لہٰذا قبضہ سے قبل بھی تصرف جائز ہے؛ کیونکہ عقار میں ہلاکت وغیرہ نادر ہے اور منقولہ اشیاء میں ہلاکت وغیرہ اکثر ہے اور بہت سے مسائل (خاص کر ضمان بصورتِ ہلاکت) میں شراع کی صورت ہو سکتی ہے، اور عقدِ (سابق) فسخ ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے (وغیر ذلک) اس لیے قبضہ کو لازم قرار دیا ہے۔

اور متن حدیث میں طعام کا تذکرہ اکثر ہی اعتبار سے ہے اور بہر حال یہ قید اتفاقی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "ولا احسبُ کل شیءٍ الا مثله" (مشکوٰۃ شریف: ص ر ۲۴۷)

﴿تجارتی اموال کو شہر کی منڈی میں آنے کے بعد؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۲۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَحْلُبَهَا اِنْ رَضِیَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِیَارِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَآءَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (غلہ لانے والے) قافلے سے آگے جا کر خرید کرنے کی وجہ سے ملاقات نہ کرو (بلکہ اس کو منڈی میں لانے دو) اور تم میں سے کوئی شخص ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور دوسرے سے بڑھ کر قیمت لگانا (بولی دینا حالانکہ خریدنے کی نیت نہیں تاکہ دوسرا دھوکہ میں پڑ جائے) اور شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے اور اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ محبوس نہ کرو (جس سے کہ خریدار کو دھوکہ ہو اور وہ زیادہ دودھ والا خیال کرے) سو اگر کسی شخص نے اس کے بعد اس جانور کو خرید لیا تو دودھ نکالنے کے بعد اس کو اختیار ہے (دونوں صورتوں میں جو بہتر جانے) کہ اگر وہ اس پر رضامند ہے تو روک لے اس کو اور اگر وہ ناخوش ہے تو اس کو واپس کر دے ایک صاع کھجوروں کے ساتھ۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: جس شخص نے دودھ روکی ہوئی بکری خرید کی تو اس کو تین روز تک اختیار ہے، پھر اگر وہ اس کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام (بھی) ہو گیہوں نہ ہو۔

کلماتِ حدیث کی تشریح

ابتدائی دور میں تجارتی معاملات میں بہت سی صورتیں ایسی رائج تھیں جو شرعاً درست نہ تھیں، مدینہ پاک میں ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے تجارتی معاملات کی اصلاح کرتے ہوئے بہت سے امور سے منع فرمایا جو اس وقت رائج تھے، اور ان میں کسی نہ کسی فریق کے حق میں ضرر اور نقصان دہ تھے؛ چنانچہ حدیث ابی ہریرہؓ (نمبر ۲۷۲۷ اور اس کے بعد بھی) آپ ﷺ نے چند امور کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کو ناجائز قرار دیا ہے۔

﴿تجارتی قافلہ سے آمد سے پہلے ملاقات مکروہ کیوں؟﴾

(۱لف) لاتلقو الرکبان (۲) بیعُ بعضکم علی بیع بعض (ج) تناجش (ح) بیع حاضر لباد (د) تصریه.

فائدہ: حدیث نمبر ۲۷۲۸ میں ہے "الجلب" اور حدیث نمبر ۲۷۲۹ میں "السلع" ہے یعنی اصحابِ اموال سے نہ ملاقات کرو جو اموال باہر سے لایا جائے اس کو جلب (بمعنی مجلوب) کہا جاتا ہے اور السلع، سامان، مال اور اشیاء۔ آپ ﷺ نے "تلقی رکبان" سے منع فرمایا ہے۔

بڑے تجار ایسا کرتے تھے کہ جب تجارتی اموال پر مشتمل باہر، دیہات و دیگر علاقوں کے قافلے آتے تو معلوم ہونے پر منڈی میں آنے سے پہلے ہی ان قافلوں سے ملاقات کرتے اور وہ اموال خرید لیتے تھے تا کہ ذخیرہ اندوزی کریں اور بازار میں حسبِ منشأ بھاؤ (اور قیمت) پر فروخت کریں، اس صورت میں اکثر و بیشتر صاحبِ اموال کو نقصان ہوتا اور شہر میں عام خریداروں کو خریداری کا موقع نہ حاصل ہوسکتا؛ اس لیے آپ ﷺ نے اس ملاقات سے منع فرمایا ہے اور ہدایت فرمائی کہ ان اموال کو بازار اور منڈی میں آنے دیا جائے، تا کہ علامۃ الناس کو خریداری کا برابر موقع حاصل ہو اور اس وقت بازار کی جو قیمت ہو اس پر خرید اور فروخت ہو سکے۔ اس صورت میں سب کے لیے برابر مواقع ہوں گے اور کسی فریق کو نقصان نہ ہوگا۔ اس کے بعد بھی حدیث نمبر ۲۷۲۸ اور نمبر ۲۷۲۹ میں قدرے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہی مفہوم ہے۔

فائدہ: دراصل شہری اور عوام کی مصالح کی رعایت بھی ضروری ہے اور ذخیرہ اندوزی کی راہ کو بھی بند کرنا لازم ہے اور منڈی اور عام بازاروں میں اسلئے بھی آمد ضروری ہے کہ باہر سے آنیوالا مال (خاص کر غلہ) تمام افراد کی ضرورت ہونے کی وجہ سے استحقاق برابر ہے

﴿حدیث نمبر ۲۷۲۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَاِذَا اَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلہ لانے والوں سے آگے بڑھ کر ملاقات نہ کرو، سوا گر کسی نے اس سے ملاقات کی اور پھر اس سے خرید لیا تو وہ اس غلہ کا مالک اگر بازار میں آئے (اور بھاؤ میں فرق پائے) تو اس کو اختیار ہوگا (کہ اس عقد کو باقی رکھے یا اس کو فسخ کردے)۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

الجلب، مفہوم اور مرادی معنی کے اعتبار سے جو معنی حدیث نمبر ۲۷۲۷ میں تلقی رکبان کے معنی ہیں وہی مراد جلب کی تلقی کے بھی ہیں، لغۃ مجلب، جالب کی جمع ہے؛ یعنی وہ شخص جو باہر سے مال لائے بازار اور شہر میں برائے فروخت، اور مجلوب کے معنی بھی ہو سکتے ہیں، مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل معلوم ہو چکی۔

﴿منڈی اور بازار میں لایا جائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۲۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى السُّوْقِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگے بڑھ کر سامان (لانے والوں) سے ملاقات نہ کرو یہاں تک کہ اس کو بازار میں لا کر اتارا جائے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

اس روایت میں السلَع، سلعۃ کی جمع ہے، بہا ضمیر برائے سلع اور بار حرف جر برائے تعدیہ، سامان اور وہ مال جو برائے تجارت ہو، مقصد بیان اس کا بھی وہی ہے جو گذشتہ روایات میں معلوم ہو چکا ہے۔ یہبط مضارع مجہول یعنی جب تک بازار اور منڈی میں تجارتی اموال نہ آ جائے اس وقت تک باہر جا کر ان سے ملاقات نہ کی جائے، احادیث میں واردشدہ کلمات ایک دوسری کی تفسیر اور تشریح کرتے ہیں۔ (ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

﴿درمیان عقد میں خریداری نہ کی جائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۳۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے؛ مگر یہ کہ وہ اس کو اجازت دے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیث نمبر ۲۷۲۷ کے تحت بھی یہی مسئلہ آچکا ہے قدرے الفاظ کے فرق کے ساتھ "لا یبیع" مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر ایک شخص خریداری کر رہا ہے اور مالک (تقریبا) رضامند ہے اس کو اس کے ہاتھ فروخت کرنے پر تو اس صورت میں کوئی دوسرا شخص ان کے درمیان آکر خریدار (کا قصد) نہ کرے، قیمت بڑھا کر یا جس صورت خریداری میں بھی ہو اس لیے کہ اس صورت میں بھی پہلے خریدار کو تکلیف ہوگی اور اس کا ضرر ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ اور تم اپنا مال خریدار کو کھلا کر اپنی طرف اس کو متوجہ نہ کرو، اس صورت میں بائع اول کو تکلیف ہوگی اور آپس میں اخوتِ اسلامی کے بھی یہ خلاف ہے اور بدخلقی ہے اور اس طرح جھگڑے ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح نکاح کے پیغام (منگنی) کے درمیان دخیل نہ ہو۔ "الا ان یاذن له" البتہ اگر شخصِ اول، دوسرے کو معاملہ کرنے کی (بخوشی) اجازت دے دے خریداری، فروختگی اور پیغامِ نکاح کی تب درست ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۷۲۸ میں ہے "فمن تلقاہ الخ" اگر اہلِ قافلہ سے ملاقات کرنے کے بعد تاجر نے خرید کر لیا ہے اور اس کے بعد وہ بازار میں آیا اور منڈی کا بھاؤ معلوم ہونے کے بعد اگر اس کی یہ رائے ہوگئی کہ وہ واپس لے تو اس کو اختیار ہے؛ کیونکہ تاجر نے راستہ میں ملاقات کر کے (گویا کہ) حقیقی بھاؤ اور قیمت سے بے خبر رکھا تھا اور اس کو خداع ہوا ہے؛ اس لیے شریعت نے اس کو یہ اختیار دیا ہے۔

﴿اقوالِ فقہاء اور مذاہب کی تفصیل﴾

(الف) حضراتِ علماءِ ظاہر اور ابن حزمؒ کے نزدیک علی الاطلاق یہ تلقی حرام اور ناجائز ہے اور اس صورت کی بیع باطل ہے بیع ہی منعقد نہ ہوگی۔

(ب) حضرات ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک یہ تلقی مکروہ ہے علی الاطلاق، ضرر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو؛ اسلئے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(ج) اور عندالاحناف یہ تفصیل ہے کہ یہ تلقی مکروہ ہے؛ البتہ اگر ملاقات کر کے خریداری کی گئی اور غرر نہ ہوا ہو بھاؤ کے مطابق خریداری کی گئی تھی بیع منعقد ہوگئی؛ مگر ہدایتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے "فی تلك التجارۃِ حق اھل البلدِ جمیعاً" لہٰذا جب سب کا حق برابر ہے تو ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ (ماخوذ از تعلیق وغیرہ کے ساتھ) صاحبِ اموال کو اختیار ہے۔

اس اختیار کے امر سے معلوم ہوا کہ بیع ہو چکی تھی؛ اس لیے کہ خیار والی صورت عقد کے ہو جانے پر ہی ہو سکتی ہے اگر باطل اور فاسد تھی تب تو بہر صورت اس عقد کو ختم کرنا اور کالعدم قرار دینا واجب ہوا کرتا ہے۔

عندالاحناف جب کہ (مع الکراہت) عقد لازم ہو چکا تھا تو اب علی الاطلاق فسخ کا اختیار نہ ہوگا؛ البتہ بصورتِ اقالہ اس کو عقد کے فسخ کرنے کی گنجائش ہوگی اور یہ از روئے دیانۃ ہے نہ کہ قضاءً۔

اور دوسری جماعت کے علماء نے (بھی یہی کہا ہے کہ اگر) تاجر نے پوری قیمت پر ہی خریداری کی ہوئی ہے تب تو واپس نہ ہوگی؛ اسلئے کہ علت ضرر نہیں ہے؛ البتہ اگر کم بھاؤ کیساتھ خریداری کی گئی تھی تب خیار فسخ ہوگا؛ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ شافعی ہیں وہ تحریر کرتے ہیں "اذا کان سعراہ اعلی او کسعر البلد ففیه وجھان فی جھت شت الخیار لاطلاق الحدیث، والاصح انه لاخیار له لعدم الغبن: غبن اور ضرر نہ ہونے کیوجہ سے خیار نہ ہوگا اور اس قول کو اصح فرمایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ ظاہر حدیث پر تو ان حضرات کا بھی عمل نہیں ہے؛ بلکہ خیار جب ہوگا جب ضرر اور غبن ہوا ہے، معلوم ہوا کہ یہ حدیث متروک ہے فقہاء کے نزدیک، تاویل اور تشریح کرتے ہیں۔

﴿حدیث نمبر۲۷۳۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: لَايَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اپنے بھائی کی قیمت پر (اور درمیان میں دخل اندازی کرتے ہوئے) قیمت نہ لگائے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے (یعنی کسی سے خرید وفروخت کا معاملہ ہو رہا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرے اور چیز کے زیادہ دام نہ لگائے)۔ (مسلم)

کلمات حدیث کی تشریح

لایسم الرجل الخ ، گذشتہ حدیث نمبر ۲۷۳۰ کے تحت مفہوم کے ہی مطابق یہ بھی ہے، فقط کلمات کا فرق ہے، "سودے پر سودا نہ کرے" دخیل نہ ہو جب کہ عقد کی تکمیل قریب ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ بیچنے والا اور خریدار دونوں کسی ایک قیمت پر راضی ہو گئے ہوں؛ لہٰذا اب کسی اور کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو لینے کا ارادہ کرے اور زیادہ دام لگا کر ان کا معاملہ خراب کرے ایسا کرنا مکروہ ہے؛ اگرچہ بیع صحیح ہو جائے گی۔

﴿حدیث نمبر۲۷۳۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے، تم لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے (کے واسطہ سے) رزق عطا فرماتا ہے۔ (مسلمؒ)

﴿جبری معاملہ کرنا حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۳۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِی الْبَيْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْاٰخَرِ بِيَدِهٖ بِاللَّيْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يَقْلِبُهٗ اِلَّا بِذٰلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ يَّنْبِذَ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهٖ وَيَنْبِذَ الْاٰخَرُ ثَوْبَهٗ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بَيْعَهُمَا مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ اِشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوْبَهٗ عَلٰى اَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُوَ اَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْاُخْرٰى اِحْتِبَاءُهٗ بِثَوْبِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَیْءٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا دو طرح کے لباس کو (پہناوا) اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا: بیع ملامسہ اور منابذہ سے، اور ملامسہ (کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کے کپڑا کو ہاتھ سے چھو دینا خواہ رات میں یا دن میں (یعنی بغیر دیکھے ہوئے) اور نہ وہ اس کپڑا کو الٹ پلٹ کرے، مگر فقط لمس ہی کرے، اور منابذہ (کی صورت یہ ہوتی ہے) ہے کہ ایک شخص اپنے کپڑا کو دوسرے شخص کی طرف پھینک دے اور دوسرا شخص اپنا کپڑا اس کی طرف پھینک دے اور بس یہی ان دونوں کے درمیان بیع ہو بغیر دیکھے (اور غور وفکر کے بغیر) اور باہم بلا رضامندی کے، اور دو قسم کے پہناوے (اور وہ یہ ہیں) بصورت صماء کپڑا پہننا، اور صماء (کی صورت یہ ہے) کہ ایک مونڈھے پر کپڑا ڈالا جائے اور ایک جانب اس کی کھلی ہوئی رہے جس پر کپڑا نہ ہو، اور دوسری قسم کا لباس (اور پہناوا کہ) آدمی کا اپنے کپڑا سے گوٹھ مارنا ہے اور وہ شخص اس طرح بیٹھا ہوا ہو کہ اس کی شرمگاہ پر کپڑا بالکل نہ ہو (شرمگاہ دکھائی دے)۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

﴿فریب دھی کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۳۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ

وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے حصاۃ (والی) بیع اور بیع غرر سے۔ (مسلمؒ)

تشریح: ۔ غرر: فریب دہی، مغالطہ آمیزی کے ساتھ معاملہ کرنا۔

﴿حدیث نمبر۲۷۳۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعاً يَتَبَايَعُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے حاملہ کے حمل کی بیع سے اور وہ ایک قسم کی بیع تھی کہ دورِ جاہلیت کے لوگ اس کی خرید وفروخت کرتے تھے، (جس کی تشریح یہ ہے کہ) ایک شخص اونٹ خریدتا یہاں تک کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ حمل جنے جو اس کے پیٹ میں ہے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

تشریح: جس شئی کا وجود ہی نہ ہو تو وہ مال کہاں ہے اور جب وہ معدوم (بالمالیت) ہے اس کی خرید وفروخت کس بنیاد پر ہوگی؟ عقدِ بیع کے لیے محل عقد ہونا لازم ہے۔ (اسعدی)

﴿حدیث نمبر۲۷۳۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے نر کے جفت کرانے (کی قیمت) سے۔ (بخاریؒ)

﴿حیوان برائے جماع کرانے پر دینا جائز نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۳۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ وَعَنْ بَيْعِ الْمَآءِ وَالْاَرْضِ لِتُحْرَثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اونٹ کے جفت کرانے کے عقد (یعنی اجرت طے کرنے) سے اور پانی اور زمین کاشت کے لیے فروخت کرنے سے (یعنی مالکِ زمین اپنی زمین اور پانی برائے کاشت بٹائی پر دے)۔ (مسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۳۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَآءِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زائد پانی کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلمؒ)

﴿تالاب اور کنویں وغیرہ کا پانی فروخت کرنا درست نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۳۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَاءُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زائد پانی فروخت نہ کیا جائے تاکہ فروخت کی جائے اس بنا پر گھاس۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

تشریح: شریعت نے پانی، خودرو گھاس جیسی اشیاء کو مباح الاصل قرار دیا ہے اور عامۃ الناس کی ضرورت کی وجہ سے اُن پر تسلط رکھنا ظلم اور تعدی ہے، قدرتی پانی کی آمد جس کو اللہ تعالیٰ کا مال کہا گیا ہے تو بندہ دوسروں کو کس طرح روک سکتا ہے؛ البتہ جس پانی کو اپنے ظرف میں جمع کیا ہو وہ اب اُس کی ملک ہو جائے گا۔

﴿فریب دینا اور عیب چھپا کر فروخت کرنا حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۴۰﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا

فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلاً فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ غلہ کی ایک ڈھیری کے پاس سے گذرے، آپ ﷺ نے اس ڈھیری میں اپنا دستِ مبارک داخل کر دیا (تاکہ اندرونی دانوں کا حال معلوم ہو) آپ ﷺ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے غلہ کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس پر بارش پڑ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم نے اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہ ڈال دیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں، جس شخص نے دھوکہ دیا (اور خیانت کی) تو وہ میرے میں سے نہیں، (یعنی میرے طریقہ پر نہیں) (مسلمؒ)

تشریح: فریب دہی کسی بھی حالت میں جائز نہیں اور یہ خصلت بہت زائد مذموم ہے شریعت نے کسی بھی بنا پر اس کی اجازت نہیں دی اور نیز فساد کی علامت ہے۔

الفصل الثانی

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۱﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الثُّنْيَا اِلَّا اَنْ يُعْلَمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا استثنار (مجہول فی البیع) کرنے سے، مگر یہ کہ مقدار معلوم ہو۔ (ترمذیؒ)

﴿انگور کی فروختگی تیکری کے بعد﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ هٰكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمَا بِرِوَايَتِهِ نَهٰى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتّٰى تَزْهُوَ اِلَّا بِرِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ عَنْ اَنَسٍ وَالزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِي الْمَصَابِيْحِ وَهِيَ قَوْلُهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتّٰى تَزْهُوَ اِنَّمَا ثَبَتَ فِيْ رِوَايَتِهِمَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت انسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا انگور کی بیع سے یہاں تک کہ سیاہ ہو جائیں اور غلہ کی بیع سے یہاں تک کہ (دانہ) سخت ہو جائے (اس حدیث کو امام ترمذیؒ، ابوداؤدؒ نے اسی طرح نقل کیا ہے) اور ان دونوں کی روایت میں "نهیٰ عن بیع التمر حتی تزهو" نہیں ہے، البتہ بروایت ابن عمرؓ ہے "قال نهیٰ الخ" حضرت ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ خوش رنگ ہوں (تیاری کے قریب ہوں)۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ بروایت انسؓ)

اور جو زیادتی مصابیح کی روایت میں ہے وہ آپ ﷺ کا ارشاد "نهیٰ عن بیع التمر حتی تزهو" یہ عبارت ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں بروایت ابن عمرؓ ثابت ہے۔ "قال نهیٰ عن بیع النخل حتی تزهو" اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ادھار کی بیع ادھار کے عوض۔ (دار قطنیؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۴۴﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والدخود از جد امجد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا عربان کی بیع سے۔ (مالکؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۴۵﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْرِكَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت علیؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا مجبور کی بیع، غرر کی بیع اور پھلوں کی بیع سے پختہ (اور تیار) ہونے سے قبل۔ (ابوداؤدؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۴۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ كِلَابٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِي الْكَرَامَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قبیلہ کلاب کے ایک شخص نے سوال کیا نر کی جفتی (کی اجرت لینے) سے (متعلق) تو آپ ﷺ نے اس کو منع فرمادیا (اس شخص نے پھر عرض کیا یارسول اللہ! ہم نر کی جفتی کراتے ہیں اور پھر بطور عطیہ دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے اس کو اس عطیہ کی اجازت دے دی۔ (ترمذیؒ)

تشریح: یہ اباحت بصورت عطیہ اور ہدیہ ہے جس میں کوئی قباحت نہیں۔

﴿اگر مال موجود نہ ہوتو؟﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۴۷﴾ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَأْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت حکیم بن حزامؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو منع فرمایا اس شی ء کی بیع سے جو میرے پاس موجود نہ ہو (ترمذیؒ) ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی ایک روایت میں ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ مجھ سے اس شی ء کے خرید کرنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہ ہو، پھر میں اس کو بازار سے خرید کر (دے دوں)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شی ء تمہارے پاس موجود نہ ہو (اس کو) مت فروخت کرو۔

تشریح: عقد بیع کے بعد فروخت شدہ مال پر خریدار کو قبضہ دیا جانا حقِ بیع ہے اور مشتری کا بھی حق ہے اور اگر کوئی شئی بائع کی ملکیت ہی میں نہ ہو تو وہ اُس کی بیع کس طرح کرسکتا ہے؟ البتہ بیع سَلم اس حکم سے مستثنٰی ہے جو مشروع بالنص ہے اور اگر مال گودام وغیرہ میں موجود ہے تو یہ بھی حاضر اور موجود ہے اور اسی طرح جن اشیاء کو آڈر دے کر کاریگروں سے تیار کرایا جائے اور صفات وغیرہ کی جملہ شناخت کے ساتھ عقد کیا جائے یہ بھی جائز ہے اور اُس نہی کے ساتھ شامل نہیں؛ بلکہ مستثنٰی ہے۔ (ماخوذ۔اسعدی)

بیع فضولی: اگر کوئی شخص مِلک غیر کو اجازت اور اطلاع کیے بغیر فروخت کردے تو یہ بیع فضولی ہے اور عندالاحناف اگر مالک نے اس کے بعد اس کو منظور اور قبول کرلیا تو بیع نافذ ہوگی ورنہ وہ بیع کالعدم ہوگی، اور یہ از روئے استحسان جائز ہے۔ قبضہ سے پہلے فروخت کرنا بھی ''مالَیس عندك'' کے حکم میں ہے کذافی التقریر۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابوہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے ایک عقدِ بیع میں دو بیع (یعنی دو معاملے) کرنے سے (مالکؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ)

تشریح: مثلاً اگر نقد ہے تب قیمت یہ (دس روپے) اور اگر اُدھار ہے تو قیمت یہ (بارہ روپے ہوگی)۔ دوسری مثال اگر تم اپنی یہ شئی مجھ کو فروخت کرتے ہو تو میں اپنی یہ شئی فروخت کرونگا؛ چونکہ ان دونوں صورتوں میں بے اصل شرط ہے اور قیمت مجہول ہے، متعین شدہ نہیں

﴿حدیث نمبر ۲۷۴۹﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ صَفْقَةٍ وَّاحِدَةٍ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدّ امجد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے ایک عقد میں دو بیع کرنے سے۔ (شرح سنہ)

﴿قرض کے ساتھ عقد بیع کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۵۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ سَلَفٌ وَّبَیْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِیْ بَیْعٍ وَّلَا رِبْحُ مَا لَمْ یَضْمَنْ وَلَا بَیْعُ مَا لَیْسَ عِنْدَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدّ امجد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں حلال ہے قرض اور بیع (کا یک ساتھ معاملہ) کرنا اور عقدِ بیع میں دو شرط لگانا اور نفع حلال نہیں جس وقت تک کہ ضمان میں نہیں آئے اور جو شئی تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع (درست) نہیں ہے۔ (ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے)۔

تشریح: پہلا مسئلہ: سَلَفٌ اور بَیْعٌ۔ یعنی خریدار نے بائع سے یہ شرط کی کہ اوّلاً وہ مجھ کو قرض (سلف) دے اور پھر وہ تم سے خریداری کرے گا۔ اور اس طرح اس کے برعکس بائع خریدار سے یہ کہے شرعاً یہ حلال نہیں ہے (از کوکب)

(۲) دوسرا مسئلہ: "لاشرطان الخ اگر کسی شئی یعنی ایسی کوئی بھی شرط جو عقد کے منافی ہو ایک ہو یا دو یا اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے ایک عقد کے ساتھ دوسرے عقد کو لاحق کرنا۔

(۳) تیسرا مسئلہ: لاربح الخ اگر کسی شئی کا وہ مالک ہی نہ ہو تو وہ اُس کے ضمان میں نہیں اور اسی طرح خرید کردہ تو ہے مگر ابھی قبضہ میں نہیں آئی ہے تب بھی وہ خارج از ضمان رہے گی۔ لہٰذا فی الحال وہ ایسی شئی کو فروخت وغیرہ کر کے نفع حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۵۱﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ اَبِیْعُ الْاِبِلَ بِالنَّقِیْعِ بِالدَّنَانِیْرِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّرَاهِمَ وَاَبِیْعُ بِالدَّرَاهِمِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِیْرَ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ: لَا بَاْسَ اَنْ تَاْخُذَهَا بِسِعْرِ یَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَیْنَكُمَا شَیْءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمایا میں بازار نقیع میں دنانیر کے عوض اونٹ فروخت کرتا تھا، پھر میں دنانیر کے بدلہ میں دراہم وصول کر لیتا اور فروخت کرتا ہد راہم کے عوض تو اسکے عوض دنانیر وصول کر لیتا؛ چنانچہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میں

نے آپ ﷺ سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مضائقہ نہیں انکو (بدلہ میں) وصول کرنا اس روز کے بھاؤ کے مطابق بشرطیکہ دونوں علاحدہ علاحدہ نہ ہوں، اور (ابھی تک) تم لوگوں کے درمیان کچھ (عقد کا جزباقی) ہے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، دارمیؒ)۔

تشریح: یہ مسئلہ اِسْتِبْدالِ ثمن کا ہے، مسئلہ استبدال ثمن! اوّلاً تو استبدال میں صاحب حق کی رضامندی ضروری ہے **کماقال السرخسیؒ وبہ قال الشافعی** اور استبدال کے لیے یومھا' شرط نہیں ہے: لہٰذا علی الاستحقاق یہ مباح ہے بیشی ہو یا کم والی صورت ہو؛ کیونکہ جنسِ مختلف ہے وہ دراہم کا دینار کے ساتھ تبادلہ ہے اور اختلافِ جنس کی صورت میں آپؐ کا ارشاد ہے "فَبِیْعُوْا کیف شِئْتُمْ"

اور روایت میں "بِسَعْرِ یَوْمِھَا" کی قید (بظاہر) صاحبِ حق کی رضامندی سے کنایہ ہو، **کماقالہ صاحب اعلاء**

بہر حال یہ تفصیل احنافؒ وشوافعؒ کے مذہب کے مطابق ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ قید اور شرط برائے اباحت ہے۔

نوٹ: اسکے متعلق حضراتِ اھلِ افتار کے فتاویٰ مختلف ہیں؛ لہٰذا علماء کے فتاویٰ اور نوٹ کی شرعی حقیقت رسائل میں مطالعہ کریں۔

﴿حدیث نمبر۲۷۵۲﴾ وَعَنِ الْعَدَّآءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَخْرَجَ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرىٰ الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرىٰ مِنْهُ عَبْداً اَوْ اَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عدّاء بن خالد بن ہوذہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک تحریر نکالی (اور دکھلائی جس میں عقدِ بیع سے متعلق یہ تحریر تھی) یہ وہ شی رہے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ سے عداء بن ہوذہؓ نے خرید کیا ہے (جس کی یہ تحریر ہے) انہوں نے آپ ﷺ سے ایک غلام اور ایک باندی خرید کی تھی کہ جن میں نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی عیب اور نہ کوئی خبث ہے ایک مسلمان نے بیع کی ایک مسلمان سے۔ (ترمذیؒ، اور یہ حدیث غریب ہے)

﴿حدیث نمبر۲۷۵۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْساً وَقَدَحاً فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ: اٰخُذُ هُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر اور ایک پیالہ کو فروخت کیا۔ پس آپ ﷺ نے (اس کے فروخت کرنے کے لیے یوں) فرمایا کہ اس چادر اور پیالہ کو کون خریدتا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا میں ان دونوں کو ایک درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم سے زائد کون دے گا؟ تو ایک شخص نے آپ ﷺ کو دو درہم دیئے، آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو فروخت کردیں۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

الفصل الثالث

﴿حدیث نمبر۲۷۵۴﴾ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْباً لَمْ يُنَبِّهْ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت واثلہ بن اسقعؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرمارہے تھے: جس شخص نے عیب دار چیز کو فروخت کردیا (اور) اس عیب کو بیان نہیں کیا تو وہ شخص برابر اللہ تعالیٰ کے غصہ میں مبتلا رہے گا۔ یا (یہ ارشاد فرمایا تھا) برابر اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔ (ابن ماجہؒ)

باب

الفصل الاول

﴿درخت کی فروختگی کے ساتھ پھل داخل نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۵۵﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلاً بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَالِلْبَائِعِ اِلَّا يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْداً وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَعْنَى الْاَوَّلَ وَحْدَهُ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کھجور کے درخت خرید کیے ان کی تائید کرنے کے بعد تو ان کے پھل بائع کے لیے؛ مگر یہ کہ خریدنے والا (ان پیدا ہونے والے) پھلوں کی (بھی) شرط لگادے، اور اگر کسی شخص نے غلام خرید کیا اور اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ بائع کے لیے ہے؛ مگر خریدار شرط لگائے (تو پھر خریدار کے لیے ہوگا)۔ (مسلمؒ اور امام بخاریؒ نے فقط اول کے ہم معنی روایت نقل کی ہے)۔

کلماتِ حدیث کی تشریح جوشئی فروخت کردہ اشیاء کے ساتھ مستقلاً جزء کی حیثیت پر نہ ہو وہ خارج از عقد رہے گی مگر جب کہ بصراحت اس کو بھی شاملِ عقد کردیا جائے۔

﴿حدیث نمبر۲۷۵۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ اَعْيَىٰ فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْراً لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ: فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ اِلَى اَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ اَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ: اِقْضِهِ وَزِدْهُ فَاَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيْرَاطاً.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو کہ تھک (کر سست رفتار ہو) چکا تھا، سو نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گذرے (اور دیکھا کہ اونٹ تھک چکا ہے) تو آپ ﷺ نے اس اونٹ کو مارا۔ تو پھر وہ اس طرح (تیز رفتار) چلنے لگا کہ دوسرا اونٹ اس کے مانند نہیں چلتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس (تیز رفتاری) کے بعد فرمایا: تم اس کو ایک اوقیہ چاندی کے عوض مجھ کو فروخت کر دو۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو وہ اونٹ فروخت کردیا اور اپنے گھر پہونچنے تک اس پر سوار ہونے کو مستثنیٰ کرلیا؛ چنانچہ جس وقت میں مدینہ آگیا تو میں آپ ﷺ کے پاس اونٹ لے کر حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے مجھ کو اس کی قیمت عنایت فرمائی، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو اس کی قیمت عنایت کی اور وہ اونٹ (بھی) مجھ کو واپس لوٹا دیا۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا اس کو قیمت ادا کردو اور کچھ زائد دے دو؛ چنانچہ حضرتِ بلالؓ نے وہ قیمت دی اور ایک قیراط مزید دیا۔

﴿عقدبیع کے ساتھ شرط کاھونا﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۵۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ: اِنِّيْ كَاتَبْتُ عَلَى تِسْعِ اَوَاقٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ وُقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِيْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عُدَّةً وَاحِدَةً وَاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُوْنُ وَلَاءُكِ لِيْ فَذَهَبَتْ اِلَى اَهْلِهَا فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا

بَعْدُ فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطاً لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت بریرہؓ حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے (اپنے مالک سے) نو اوقیہ چاندی (جو کہ) ہر سال میں ایک اوقیہ ادا کرنے کی شرط کے ساتھ میں نے عقدِ کتابت کیا ہے، لہٰذا تم میری اعانت کرو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اگر تمہارے مالک کو پسند ہو تو میں ایک ہی وقت میں تمام مالِ کتابت شمار (یعنی ادا) کردوں گی اور تجھ کو آزاد کردوں گی، (اگر ان کی رف بندی ہوگی تو) میں کرلوں گی اور ولاء میرے لیے ہوگی۔ چنانچہ حضرت بریرہؓ اپنے مالک کے پاس گئیں (اور انہوں نے تمام صورتِ حال بیان کی جس کو) انہوں نے انکار کر دیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ ولاء ان (فروخت کرنے والے مالکوں) کے لیے ہوگی۔ (جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس کو خریدلو اور اس کو آزاد کردو۔ اور پھر آپ ﷺ لوگوں کے درمیان (برائے خطبہ) قیام فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: امابعد! لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ ایسی شرائط قائم کرتے ہیں جن کی (اباحت واجازت) کتاب اللہ میں نہیں ہے، جو ایسی شرط ہو کہ کتاب اللہ میں نہ پائی جائے تو وہ باطل ہے اگرچہ ایک سو شرائط ہوں۔ (تب بھی وہ معتبر نہ ہوں گی) چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ زیادہ لائق ہے اور اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ مستحکم ہے اور ولاء اس شخص کا حق ہے جس نے آزاد کیا ہو۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

﴿حدیث نمبر ۲۷۵۸﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے ولاء کی بیع کرنے اور اس کا ہبہ کرنے سے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

الفصل الثانی

﴿حدیث نمبر ۲۷۵۹﴾ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ قَالَ: اَبْتَعْتُ غُلَاماً فَاسْتَغْلَلْتُهٗ ثُمَّ ظَهَرْتُ مِنْهُ عَلٰى عَيْبٍ فَخَاصَمْتُ فِيْهِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فَقَضٰى لِيْ بِرَدِّهٖ وَقَضٰى عَلَيَّ بِرَدِّ غَلَّتِهٖ فَاَتَيْتُ عُرْوَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَرُوْحُ اِلَيْهِ الْعَشِيَّةَ فَاُخْبِرُهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ مِثْلِ هٰذَا اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ فَرَاحَ اِلَيْهِ عُرْوَةُ فَقَضٰى لِيْ اَنْ اٰخُذَ الْخَرَاجَ مِنَ الَّذِيْ قَضٰى بِهٖ عَلَيَّ لَهٗ. رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ ومطلب: حضرت مخلد بن خفاف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خرید کیا اور پھر میں نے اس کو اجرت (ومزدوری) پر چھوڑ دیا، اس کے بعد اس غلام میں عیب پر اطلاع پائی اور اس معاملہ کو پیش کیا میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ، تو انہوں نے میرے حق میں فیصلہ کردیا اس کو واپس لوٹانے کا اور مجھ پر اس کی آمدنی کے واپس کرنے کا (بھی) فیصلہ کردیا۔ پھر میں حضرت عروہ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان کو اس (معاملہ) کی خبر دی، تو حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ میں شام کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس جاؤں گا اور ان کو خبر دوں گا کہ بیشک حضرت عائشہؓ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے قصہ میں فیصلہ (یہ) دیا تھا کہ یقیناً خراج (منفعت) کے بدلہ اور ضمان میں ہے: چنانچہ حضرت عروہ ان کے پاس تشریف لے گئے (اور انہوں نے یہ حدیث بیان کردی) لہٰذا انہوں نے میرے لیے فیصلہ کیا کہ میں اس شخص سے (غلام کی دی ہوئی) آمد اس سے واپس لوں جس کو دیئے جانے کا مجھ پر (اولاً

فیصلہ میں) حکم دیا تھا۔ (شرح سنہ)

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ قَالَ الْبَيِّعَانِ إِذَا اخْتَلَفَا وَالْمَبِيْعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهٖ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ.

ترجمه ومطلب: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بائع اور مشتری دونوں میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور خریدار کو اختیار (خواہ وہ عقد بمطابق قولِ بائع قائم رکھے یا فسخ کردے) ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ۔ اور دارمیؒ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بائع اور مشتری دونوں اختلاف کریں اور فروخت شدہ مال اسی حالت پر موجود ہو اور ان دونوں کے درمیان شہادت نہ ہو تو پھر قول وہ معتبر ہوگا جو بائع نے بیان کیا، یا دونوں بیع کو واپس کرلیں؛ یعنی فسخ کردیں۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۱﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَقَالَ مُسْلِماً اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ شُرَيْحٍ الشَّامِيِّ مُرْسَلاً.

ترجمه ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بحالتِ اسلام (عقدِ بیع کا) اقالہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کے گناہوں سے اقالہ فرمادیں گے۔ (ابوداوٗدؒ، ابن ماجہؒ، اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ میں بروایتِ شریح شامیؒ مرسلاً مروی ہے)۔

الفصل الثالث

﴿حدیث نمبر ۲۷۶۲﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِشْتَرٰى رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَقَاراً مِنْ رَجُلٍ فَوَجَدَ الَّذِيْ اِشْتَرَى الْعَقَارَ فِيْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهٗ: الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ عَنِّيْ اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ الْعَقَارَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ فَقَالَ بَائِعُ الْاَرْضِ: اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِيْ تَحَاكَمَا اِلَيْهِ: اَلَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَ اَحَدُهُمَا: لِيْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِيْ جَارِيَةٌ فَقَالَ: اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت ابو ہریرہ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں سے قبل (گذشتہ امت میں سے) ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی، پس زمین کے خریدار کو اس زمین میں سے ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا، تو خریدار نے اس فروخت کنندہ سے کہا تم مجھ سے اپنا سونا لے لو؛ کیونکہ میں نے تو محض زمین خریدی تھی اور تم سے سونا نہیں خرید کیا تھا، زمین کے فروخت کنندہ نے کہا: میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ ہے اس کو (بھی) فروخت کردیا ہے (لہٰذا میں نہ لوں گا وہ تو تمہارا ہی حق ہے) پس یہ دونوں (خریدار اور فروخت کنندہ) ایک شخص کے پاس برائے فیصلہ گئے، جس شخص کے پاس برائے فیصلہ پہونچے تھے اس نے دریافت کیا، کیا تم دونوں کے اولاد ہے؟ تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: میرے لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے، اس (ثالث) نے یہ بات کہی کہ تم دونوں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کردو اور وہ سونا ان دونوں پر صرف کردو اور (جو مزید بچ رہے تو) اس کو صدقہ کردو۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆

باب السلم والرھن

الفصل الاول

﴿عقدِ سَلَمْ﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۶۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہﷺ مدینہ تشریف لائے اور مدینہ کے باشندے پھلوں میں ایک سال اور دو سال اور تین سال تک کے لیے عقدِ سلم کیا کرتے تھے تو آپﷺ نے (ان لوگوں سے) فرمایا: اگر کوئی شخص کسی چیز میں عقدِ سلم کرے تو کیلِ معلوم اور وزنِ معلوم میں عقدِ سلم مدت معلوم تک کرے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

عقدِ سَلَمْ: یہ بھی ایک شرعی بیع (عقد) ہے اور لفظِ سَلَم (اسم ہے جو) اَلتَّسْلِيْم سے ماخوذ ہے اور بیع (عقد) سَلَم کی صورت یہ ہے کہ بائع ایک ایسی شئی کو فروخت کرتا ہے جو فی الوقت خریدار کو دے گا اور اُس کی قیمت (ثمن) مجلسِ عقد میں ہی نقداً وصول کرے گا۔ انسانی ضروریات کے پیشِ نظر شریعت نے اس عقد کو (خلافِ قیاس) مباح کیا ہے، بسا اوقات ایک شخص کے پاس نقد رقم نہیں ہے اور وہ سود وغیرہ سے بھی بچاؤ کرتا ہے لہٰذا بصورتِ عقدِ سلم نقد رقم (ثمن کی شکل میں) حاصل کرے گا اور تجارتی ضرورت کو شریعت کے رعایت کرے گا۔

سَلَم: کو سَلَف سے بھی موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

شرائط لازم: حدیث مذکورہ میں اس کے لیے یہ لازمی شرط بیان فرمائی ہے کہ کیل (مقدار) معلوم ہونا اور وقتِ مقررہ ہونا اجل یعنی وقتِ معلوم اور مقررہ، ان کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں جن کی تفصیل ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

رہن اور اس کا حکم

رھن: کے لغۃً معنی الحبسُ، روکنا، مقید کرنا، وہ شئی جو (قرض) میں وَثِيْقَه کے طور پر محبوس ہو؛ تاکہ دین وصول نہ ہونے کی صورت میں (بطور وکالۃ واجازت) اُس مالِ مرہونہ کے ذریعہ قرض وصول ہو۔ "جَعْلَ الشئی مَحْبُوْساً بِحَقٍّ یمکنُ استیفاءُ ہ مِنْهُ کالدیون" اور یہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ اور آپؐ نے عملاً بھی اس کی تعلیم فرمائی جیسا کہ روایات میں مذکور ہے، وقال تعالیٰ: " فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ "۔ جس کے پاس رہن ہوگا وہ راہن اور وہ امین بھی ہے لہٰذا تصرف کرنا جائز نہیں حتی کہ اجازت کے بعد بھی اس لیے کہ وہ سود کے حکم میں ہوگا۔

﴿حدیث نمبر۲۷۶۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَاماً مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعاً لَهُ مِنْ حَدِيْدٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه ومطلب: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ایک وقت مقررہ تک کے لیے خریدا اور آپ نے اس یہودی کے پاس اپنے لوہے کی ذرع بطور رہن رکھی۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۶۵﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمه ومطلب: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے وفات پائی اس حالت میں کہ آپﷺ کی درع ایک یہودی

کے پاس تیس صاع جَو کی وجہ سے رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاریؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۶۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْناً وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْناً وَعَلَى الَّذِیْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ترجمه و مطلب: حضرت ابو ہریرہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سواری والے جانور پر خرچ کرنے کی وجہ سے سواری کی جا سکتی ہے جب کہ وہ سواری رہن رکھی گئی ہو، اور تھنوں کا دودھ پیا جا سکتا ہے اس پر خرچ کرنے کی وجہ سے جب کہ وہ جانور رہن رکھا ہوا ہو۔ اور سوار ہونے والے اور دودھ پینے والے پر نفقہ واجب ہے۔ (بخاریؒ)

الفصل الثانی

﴿حدیث نمبر۲۷۶۷﴾ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ الرَّهْنَ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِیْ رَهَنَهٗ لَهٗ غُنْمُهٗ وَعَلَيْهِ غُرْمُهٗ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ مُرْسَلاً وَرُوِیَ مِثْلُهٗ اَوْ مِثْلُ مَعْنَاهُ لَا يُخَالِفُهٗ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مُتَّصِلاً.

ترجمه و مطلب: حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رہن رکھ دینا رہن کو اس کے اس مالک سے منع نہیں کرتا جس نے اس رہن کو دین رکھا ہے، اس مرہون کی زیادتی (یعنی نفع) راہن کے لیے ہے اور اس کا نقصان (بھی) اسی پر ہے۔ (امام شافعیؒ نے مرسلا نقل فرمایا)۔ اور اسی کے مثل یا اس کے معنی کے مطابق جو کہ اس کے خلاف نہیں بروایتِ ابی ہریرہؓ متصلا مروی ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ شریعت کے احکامات اور حقوق میں مثلاً زکوٰۃ، صدقات و کفارات وغیرہ میں ''مکیالِ شرعی'' وہ معتبر ہوگا جو آپؐ کے مبارک عہد میں مدینہ منورہ میں رائج ہے اور اُس کی جو مقدار (معلوم) ہے اُس کے حساب سے نفاذ ہوگا۔ اور میزان (جن موازین) کے ساتھ اہلِ مکّہ کے درمیان اُس وقت رائج ہے اُنہیں اوزان کا اعتبار رہے گا۔

﴿مکیال اور میزان کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۶۸﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَالَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمِيْزَانُ مِيْزَانُ اَهْلِ مَكَّةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ.

ترجمه و مطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مکیال (تو معتبر ہے) اہلِ مدینہ کا اور میزان (معتبر ہے) اہلِ مکہ کا۔ (ابوداؤدؒ)

﴿حدیث نمبر۲۷۶۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَةُ قَبْلَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ.

ترجمه و مطلب: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیل اور میزان والوں سے ارشاد فرمایا: بیشک تم لوگ ایسے دو امور پر ولی (ذمہ دار) بنائے گئے ہو کہ تم سے قبل کی گذشتہ امتیں ہلاک ہوگئی ہیں۔ (ترمذیؒ)

الفصل الثالث

﴿حدیث نمبر۲۷۷۰﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَسْلَفَ فِیْ

شَیْءٍ فَلَا یَصْرِفُهُ اِلٰی غَیْرِهٖ قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو سعید خدریؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی چیز میں عقدِ سلم کیا ہے تو اس کو کسی دوسرے شخص کی جانب منتقل نہ کرے اس پر قبضہ سے قبل۔ (ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ عقدِ سلم (سلف) کی تکمیل ہی کے بعد مشتری کوئی تصرف کرسکتا ہے اور تکمیل قبضہ ہونے کی صورت میں ہوگا۔ اور یہ تصرف کسی بھی صورت میں ہو؛ مثلاً ھبہ کرنا، صدقہ کرنا، فروخت کرنا غیرہ۔ (از حاشیہ)

باب الاحتکار

﴿احتکار اور اس کا حکم﴾

احتکار جو حکر سے ماخوذ ہے، لغت میں اس کے معنی احتباسُ شیءٍ، کسی شی ء کا روکنا اور جمع کرنا اور شرعاً- هو حبس الطعام حین احتیاج الناس به حتّٰی یغلو، یعنی ذخیرہ اندوزی (اشیاء کو اسٹاک) کرنا اُس وقت تک انتظار کرتے ہوئے کہ بازار میں اس کی قیمت زائد ہو جب کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔

اور اکثر وبیشتر یہ احتکار خورد ونوش کی اشیاء میں ہوا کرتا ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اسی وجہ سے احتکار جو ناجائز ہے وہ غذائی اجناس میں ہی ہے اگر چہ وہ حیوانات ہی کے لیے ہو۔

اقوالِ فقہاء: (الف) امام اعظمؒ وامام شافعیؒ اور امام احمدؒ نیز جماہیر اہلِ علم کے نزدیک یہ مخصوص ہے اشیاءِ خوردنی میں (خاص کر اُن ایّام میں جب کہ عوام کو ضرورت ہو)۔

(ب) اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ حکم ان جملہ اشیاء کے لیے ہے جس شئی کی بھی لوگوں کو ضرورت ہو۔

(ج) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جن اشیاء کو روکنے پر عام انسانوں کو ضرر اور نقصان ہو وہ اشیاء احتکار کے حکم میں داخل ہیں اگر چہ سونا، چاندی اور پاکیزہ استعمال والی اشیاء سب داخل ہوں گی؛ لیکن کپڑے میں مباح ہے عندمحمد کذافی الهدایه۔

ضروری وضاحت: اگر کاشتکار اپنی زمین کی پیداوار کی اشیاء کو فروخت نہ کریں اور ان کو حبس کریں تو ان کے لیے یہ جائز ہے، اور علامہ نوویؒ نے ایک وضاحت یہ کی ہے کہ اگر چہ وہ اشیاء دوسرے علاقے سے خرید کی ہوں اور کم قیمت والے وقت میں خرید کی ہوں اور آئندہ فروخت کرنا ہے تو یہ بھی مباح ہے۔ (از تعلیق: ج۳/ص ۳۳۸)

الفصل الاوّل

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۱﴾ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عُمَرَ "كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ فِيْ بَابِ الْفَيْءِ" اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: حضرت معمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے احتکار کیا اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس حدیث میں علی الاطلاق ہے کسی خاص شی ء کے ساتھ تخصیص نہیں ہے، اور یہ حدیث استدلال ہے قولِ ثانی اور قولِ ثالث کے لیے۔

وسنذکر حدیث عمرؓ تا انشاء اللّٰہ تعالیٰ

الفصل الثالث

﴿ذخیرہ اندوزی کا نقصان﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۷۴﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِي كِتَابِهٖ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جس شخص نے مسلمانوں پران کے غلہ کا احتکار کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جذام (کی بیماری) اور افلاس نازل کردیں گے۔(ابن ماجہ، بیہقی، رزینؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس حدیث میں احتکار کو مخصوص فرمایا ہے "طعام" کے ساتھ، یہ حدیث (اور اس جیسی تخصیص کے ساتھ والی احادیث) جماہیر علماء اور حضراتِ ائمہ ثلاث کی دلیل ہے؛ لہٰذا جس روایت میں طعام کی قید مذکور نہیں ہے اس کو بھی دوسری روایات کی وجہ سے مقید کیا جائے گا۔

وعید شدید: احتکار کرنے والوں پر یہ سخت ترین مرض جذام مسلط ہوگا اور چوں کہ ان کے اموال اور ایسی حرام تجارت میں خیر و برکت نہ ہوگی تو "افلاس" بھی مسلط ہوگا۔ غرضیکہ یعنی اُس پر بدنی اور مالی مصائب کے ساتھ ابتلاء ہوگا۔ فساد اور زوال آئے گا جو درحقیقت "خدائی مار" اور لعنتِ خداوندی ہے۔(ماخوذ)

خلاصۂ کلام: انسان جب کسی بڑے مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو (خاص کر بڑے مالدار) علاج پر کثیر مال خرچ کرتے ہیں اور یہ بھی ان کے افلاس کا سبب ہوتا ہے اور مذکورہ مرض کی وجہ سے لوگ نفرت کرتے ہوئے ایسے مریض سے دور رہتے ہیں۔

﴿کیا احتکار کے لیے کوئی مدت ہے؟﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۷۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے چالیس روز تک بھاؤ کے بڑھ جانے کے خیال سے غلہ کا احتکار کیا تو وہ اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) سے بری ہوگیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوگئے۔(رزین)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں احتکار کی ایک مدت؛ یعنی چالیس یوم کو بیان فرمایا ہے، یہ مدت امر اتفاقی بھی ہوسکتی ہے اور یا کم از کم مدت بیان کرنا مقصود ہو، نیز اس نے احتکار کو اپنا پیشہ بنالیا ہے اور محض اپنے ذاتی نفع کی خاطر عوام کو نقصان و ضرر پہونچاتا ہے۔

بعض حضرات نے مدت کا اعتبار کیا ہے یعنی چالیس یوم اور بعض حضرات نے از روئے قانون حکومت، اور زائد والی صورت میں وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اور گناہ ہونے کے لیے کسی مدت کی تخصیص نہیں ہے۔

الغلاء: قیمت کا گراں ہونا۔ من الله الخ: ہر مومن کا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے کہ وہ اوامر الٰہی اور نواہی کی تعمیل کرے گا، اور احتکار کرنے والے نے اس عہد کو توڑ دیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے تو اب اللہ تعالیٰ کی حفاظت بھی ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی قائم فرمودہ حدود کو توڑ دینا، تجاوز کرنا بڑا گناہ اور ظلم ہے، قال الله تعالیٰ "مَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ" وقال تعالیٰ "أَوْفُوْا بِعَهْدِيْ أُوْفِ بِعَهْدِكُمْ"

خلاصۂ کلام: اس روایت میں عمل احتکار پر "تشدید عظیم و تهدید جسیم فی الاحتکار" ہے (ازتعلیق)

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۶﴾ وَعَنْ مَعَاذٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ.

ترجمہ: حضرت معاذؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمار ہے تھے احتکار کرنے والا بندہ بہت (ہی) برا ہے (جس کی خصلت بد یہ ہوتی ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ بھاؤ ارزاں کر دیں تو رنجیدہ ہوتا ہے اور اگر بھاؤ تیز کر دیں گے تو خوش ہوتا ہے۔ (بیہقی، رزینؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں احتکار کنندہ کی بدترین خصلت کو بیان فرمایا ہے کہ جب بازار میں اشیاء کی قیمت کم ہو جاتی ہے تو اس پر گرانی ہوتی ہے اور وہ رنجیدہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ اپنے تصور کے مطابق نفع حاصل نہ ہوگا؛ اور جب بازار میں گرانی ہوتی ہے تو بہت خوش ہوتا ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۷﴾ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كَفَّارَةٌ رَوَاهُ رَزِيْنٌ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے چالیس روز تک احتکار کیا اور پھر اس کا صدقہ کر دیا تو اس شخص (کے گناہِ احتکار) کے لیے کفارہ نہ ہوگا۔ (رزینؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اللہ تعالیٰ کو اس کا (اب) صدقہ کرنا بھی پسند نہیں ہے اور احتکار پر جو گناہ ہو چکا ہے صدقہ کرنے سے بھی اس گناہ کا کفارہ نہ ہوگا۔ دراصل یہ شدید وعید اور تنبیہ ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ احتکار نہایت مذموم عمل ہے عند اللہ۔ (اسعدی)

باب الافلاس والانظار

الافلاسُ بابِ افعال سے ہے، اور مادہ فلس بمعنی پیسہ اور اس کی جمع فلوس ہے اور بابِ افعال کا یہ ہمزہ (الف) برائے سلب ہے؛ لہٰذا افلس وہ شخص جس کے پاس پیسہ (مال و دولت) نہ ہو اور مفلس ہو جائے؛ لیکن شرعاً مفلس ہونے کا اطلاق اس پر ہوگا کہ قاضی نے اس کو مفلس قرار دے دیا ہو، ایک شخص بہت مقروض ہو گیا اور فی الحال قرضہ کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس مال و متاع نہیں ہے، سب کچھ ختم ہو گیا اور قاضی نے بھی (حالات کی تفتیش اور تحقیق کرنے کے بعد) اس کے حق میں تصدیق کر دی کہ وہ مفلس ہے فی الوقت قرضہ ادا کرنے کی حالت میں نہیں ہے؛ لہٰذا جب تک حالت درست نہ ہوگی اس وقت تک قرض خواہ مطالبہ نہیں کریں گے اور اس کو مہلت دیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ" (بقرۃ: ص/ ۲۸۰)

الانظارُ جو نظر سے ماخوذ ہے بمعنی تاخیر کرنا مہلت دینا، اور مہلت کی دو صورتیں ہوں گی، از خود صاحب حق یسر تک مہلت دے اور یا یہ کہ قاضی کے حکم پر مہلت دی جائے گی؛ اس لیے کہ وہ مفلس قرار دیا گیا ہے۔

الفصل الاول

﴿جو شخص مفلس قرار دیا گیا؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۸﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَفْلَسَ فَاَدْرَكَ رَجُلٌ مَا لَهٗ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مفلس ہو جائے اور ایک شخص (قرض خواہ) اپنے مال کو بعینہٖ (اس شخص مفلس مقروض کے پاس) موجود پائے تو یہ شخص اس کا زیادہ حقدار ہے دوسرے سے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصود بیان یہ ہے کہ جب ایک شخص مفلس ہو چکا ہے اور اس کے پاس کچھ مال اور متاع ہے جو قرض کی بقدر نہیں ہے اس وقت وہ مال تمام قرض خواہوں میں ان کے حصوں کی بقدر دے دیا جائے گا، اور باقی کے لیے مہلت دی جائے گی کمامرّ۔

اور اگر اس کے پاس ایک شخص کی کوئی شی ر بعینہٖ موجود ہے تو اس صورتِ حال میں کیا حکم ہے؟ اس روایت میں یہ ارشاد ہے کہ وہ مالک (ہی) اس شی ر کا زیادہ مستحق ہوگا، اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضراتِ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ہر حالت میں وہی مالک ہوگا اس کو حق ہوگا، دیگر قرض خواہ اس میں شریک نہ ہوں گے اور ان حضرات کا استدلال اسی حدیث نمبر (۲۷۷۸) سے ہے۔

فائدہ: وہ شی ر خرید کردہ ہو، امانت ہو، غصب کردہ ہو، کسی بھی صورت پر آئی ہوئی ہو، سب کا حکم یہی ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر غصب، امانت، عاریت کی صورت میں اس کے پاس آئی ہوئی تھی تب وہ حقدار رہے گا، نیز اگر خرید کردہ تھی؛ لیکن اس کا اس پر قبضہ نہ ہوا تھا تب بھی وہی حقدار ہو جائے گا، دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہ ہوں گے، البتہ اگر ادھار خرید کردہ تھی قبضہ بھی ہو چکا تھا اور وہ اسی حالت پر فی الوقت بھی موجود ہے تو اس صورت میں وہ اکیلا حقدار نہ ہوگا؛ بلکہ دیگر تمام شرکاء بھی اس میں شریک ہوں گے اور بقدر حصص حصہ ملے گا؛ اس لیے کہ مفلس شخص اُس شی ر کا مالک ہے اور فروخت کنندہ کی ملکیت سے وہ قبضہ ہو جانے پر خارج ہو چکی تھی اور اس پر اس کی قیمت (ثمن) دین، (قرض) ہے تو اب دیگر قرض خواہ کی طرح یہ بھی ہوگا، احناف کا استدلال حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے آثار سے ہے "ھو فیھا اسوۃ للغرماءِ اذا وجدھا بعینہٖ"

اور مذکورہ حدیثِ ابی ہریرہؓ کا امر مخصوص ہے؛ یعنی غصب، امانت اور عاریت وغیرہ کیساتھ جس میں اس کی ملکیت ثابت شدہ نہ ہو۔

الجواب: اور "مالہٗ بعینہٖ" فی الواقع اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ملکیت اس کی نہ ہو، اور اس پر تمام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ مشتری بعد القبض خرید کردہ شی ر مبیع کا مالک ہوتا ہے اور بائع کی ملکیت سے وہ خارج ہے تو پھر اس کا وہ مال کہاں ہوگا "والمبیعُ لیس ھو عین مَالَہٗ وانما ھو عین مال قد کان لہٗ"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث مذکورہ میں اضافت برائے مِلک ہے اور یہ ملک اضافتِ حقیقی ہے (مالہ) اور شرعاً جب ملکیت تبدیل ہوگئی تو اب شرعاً وحکماً تبدیلِ عین بھی ہو جاتا ہے؛ لہٰذا مبیع کی صورت میں وہ بعینہٖ بائع کی ملک نہ رہے گی؛ بلکہ وہ تو مشتری کی ملک ہے اور وہ اس کا مالک ہے لہٰذا وہ اس کا حقدار نہ ہوگا۔ (از تعلیق وغیرہ مع الشرح، اسعدی)

ضروری وضاحت: حضرت العلامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ (اگر اس کو بیع کی صورت پر محمول کیا جائے تو) از روئے دیانت اور مروت کا مقتضی یہ ہے کہ وہ مال جب بعینہٖ ہے تو اسی کو دے دیا جائے۔ (ماخوذ از ایضاح)

﴿مفلس کی رعایت کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۷۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: اُصِیْبَ رَجُلٌ فِیْ عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ اِبْتَاعَھَا فَکَثُرَ دَیْنُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَیْہِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْہِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِکَ وَفَاءَ دَیْنِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِغُرَمَائِہٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ نے بیان فرمایا نبی اکرم ﷺ کے عہد میں ایک شخص کو خرید کردہ پھلوں میں نقصان اٹھانا پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ زیادہ مقروض ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر صدقہ کرو؛ چنانچہ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، (صدقہ کی آمد) اس کے قرضہ کے پورا ہونے کی مقدار مکمل نہیں ہوئی؛ لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جس قدر موجود ہے اس کو تو وصول کرلو اور اس کے علاوہ کچھ بھی تمہارے لیے نہیں (یعنی باقی معاف کردو)۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

أصیبَ: آفتِ آسمانی (آفتِ ناگہانی) لاحق آگئی؛ یعنی باغ کے پھل کی خریداری کی ہوئی تھی کہ درختوں پر سے "توڑا" لگانے سے پہلے ہی وہ پھل ہلاک ہو گئے جس کی وجہ سے وہ خریدار مقروض ہو گیا، آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ فلم یبلغ: جس قدر قرضہ ہوا تھا، وہ اس کی بقدر نہ ہو سکا۔ غرمائہ: غریمٌ کی جمع، قرض خواہ۔ خذوا الخ: یعنی جس قدر (فی الوقت) جمع ہو چکا ہے تم اس کو وصول کرلو، ولیس لکم الخ، چوں کہ یہ شخص مفلس ہو چکا ہے؛ اس لیے فی الحال جب تک اس کی یہ حالت ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو سکے گا بلا مہلت۔

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جبراً بلا رضامندی صاحبِ حق کے کسی کا حق باطل قرار نہیں دے سکتے؛ چنانچہ دوسرے واقعات سے یہ امر ثابت ہے کہ صاحبِ حق نے آپ ﷺ کی سفارش پر بھی اپنے حق کو جب ساقط نہیں کیا تھا تو آپ ﷺ نے ان پر جبر نہیں کیا تھا جیسا کہ حضرت جابرؓ (کے والد کے) قصہ میں ہوا ہے۔

﴿معاف کرنے کا بڑا اجر ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِراً تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ: فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا اور وہ اپنے غلام سے یہ کہتا تھا کہ جب کہ تم کسی تنگدست کے پاس (وصولِ قرض کے لیے) پہنچو تو اس سے درگزر کرو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے (بھی) درگزر فرمادیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس نے ملاقات کی؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

یدایِنُ الناس، یعنی لوگوں کو قرض دینا، لین، دین کرنا۔ فتاہٗ، دوسری روایت میں صراحت ہے، غلامہ، یعنی اسنے اپنے غلام کو (جو وصول کرنے، حساب رکھنے پر مامور ہوگا) یہ ہدایت دی ہوئی تھی۔

معسراً: تنگ دست، غریب، نادار۔ تجاوز: درگزر کرنا تمام قرضہ یا بعض حصہ۔ لعل اللہ، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے (بھی) درگزر کا معاملہ فرمائیں، ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی، درگزر (ہی) کا معاملہ فرمایا۔ اس میں درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو (یہ بات) پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مشکلات سے نجات دے تو اس کو چاہیے کہ وہ تنگدست کو راحت دے، (یعنی سہولت دے) یا اس کے ذمہ سے کم کردے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

من سرّہٗ، جس شخص کو پسند ہو، یہ آپ ﷺ نے بصورتِ ترغیب متوجہ فرمایا ہے، کُرَب، کربۃ کی جمع، شدائد۔ فلیُنفّس، امر ہے یعنی مطالبہ کو مؤخر کرنا، معاف کرنا، یضع، کم کرنا، بعض حق کو ساقط کردینا

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۲﴾ وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِراً اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ نے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جس شخص نے تنگدست کو مہلت دی یا اس سے کمی کردی تو اللہ تعالیٰ اس کو بروز قیامت نجات دیں گے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح انظر، مہلت دینا، تاخیر کرنا۔

﴿مقروض کو مہلت دینا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۳﴾ عَنْ اَبِی الْيَسَرِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِراً اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابویسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جس شخص نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اس سے کم کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کو (بروزِ قیامت) اپنے (عرش کے) سایہ میں سایہ عطا کریں گے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اظلہ، یعنی اس کو روز قیامت کی گرمی سے محفوظیت عطا فرمادیں گے جس کی (ایک) صورت یہ ہوسکتی ہے کہ عرش کا سایہ عطا فرمادیں گے۔

فائدہ: دوسری احادیث میں اس کے اور بھی فضائل بیان ہوئے ہیں جس قدر مہلت دی جائے گی وہ صدقہ کے حکم میں ہوگا گویا کہ ہرروز اس قدر صدقہ کیا جارہا ہے اور اس پر ثواب حاصل ہورہا ہے دراصل یہ مسلمان بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک پر اجر وثواب ہے البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ اخلاصِ نیت کے ساتھ اور حصولِ ثواب کی نیت کے ساتھ یہ معاملہ ہونا ضروری ہے۔ (اسعدی)

﴿قرض کی ادائیگی بحسن و خوبی ہو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْراً فَجَاءَتْهُ اِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ: فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلاً خِيَارًا رَبَاعِياً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَاءً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض لیا، پھر آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ آگئے، پس آپ ﷺ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس شخص کو جوان اونٹ دے دوں، میں نے عرض کیا میں پاتا نہیں ہوں مگر اس سے بہتر چارسالہ اونٹ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہی اس کو دے دو؛ کیوں کہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ (مسلمؒ)

جَمَلاً رَبَاعِياً یعنی وہ اونٹ جس کے رباگی دانت ظاہر ہو چکے ہوں اور وہ ساتویں سال میں داخل ہو جائے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح یہ حسنِ اخلاق ہے کہ ادائیگی میں احسن صورت اختیار کی جائے اور حسنِ ادائیگی کی ایک صورت یہ ہے کہ قدرے زائد (بھی) دیا جائے۔ صاحبِ حق نے جب آپ کے ساتھ بھلائی، احسان اور سہولت کا معاملہ کیا ہے تو لازم ہے کہ بوقتِ ادائیگی حسنِ اخلاق ہی کے ساتھ ہولڑائی نہ ہو۔

سوال: کیا حیوان کا قرض درست ہے؟

جواب: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ مباح ہے؛ چنانچہ جماہیر علما کے نزدیک یہ مباح ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے مشکوٰۃ ص ۲۴۵: پر روایت گذر چکی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "نَهٰى عن بَيْعِ الحيوان بالحيوان نَسِيْئَةً الخ" یہ روایت شیخ

کے لیے واضح دلیل ہے لہٰذا یہ واقعہ قبل از نہی کا ہے۔

فائدہ: اگر بلا شرط زائد دیا جائے مباح ہے جب کہ صاحبِ حق کو یہ کلیۃً گمان نہ ہو کہ زائد ملے گا، وہ اس سے بالکلیہ خالی الذہن ہو۔

﴿تقاضا کرتے ہوئے سخت گفتگو کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْراً فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَآءً. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ پر (قرضہ کا) تقاضہ کیا اور آپ ﷺ کو سخت ترین بات کہی، تو آپ ﷺ کے اصحابؓ نے ارادہ کیا (جواب دینے یا سزا دینے کا) آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اسکو چھوڑ دو! کیوں کہ حقدار کے لیے بات کہنے کا حق ہے اور تم اس کے لیے ایک اونٹ خرید لو اور وہ اس کو دے دو! اصحابؓ نے عرض کیا کہ ہم نہیں پاتے مگر اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا، آپ ﷺ نے فرمایا اسی کو خرید لو اور وہی اس کو دے دو؛ کیوں کہ تم لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو تم میں بہتر ہو ادا کرنے میں۔

کلماتِ حدیث کی تشریح تقاضیٰ: مطالبہ کیا، اغلظ: اور شدت اختیار کی، سخت کلامی کی، ھمّ: سزا دینے کا قصد کیا؛ یعنی حضراتِ صحابہؓ نے، مقالاً: کچھ کہنے کا حق دیا ہے، یعنی زبانی تقاضا کرتے ہوئے وہ قدرے سخت کلام کر سکتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے اس امر کو بھی بیان فرما دیا ہے کہ اگر صاحبِ حق کو شکایت ہو رہی ہے تو وہ اس پر کچھ اظہار ناراضگی کر سکتا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر، یہودی (اور یا) منافق ہو سکتا ہے۔

فائدہ: بہر حال دوسری روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اہلِ اسلام کو ہدایت فرمائی ہے کہ تقاضہ کرنے میں بھی احسن طریقہ اختیار کیا جائے۔

﴿قرضہ میں بلاوجہ تاخیر کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۶﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اگر کوئی غنی کے حوالہ کیا جائے تو اس (حوالہ) کو قبول کر لیا جائے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح (الف) مطلٌ، ادائیگی حق میں تاخیر کرنا، ٹال مٹول کرنا۔ الغنیُّ، مالدار ہونا، ادائیگی حق پر قدرت ہونا، موجود ہونا مال کا. ظلم، ناحق کردنی اور ہر ظلم حرام ہے؛ لہٰذا ہوتے ہوئے ادائیگی میں (بلا عذر) تاخیر کرنا حرام ہے البتہ اگر وہ مالدار ہے؛ لیکن فی الوقت ادائیگی پر قدرت نہ ہو وہ اس میں داخل نہیں ہے، بہر حال اگر وہ بلاوجہ ٹال مٹول کرتا ہے تو اب وہ نرمی کا مستحق نہیں؛ بلکہ اُس کے ساتھ سخت گیری کرنا بھی مباح ہے۔

(ب) اتبعَ، بصیغہ مجہول، یعنی تابع بنایا جائے، حوالہ کیا جائے۔ ملیٌّ بمعنی غنیٌّ، عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی دوسرے شخص پر جو قرضہ ادا کرنے پر قادر ہو، وصولِ قرضہ کے لیے حوالہ کیا جائے (اور وہ دوسرا شخص اس کو منظور بھی کر لے) تو صاحبِ حق کو یہ حوالہ قبول کر لینا چاہئے۔

فائدہ: مقروض اپنی آسانی اور سہولت یا کسی مصلحت کی وجہ سے قرضہ وصول کرنے کے لیے دوسری جانب محول کر دے تو اس کو قبول کر

لینا چاہیے البتہ اس میں ضروری ہے کہ صاحبِ حق کو اس پر کلی اطمینان ہو کہ میرا حق ضائع نہ ہوگا؛ بلکہ یقین ہو کہ وصول ہو جائے گا۔

(ج) یہ امر برائے اباحت (اور مندوبا) ہے اور بعض علماءِ ظاہر نے اس کو برائے وجوب بھی کہا ہے۔

﴿سفارش کرنے پر قرضہ معاف کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۷﴾ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ تَقَاضىٰ ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْناً لَهُ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سَجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادىٰ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن ابی حدرد پر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنے قرضہ کا تقاضہ کیا مسجد کے اندر، پس دونوں کی آوازیں تیز ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو سن لیا حالانکہ آپ ﷺ اپنے مکان میں تھے تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے ان دونوں کی طرف (متوجہ ہوئے اور) اپنے حجرۂ شریف کا پردہ اٹھایا اور کعب بن مالک کو آواز دی، فرمایا: یا کعب! انہوں نے عرض کیا حاضر خدمت ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنے قرضہ کے نصف کو کم کردو، حضرت کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نصف کم کردیا، آپ ﷺ نے فرمایا: چل کھڑا ہو اور اسکو دے (بخاریؒ، مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح (الف) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر مقروض اور مدیون مسجد میں ہے تو اس پر تقاضہ کرنا اور اس سے مطالبہ کرنا درست ہے، امام بخاریؒ نے بھی اس واقعہ سے اس امر کو ثابت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔

(ب) آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تنازع کو ختم کرنے کی غرض سے یہ تجویز فرمائی کہ صاحبِ حق اپنا نصف حق ساقط کر دے، معاف کردے۔

دراصل آپ ﷺ کی یہ تجویز تھی اور سفارش تھی، حکم شرعی کے طور پر نہ تھی، صاحبِ حق نے جب اس کو منظور کرلیا تو آپ ﷺ نے دوسرے فریق سے فرمایا "قُمْ فاقضهٗ" (اب) کھڑا ہو، اور ادائیگی کر۔

فائدہ: آپ ﷺ نے مقروض صحابیؓ کے حالات اور کلام و گفتگو سے یہ اندازہ لگاتے ہوئے یہ سفارش کی ہوگی، سَجف: یعنی جو پردہ مکان کے دروازہ پر رہتا ہے بعض مرتبہ وہ دو اجزار (والا) پردہ ہوتا ہے۔

﴿مقروض کی نماز جنازہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۸﴾ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْساً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرىٰ فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئاً قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئاً قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فی الوقت ہی ایک جنازہ لایا گیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ جنازہ کی نماز پڑھا دیجئے، پس آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں! تو آپ

نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر دوسرا جنازہ لایا گیا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کوئی شئی چھوڑی ہے (جس سے کہ قرضہ ادا ہو جائے) صحابہؓ نے عرض کیا تین دینار چھوڑے ہیں، آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا تین دینار، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا کوئی شئی ترک کی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ (ہی) اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھادیں اور ان کا قرضہ میرے ذمہ ہے، پس آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح (الف) حدیثِ پاک میں تین واقعات کا تذکرہ ہے، ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے ان جنازوں کی آمد ہوئی ہو یا وقت اور ایام کے فاصلہ کے ساتھ، راویؓ نے ان کو ایک ساتھ نقل کر دیا ہے۔

(ب) مقصدِ بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اصل غرض یہ (معلوم ہوتی) ہے کہ مقروض مرنے سے قبل ادائیگی قرض کی فکر کرے اور حتی الامکان قرض ادا ہو سکے، اس لیے آپ ﷺ نماز پڑھانے سے انکار فرماتے جس سے کہ دوسرے اہلِ اسلام کے لیے یہ تنبیہ اور عبرت ہو اور کوئی اس میں بےفکری اور غفلت نہ کرے اور آپ ﷺ کا نماز جنازہ بذاتِ خود نہ پڑھانا یہ درحقیقت خاص ہے آپ ﷺ ہی کے ساتھ۔

(ج) اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ اصحاب کو متوجہ فرماتے کہ اس کے قرضہ کی ادائیگی کا فوراً انتظام کیا جائے۔

(د) اس روایت سے معلوم ہوا کہ زندہ شخص میت کے قرض کا کفیل اور ضامن ہو سکتا ہے اور میت (اب) بری ہو جائے گا اور مطالبہ کفیل و ضامن پر ہوگا، اور یہ صورت تبرعاً ہے اور یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک تو درست ہوگی، البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک میت مفلس کی جانب سے یہ کفالت اور ضمانت درست نہ ہوگی۔

﴿ادائیگی قرض کی نیت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۸۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّی اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں کے اموال (بطور قرض) لیے ہوں کہ وہ ان کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیں گے اور جس شخص نے ان اموال قرض کو ضائع کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع فرما دے گا۔ (یعنی ادائیگی میں اس کی اعانت نہیں فرمائے گا)۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ قرض لیا تھا شدید حاجت کے وقت اور نیت ادائیگی کی تھی خیانت کی نیت نہ تھی تو اب منجانب اللہ تعالیٰ قرضہ کی ادائیگی میں اعانت ہوگی، اسباب ادائیگی بالضرور فرما دیں گے؛ کیونکہ جب اس کی نیت بہرصورت ادا کرنے کی ہے تو یقیناً وہ اس کے لیے کوشش بھی جاری رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرما دیں گے، برکت ہوگی اور ان شاء اللہ ادائیگی ہوگی۔

﴿حقوق العباد کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَابِراً مُحْتَسِباً مُقْبِلاً غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ: فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ: نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِکَ قَالَ جِبْرِیْلُ: رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ و مطلب: حضرت ابوقتادہؓ نے نقل کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھ کو خبر دیجئے اگر میں اللہ کے راستہ میں بحالتِ صبر، بنیت ثواب مقابلہ کے لیے آگے بڑھتے ہوئے نہ کہ پیچھے ہٹتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کا کفارہ بنا دیں گے (اس شہادت کو)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو آواز دی اور پھر فرمایا: جی ہاں! مگر قرضہ (اور) حضرت جبرئیل نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ حقوق العباد معاف نہ ہوں گے جملہ فضائلِ اعمال خطاؤں اور گناہوں کے حق میں کفارہ ہوں گے اور بندوں کے جس کسی پر حقوق ہیں، وہ حق مالی ہو یا حق غیر مالی ہو، جب تک صاحبِ حق اپنا حق معاف نہ کرے یا اس کی ادائیگی نہ ہو، اس وقت تک ذمہ قائم ہے اور ان حقوق میں ''دین'' یعنی قرضہ بھی ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۱﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے مگر قرضہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح کُلُّ ذنبٍ: تمام گناہ، ہر گناہ، بظاہر اس میں کبائر داخل ہیں، بہر حال یہ شہادت کی برکت ہوگی کہ اگر کوئی کبیرہ گناہ بھی ہوگا ان شاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت زائد مہربان ہیں، **فیہ دلیل علی ان حقوق اللّٰہ تعالیٰ علیٰ المساھلۃ. (از تعلیق)**

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْاَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ قَضَاءً فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَامَ قَالَ: اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَیَّ قَضَاءُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس شخص کا جنازہ لایا جاتا کہ جس پر قرضہ ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کیا اس شخص نے اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ پس اگر بیان کیا جاتا کہ اس شخص نے قرضہ کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے تو نماز پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرما دیتے کہ تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، پھر جس وقت اللہ تعالیٰ نے فتوحات کھول دیں تو آپ ﷺ (برائے خطبہ) قیام فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں اہلِ ایمان کے لیے ان کے نفوس سے زیادہ حق رکھتا ہوں، پس اہلِ ایمان میں سے جو شخص وفات پا جائے اور اس نے قرضہ (اپنے ذمہ) چھوڑا ہو (اور اس کے پاس مال نہ ہو) تو اس کے قرضہ کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، اور جس شخص نے مال چھوڑا ہو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیث نمبر: (۲۷۷۸) کے تحت اس کی کچھ تفصیل ہو چکی ہے۔

(الف) **فلمّا فتح** خیبر میں بکثرت اموالِ غنائم حاصل ہوئے اور مسلمانوں پر مالی وسعت اور گنجائش ہوئی اور بیت المال میں بڑی وسعت ہوئی؛ اس لیے آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

اور قرآن کریم میں ہے ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' اور یہی مضمون آپ ﷺ کے اس ارشاد میں ہے، بلاشبہ آپ ﷺ کو اپنی امت پر بڑی شفقت ہے کہ آپ ﷺ اہلِ ایمان پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

الفصل الثانی

﴿مفلس کے لیے آپ ﷺ کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۹۳﴾ عَنْ اَبِیْ خَلْدَةَ الزُّرَقِیِّ قَالَ: جِئْنَا اَبَا هُرَیْرَةَ فِیْ صَاحِبٍ لَنَا قَدْ اَفْلَسَ فَقَالَ هٰذَا الَّذِیْ قَضٰی فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ مَاتَ اَوْ اَفْلَسَ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اَحَقُّ بِمَتَاعِهٖ اِذَا وَجَدَهٗ بِعَیْنِهٖ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت ابوخلدہ زرقیؒ نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے ایک ساتھی کے سلسلہ میں کہ وہ مفلس ہوگیا تھا، پس حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا (میں جو تم سے بیان کر رہا ہوں) یہ وہ امر ہے کہ جس کو (اس طرح کے) معاملہ میں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا، جو شخص مرجائے یا غریب و مفلس ہو جائے تو صاحب متاع زیادہ حقدار ہے اپنے سامان کو لینے کا اگر وہ اپنا مال بعینہٖ (اس مقروض کے پاس) موجود پائے۔ (شافعیؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں جو مضمون ہے وہ حدیث نمبر (۲۷۷۸) کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدہ: روای کا بیان ہے کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے قصہ کو لے کر حضرت ابی ہریرہؓ کے پاس حاضر ہوئے کہ وہ مفلس ہو چکا تھا، حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کے متعلق وہی فیصلہ سنایا جو روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ایسے قصہ میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ قال الاشرفؒ (یعنی) قضیٰ فیمن ھو فی مثل حالہٖ من الافلاسِ (از تعلیق)

﴿مقروض میت معلّق رہتا ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۹۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا نفس معلق رہتا ہے اس کے ذمہ قرض کے ساتھ یہاں تک کہ وہ اس کے ذمہ سے ادا کیا جائے۔ (شافعیؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، الدارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح معلقۃ بدینہ یعنی قرضہ کی وجہ سے محبوس رہتی ہے عالم برزخ میں روح پہونچ کر جس مقام اور منزل پر اس کو پہونچنا تھا، ایمان اور اعمالِ حسنہ کی وجہ سے ادائیگی قرضہ تک وہ روک دی جاتی ہے، ایک روایت میں "ماسورٌ" ہے: یعنی صلحاء کے ساتھ شامل ہونے سے وہ روک دیا گیا۔

﴿مقروض بروز قیامت کیا شکایت کرے گا؟﴾

﴿حدیث نمبر۲۷۹۵﴾ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: صَاحِبُ الدَّیْنِ مَاْسُوْرٌ بِدَیْنِهٖ یَشْكُوْ اِلٰی رَبِّهٖ الْوَحْدَةَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرُوِیَ اَنَّ مُعَاذًا كَانَ یَدَّانُ فَاَتٰی غُرَمَاؤُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِیْ دَیْنِهٖ حَتّٰی قَامَ مُعَاذٌ بِغَیْرِ شَیْءٍ مُرْسَلٌ هٰذَا لِفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الْاُصُوْلِ اِلَّا فِی الْمُنْتَقٰی، وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِیًّا وَكَانَ لَا یُمْسِكُ شَیْئًا فَلَمْ یَزَلْ یَدَّانُ حَتّٰی اَغْرَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِی الدَّیْنِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ لِیُكَلِّمَ غُرَمَاءَهٗ فَلَوْ تَرَكُوْا لِاَحَدٍ لَتَرَكُوْا لِمُعَاذٍ لِاَجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَالَهٗ

حَتّٰی قَامَ مُعَاذٌ بِغَیْرِ شَیْءٍ رَوَاهُ سَعِیْدٌ فِیْ سُنَنِهٖ مُرْسَلاً.

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مقروض شخص اپنے قرضہ میں مقید ہے، وہ اپنے پروردگار سے بروز قیامت تنہائی کی شکایت کرے گا۔ (شرح سنہ) منقول ہے کہ حضرت معاذؓ خوب قرضہ لیتے تھے (جس کی وجہ سے بہت زائد مقروض ہوگئے، اور جب ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو) ان کے قرض خواہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے (اورانہوں نے اپنا مطالبہ پیش کیا) اور آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے تمام مال کو ان کے قرضہ (کی ادائیگی) میں فروخت کر دیا یہاں تک کہ حضرت معاذؓ بغیر کسی چیز کے کھڑے ہوئے اور چلے گئے، حدیث مرسل ہے یہ الفاظ روایت مصابیح کے ہیں، صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روایت کو اصول (یعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب) میں موجود نہیں پائی البتہ المنتقی میں مذکور ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالکؓ نے نقل کیا کہ حضرت معاذؓ ایک نوجوان سخی آدمی تھے اور وہ کوئی شی رچھوڑتے نہیں تھے (جو چیز بھی ہوتی اس کو صدقہ کردیتے) برابر قرضہ لیتے رہے (اور اس قدر مقروض ہوئے) یہاں تک کہ ان کا تمام مال قرضہ میں گھر گیا؛ چنانچہ حضرت معاذ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورانہوں نے آپ سے گفتگو کی تاکہ آپ ﷺ ان کے قرض خواہوں سے بات چیت کریں، پس اگر قرض خواہ لوگ اپنا قرض کسی کے لیے چھوڑتے تو آپ ﷺ کی وجہ سے حضرت معاذؓ کا قرضہ چھوڑتے، (جب ان قرض خواہوں کا مطالبہ قائم رہا) تو آپ ﷺ نے ان کے تمام مال کو فروخت کریا (تاکہ قرضہ ادا ہوجائے) یہاں تک کہ حضرت معاذؓ بغیر کسی چیز کے کھڑے ہوئے، (اس روایت کو سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں مرسلا نقل کیا ہے)۔

کلمات حدیث کی تشریح مقروض بروز قیامت شکایت کرے گا کہ وہ تنہارہ گیا ہے یعنی صلحاء کی جماعت سے وہ علیحدہ ہوگا اور سفارش کنندگان سے بھی دور ہوگا اور وحشت محسوس کرے گا۔ (از حاشیہ)

اس روایت میں اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ (جب مقروض ہوگئے اور قرضہ کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی تو اس سلسلہ میں ان) کے قرض خواہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور آپ ﷺ سے عرض کیا تو) آپ ﷺ نے ان کے سامان کو فروخت کردیا۔

ضروری وضاحت: اس واقعہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ سلطان اور قاضی کو یہ (بھی) حق ہے کہ مفلس قرار دیئے ہوئے کی ملکیت میں اگر کچھ متاع ہے تو اس کو فروخت کردیا جائے۔

فائدہ: اگرچہ یہ روایت مرسل ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہوا کرتی ہے۔

فائدہ: حضرت معاذؓ کے پاس لوگ امانت رکھتے اور اجازت لے کر (بطور) قرض ضرورت مندوں پر خرچ کردیا کرتے تھے؛ اس لیے وہ مقروض ہوجاتے تھے۔

فاتی النبیؐ یعنی حضرت معاذؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ تاکہ آپ ﷺ سفارش فرمادیں ان کے قرض خواہوں سے کہ فی الوقت وہ قرضوں کا مطالبہ نہ کریں یا معاف کردیں، روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے گفتگو فرمائی تھی، مگر وہ لوگ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ فلو ترکوا الخ یعنی اگر حضرت معاذؓ کے قرض کو معاف کر سکتے تو وہ لوگ آپ ﷺ کی سفارش کی وجہ سے معاف کردیتے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سفارش کا قبول کرنا لازم اور واجب نہیں ہے اور حضرات صحابہؓ اس حقیقت کو جانتے تھے؛ اس لیے بلاتکلف منع کردیتے، بہر حال اس کے بعد آپ ﷺ نے سامان فروخت کرنے کے بعد قرضہ ادا کردیا۔

﴿بلاعذر تاخیر کرنے والا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۶﴾ وَعَنِ الشَّرِیْدِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَهٗ

وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهُ يُغَلِّظُ لَهُ وَعُقُوبَتَهُ يُحْبَسُ لَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

ترجمہ: حضرت شریدؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالدار کی ٹال مٹول اس کی عزت کو مباح کر دیتی ہے اور اس کی سزا کو، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے (اس کی تفسیر میں) فرمایا: اس کی آبرو کو مباح کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ قرض اس کو سخت، سست کہہ سکتا ہے، اور اس کی سزا کے مباح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جا سکتا ہے۔ (ابوداؤدؒ، نسائیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

الواجد، یعنی وہ شخص جس کے پاس نقد رقم موجود ہے اور قادر ہے قرضہ کی ادائیگی پر، اس کے باوجود تاخیر کرتا، ٹال مٹول کرتا ہے، حدیث نمبر: (۲۷۸۶) کے تحت تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔

یحلّ الخ، بے عزتی کو مباح کر دیتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو "عقوبته" اس کو سزا دینا (اور سزا دلانا) مباح ہو جائے گا، اور ایک سزا یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے کہ بلاوجہ وہ تاخیر کرتا اور پریشان کرتا ہے۔ (از تعلیق، مع الوضاحت)

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۷﴾ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ: هَلْ عَلَى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ قَالُوْا: نَعَمْ! قَالَ هَلْ تَرَكَ لَهُ مِنْ وَفَاءٍ قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ مَعْنَاهُ وَقَالَ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ أَخِيكَ الْمُسْلِمِ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقْضِي عَنْ أَخِيهِ دَيْنَهُ إِلَّا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تا کہ اس پر نماز پڑھا دیں، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے (اس) ساتھی پر قرضہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، حضرت علیؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے، پھر آپ ﷺ آگے تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔

اور ایک روایت میں اسی کے ہم معنی مروی ہے اور (مزید یہ بھی) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری گردن کو دوزخ کی آگ سے نجات دے جس طرح تم نے اپنے مسلمان بھائی کو (قرضہ سے) سبکدوش کر دیا، جو بندۂ مسلمان اپنے بھائی کے قرضہ کو ادا کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی گردن کو خلاصی عنایت فرمائیں گے۔ (شرح سنہ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

آپ ﷺ مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے اور اصحابؓ کو اجازت فرما دیتے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی نماز پڑھ لیں، معلوم ہوا کہ وہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

(تفصیل حدیث نمبر ۲۷۷۸ کے تحت گزر چکی۔)

﴿جو شخص مقروض نہ ہو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۸﴾ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ وہ تکبر اور خیانت اور قرضہ سے بری ہے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ خیانت اور قرضہ آخرت میں بہت نقصان اور خسارہ کا سبب ہوگا، اور تکبیر بھی محروم کر دینے والی خصلت ہے، الغلول: خیانت، مال غنیمت اور مالِ وقف میں خیانت کرنا، چوری کرنا

فائدہ: مقصدِ بیان یہ ہے کہ بندہ کو اپنی زندگی میں اس قسم کی بری خصلتوں سے دور رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، اور مقروض نہ رہے؛ کیونکہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے؛ اگر مفلس ہو گیا اور قرضہ کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو سکی۔

﴿مقروض ہوکر موت بڑی معصیت ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۷۹۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یَّلْقَاہُ بِھَا عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَھَی اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَہٗ قَضَاءً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک عظیم ترین گناہ کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (وہ یہ ہے) بندہ اس عظیم گناہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ آدمی مر جائے اور اس کے ذمہ قرضہ ہو (اور) قرضہ کی ادائیگی کے لیے کچھ مال نہ چھوڑا ہو۔ (احمدؒ، ابوداؤد)

کلماتِ حدیث کی تشریح کیونکہ یہ حق العباد ہے اور بروزِ قیامت اس کی ادائیگی دنیوی رقم اور مال سے نہ ہوگی بلکہ اعمالِ صالحہ سے ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ فرمائیں گے۔ اس اعتبار سے وہ اکبر الکبائر ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۰﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَانْتَھَتْ رِوَایَتُہٗ عِنْدَ قَوْلِہٖ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ.

ترجمہ: حضرت عمروؓ بن عوف مزنی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر ایسی صلح کہ جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے (وہ جائز نہیں) اور مسلمان اپنی شرائط پر قائم ہیں مگر وہ شرط جو کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، ابوداؤدؒ، اور ابوداؤد کی روایت شروطھم پر ختم ہو گئی)۔

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں بحالتِ قرضہ مرنے والے کے حق میں بڑی شدید تنبیہ ہے جب کہ ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو۔ بعد الکبائر یعنی معروف ومشہور کبائر کے بعد ایک درجہ کبیرہ گناہ کا یہ ہے؛ اس لیے کہ اس صورت میں بندوں کے حقوق (مالی) کا ضائع کرنا لازم ہے۔

فائدہ: آخر کوئی وجہ تو تھی جس وجہ سے آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرماتے تھے۔

الفصل الثالث

﴿آپ نے بذات خود خریداری فرمائی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۱﴾ عَنْ سُوَیْدِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَۃُ الْعَبْدِیُّ بَزًّا مِنْ ھَجَرَ فَاَتَیْنَا بِہٖ مَکَّۃَ فَجَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِیْلَ فَبِعْنَاہُ وَثَمَّ رَجُلٌ یَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: زِنْ وَاَرْجِحْ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: حضرت سوید بن قیسؓ نے ارشاد فرمایا میں نے اور مخرفہ عبدی دونوں نے مقامِ ہجر سے کپڑا خرید کیا اور پھر اس کو لے کر مکہ آئے، پس رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سواری کے بغیر تشریف لائے اور ہم سے ایک پاجامہ کا معاملہ کیا سو ہم نے وہ آپ ﷺ کو فروخت کر دیا، اور اسی جگہ ایک شخص اجرت پر وزن کیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: وزن کر اور جھکتا ہوا وزن کر۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہ، دارمیؒ) اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح البزّ، بمعنی ثوب اور بزاز، کپڑا کا تاجر اور جو کپڑا بنانے کا حرفہ (پیشہ) کرتا ہے اسکو "البزازۃ" کہتے ہیں مقصدِ بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک تاجر سے شلوار خرید فرمائی؛ یعنی جس کو رجال (مرد) استعمال کرتے ہیں۔

فائدہ: اس باب کے تحت اس روایت کو نقل کیا ہے، (غالباً) اس مناسبت کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے اس میں جو ہدایت ارشاد فرمائی ہے؛ یعنی "زن وارجح" (از تعلیق)

اجرت پروزن کرنا:۔ جب مقدار زیادہ ہوتی ہے تو اجرت پر وزن کیا اور کرایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ مباح ہے اور وزن کنندہ کو آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ وہ قدرے زائد وزن کرے اسمیں یقیناً برکت اور خیر ہوگی اور ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مال کم نہ جائے گا۔

سوال: کیا آپ ﷺ نے اس خرید فرمودہ سراویل کو استعمال بھی فرمایا ہے؟

جواب: بصراحت کسی روایت سے آپ ﷺ کا اس کو استعمال کرنا ثابت نہیں، مزید تفصیل کتاب اللباس میں ملاحظہ فرمائیں۔ (اسعدی)

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ پر میرا کچھ قرضہ تھا، آپ ﷺ نے مجھ کو وہ قرض ادا فرمایا اور کچھ مجھ کو زائد عنایت فرمایا۔ (ابوداؤدؒ)

﴿آپؐ نے بھی قرض لیا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ: اِسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے چار ہزار کا قرض لیا، پھر (جس وقت) آپ ﷺ کے پاس مال آیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو وہ قرضہ ادا فرما دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت دے تیرے اہل اور تیرے مال میں۔ قرض کی جزا (اور بدلہ) شکریہ ادا کرنا اور قرض ادا کرنا ہے۔ (نسائیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح محسن کو دُعاءِ خیر دینا اور شکریہ ادا کرنا بھی مکارمِ اخلاق میں سے ہے

﴿تاخیر ہونے پر فضیلت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۴﴾ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهٗ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَهٗ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا کسی کے ذمہ حق ہو اور وہ اس کو مئوخر کر دے تو صاحبِ حق کے لیے ہر روز کے عوض صدقہ (کا اجر و ثواب) ہوگا۔ (احمدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح دراصل وقت پر قرضہ وصول نہ ہونے پر قلب پر بہت گرانی ہوتی ہے اس کے باوجود خندہ پیشانی کے ساتھ مزید مہلت باعثِ فضیلت ہوگی۔ (اسعدی)

﴿قرض کی ادائیگی مقدم ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۵﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ: مَاتَ اَخِيْ وَتَرَكَ ثَلَاثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَتَرَكَ وُلْداً صِغَاراً فَاَرَدْتُ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَخَاكَ مَحْبُوْسٌ بِدَيْنِهٖ فَاقْضِ عَنْهُ قَالَ فَذَهَبْتُ فَقَضَيْتُ عَنْهُ ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْقَضَيْتُ عَنْهُ وَلَمْ تَبْقَ اِلَّا اِمْرَاَةٌ تَدَّعِيْ دِيْنَارَيْنِ وَلَيْسَتْ لَهَا بَيِّنَةٌ قَالَ اَعْطِهَا فَاِنَّهَا صَادِقَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمه: حضرت سعد بن اطولؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا تین دینار (ترکہ میں) چھوڑے اور چھوٹے بچے (بھی) چھوڑے، پس میں نے (یہ) ارادہ کیا کہ ان بچوں پر (وہ متروکہ مال) صرف کروں (اور فی الوقت قرض ادا نہ کروں) مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً تیرا بھائی اپنے قرض میں محبوس ہے لہٰذا تم اس کا قرض ادا کردو۔ حضرت سعد نے بیان کیا میں گیا اور میں نے قرضہ ادا کردیا بھائی کی طرف سے اور پھر میں حاضر خدمت ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ان کی طرف سے قرض ادا کردیا اور کوئی قرض خواہ باقی نہ رہا مگر ایک عورت جو کہ دو دیناروں کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کے پاس کوئی شہادت (اور ثبوت) نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کو ادا کردو وہ سچی ہے۔ (احمدؒ)

فائده: ۔میت کے حق میں یہ بڑا احسان ہے اُس کا قرضہ ادا کردیا جائے تاکہ وہ محبوس نہ رہے، تفصیل گذر چکی ہے۔

﴿قرضہ کی وجہ سے جنّت کا داخلہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۶﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ يُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاْطَاَ بَصَرَهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيْدِ قَالَ فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا فَلَمْ نَرَاِلَّا خَيْرًا حَتّٰى اَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاالتَّشْدِيْدُ الَّذِيْ نَزَلَ؟ قَالَ فِي الدَّيْنِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْاَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَادَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى دَيْنُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ نَحْوَهٗ .

ترجمه : حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ نے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے جس جگہ جنازے رکھے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ (بھی) ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پس آپ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور دیکھا پھر اپنی نگاہ کو نیچے کرلیا اور اپنے ہاتھ کو اپنی پیشانی پر رکھا، (از روئے تعجب) فرمایا سبحان اللہ کس قدر سخت (عذاب) نازل ہوا ہے، حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن اور رات خاموش رہے (اور ہم منتظر رہے) ہم کو کچھ دکھلائی نہیں دیا بجز خیر کے یہاں تک کہ ہم نے صبح کی، راویٔ حدیث حضرت محمدؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا وہ سختی کیا ہے جو نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کے متعلق، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اگر کوئی شخص اللہ کے راستہ میں قتل کردیا جائے اور پھر زندہ

ہو اور پھر اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے پھر زندہ ہو اور پھر اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو جنت میں داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنا قرضہ ادا کر دے (یا اس کا قرض ادا کر دیا جائے) احمدؒ اور شرح سنہ میں بھی اسی کے مانند مروی ہے۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے لیے جگہ خارج از مسجد مقررہ تھی۔ (اسعدی)

باب الشرکۃ والوکالۃ

الفصل الاول

﴿شرکت مشروع ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۷﴾ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِيْ الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَالَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهِ اُمُّهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

ترجمہ ومطلب: حضرت زہرہ بن معبدؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ ان کو اپنے ساتھ بازار لے جا رہے تھے تا کہ غلہ خریدیں، پس حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں حضرات کی ان سے ملاقات ہوگئی اور ان دونوں حضرات نے ان سے عرض کیا کہ ہم کو بھی شریک کر لیجیے۔ (اور اس گزارش کی وجہ یہ تھی کہ) نبی اکرم ﷺ نے آپؓ کے لیے دعائے برکت کی تھی؛ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات کو شریک کر لیا۔ بعض مرتبہ (نفع کی صورتِ حال یہ ہوتی تھی کہ) ایک اونٹ کا بوجھ نفع میں حاصل ہو جاتا بغیر کسی نقصان کے جس کو وہ اپنے گھر بھیج دیتے اور (واقعہ دعاءِ نبوی ﷺ یہ ہے کہ) ان کی والدہ عبداللہ بن ہشامؓ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعاءِ برکت کی۔ (بخاریؒ)

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۸﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا تَكْفُوْنَنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ جماعتِ انصارؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ ہمیں اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجور کے درختوں کو تقسیم فرما دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (تقسیم کی ضرورت نہیں) تم لوگ ہماری محنت (ومشقت بالعمل) کی کفایت کرو اور ہم پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے، انصارؓ نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ (بخاریؒ)

﴿حضرات انصار کا ایثار﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۰۹﴾ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا لِيَشْتَرِيَ لَهُ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهُ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَاَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِيْنَارٍ فَدَعَالَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْعِهِ بِالْبَرَكَةِ فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

ترجمہ ومطلب: حضرت عروہ بن ابی جعد البارقیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دینار عنایت فرمایا تا کہ آپ ﷺ کے لیے ایک بکری خرید کریں؛ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر دی اور آپ ﷺ کی خدمت میں ایک دینار اور ایک بکری لے کر حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ان کی بیع دعاءِ برکت میں فرمائی، سو اگر وہ مٹی بھی خرید کرتے تو اس میں بھی نفع ہوتا تھا۔ (بخاریؒ)

الفصل الثانی

﴿اگر شرکاء نے خیانت کی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۰﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَفَعَہٗ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ رَزِیْنٌ وَجَاءَ الشَّیْطَانُ۔

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں دو شرکاء میں تیسرا (یعنی اعانت وامداد کرنے والا) ہوں جس وقت تک ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت نہ کرے، جس وقت خیانت کرے گا میں ان کے درمیان سے نکل جاؤں گا۔ (ابوداؤدؒ) اور رزین نے زیادہ کیا اور شیطان ان کے مابین آجائے گا۔

﴿امانت کی ادائیگی واجب ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۱﴾ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ۔

ترجمہ ومطلب: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اس کو امانت ادا کردو، اور تم خیانت نہ کرو اس کے ساتھ جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، دارمیؒ)

تشریح: یہ ہدایت اس وجہ سے ہے تاکہ اعتماد بحال رہے۔

﴿اعتماد ہونے کے لئے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَقُلْتُ اِنِّیْ اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَقَالَ اِذَا اَتَیْتَ وَکِیْلِیْ فَخُذْ مِنْہُ خَمْسَۃَ عَشَرَ وَسْقًا فَاِنِ ابْتَغٰی مِنْکَ آیَۃً فَضَعْ یَدَکَ عَلٰی تَرْقُوَتِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ ومطلب: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ میں نے خیبر کی طرف جانے کا قصد کیا؛ لہٰذا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور میں نے عرض کیا کہ میرا خیبر جانے کا ارادہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو (جو کہ خیبر میں ہے) تو اس سے پندرہ وسق کھجوریں وصول کرنا، سو اگر وہ تم سے کوئی علامت (اس امر پر) طلب کرے (کہ تم میرے قاصد ہو) تو اپنے ہاتھ کو تم اس کے حلق پر رکھ دینا۔ (ابوداؤدؒ)

تشریح: یہ ایک اصل اصول ہے جس کی آپ ﷺ نے عملاً تعلیم ارشاد فرمائی ہے تاکہ کوئی ضرر نہ ہو۔

الفصل الثالث

﴿برکت کے اسباب معنوی ہوتے ہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۳﴾ عَنْ صُہَیْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ فِیْھِنَّ الْبَرَکَۃُ اَلْبَیْعُ اِلٰی اَجَلٍ وَالْمُقَارَضَۃُ وَاِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِیْرِ لِلْبَیْتِ لَا لِلْبَیْعِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ ومطلب: حضرت صہیبؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں جن میں برکت ہے: (۱) وعدہ پر (کسی مدت تک کے لیے) فروخت کرنا، (۲) مضاربت کرنا (۳) گھر کے استعمال کے لیے گیہوں کو جو میں ملانا نہ کہ بیع کے لیے۔ (ابن ماجہؒ)

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۴﴾ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِيْنَارٍ لِيَشْتَرِيَ لَهُ بِهِ اُضْحِيَّةً فَاشْتَرٰى كَبْشاً بِدِيْنَارٍ وَبَاعَهُ بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ فَجَاءَ بِهَا وَبِالدِّيْنَارِ الَّذِيْ اسْتَفْضَلَ مِنَ الْاُخْرٰى فَتَصَدَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالدِّيْنَارِ فَدَعَالَهُ اَنْ يُّبَارَكَ لَهُ فِيْ تِجَارَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ .

ترجمہ ومطلب: حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دینار دے کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں؛ چنانچہ انہوں نے ایک دینار میں ایک دنبہ خرید لیا اور اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا، پھر گئے اور ایک دینار میں قربانی کا جانور خرید کیا، پس وہ اس دنبہ اور جو دوسرے دنبہ سے ایک دینار منافع حاصل کیا تھا اس کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے وہ دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لیے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ)

تشریح: وکیل اور قاصد کو یہ لازم ہے کہ جس پر اسے وکیل مقرر کیا جائے اُسی قدر تصرّف کرے اِلّا یہ کہ علی الاطلاق وکالت ہو۔ غالبًا اسی وجہ وہ نفع شدہ دینار صدقہ فرمایا ہے

باب الغصب والعاریۃ

(الف) غصب، کسی کی شی پر جبرا قبضہ کرنا، اخذ کر لینا، اور شرعاً غصب کی تعریف مالِ متقوم ومحترم پر مالک کی اجازت کے بغیر جبرا وظلما قبضہ کر لینا، وہ شخص غاصب ہے، اور وہ شی "مغصوب" یعنی غصب کردہ ہے۔

غصب کرنا حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن وحدیث وسنت سے ثابت ہے (اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں، قرآنِ کریم میں ہے "یَاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا" اور ارشادِ ربانی ہے "لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ"

(ب) العاریۃ، برائے استعمال مانگ لینا، اور شرعاً "اباحۃ الانتفاع من اعیانِ المالِ" یعنی اموال اعیان سے انتفاع کو مباح کر دینا، بلاعوض اگر کسی شی سے انتفاع کیا جائے معاوضہ کے ساتھ تو وہ اجارہ ہے۔

عاریت، یار کی تخفیف (بلاتشدید) اور تشدید دونوں کے ساتھ مستعمل ہے شریعت نے "عاریۃ" کو بھی مباح اور جائز رکھا ہے اور اس کی اباحت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔

قرآن کریم میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو اس سے انکار کرتا ہے، قال اللہ تعالیٰ "وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ" اور اس کی تفسیر میں "عاریت والی اشیاء سے منع کرتا، انکار کرتا ہے؛ مثلاً ہانڈی، ترازو، ڈول، وغیرہ، اور آپ ﷺ نے عاریت کا حکم بیان کرتے ہوئے خطبہ حج میں ارشاد فرمایا "العاریۃ مؤداۃ" جو شی عاریۃً لی گئی ہو وہ واپس کی جائے گی۔

فائدہ: عاریۃ یہ ماخوذ ہے عارؔ (بمعنی شرم وحیاء) سے جب کسی شخص سے کوئی شی مانگی جائے تو اس میں عار اور شرم محسوس ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو "عاریت" سے تعبیر کر دیا گیا، جو شخص لباس سے "عاری" یعنی ننگا ہوتا ہے اس کو شرم اور عار لاحق ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو عاری کہا گیا ہے۔ (از اشعۃ اللمعات وغیرہ)

الفصل الاول

﴿غصب کی سزا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۵﴾ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَخَذَ شِبْراً مِنَ الْاَرْضِ ظُلْماً فَاِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص نے بطورِ ظلم کسی کی ایک بالشت زمین غصب کر لی تو بروزِ قیامت وہ بالشت بھر زمین سات زمینوں تک اس غاصب کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔ (بخاری ومسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح شبراً، ایک بالشت، یہ پیمائش کی کم از کم مقدار ہے۔ تطویق، کو دو معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) زمین میں دھنسا دینا، (۲) گلے میں طوق (بنا کر) ڈال دینا، اور احادیث میں دونوں طرح بیان ہوا ہے، جب زمین میں اس کو دھنسا دیا جائے گا تو (گویا) وہ زمین اس کے گلے کا ہار ہوگئی۔

اکثر و بیشتر زمین دار لوگ پڑوس کی زمین سے قصداً یا بلا قصد (بھی) اپنی زمین بڑھا لیتے ہیں۔

﴿بلا اجازت دودھ نکالنا بھی غصب ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يُؤْتٰى مَشْرَبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ وَاِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کے جانور سے بغیر اجازت دودھ نہ دوہے، کیا کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے خزانہ کے پاس آجائے اور اس کو توڑا جائے اور (اس مخزن میں سے) اس کا غلہ لے جایا جائے، اور بلاشبہ ان کے جانور کے تھن اپنے مالکوں کے لیے ان کے طعاموں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (یعنی جانوروں کے تھن دودھ کی حفاظت کے لیے بمنزلہ ان خزائن کے ہیں جہاں غلہ بحفاظت رہتا ہے)۔ (مسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح ماشية، جانور، اس جگہ دودھ دینے والا جانور ہے، امرئ بمعنی انسان، شخص بمشروبة، میم پر فتحہ اور "ش" ساکن، "ر" پر بھی فتحہ نیز ضمہ۔ بمعنی الغرفة یعنی وہ شی جس میں سامان رکھا جائے، مال کو محفوظ کیا جائے۔ الخزنة خ پر کسرہ، مکان اور مخزن ہے۔

خلاصۂ کلام: کہ جس طرح محفوظ جگہ اور مخزن سے کوئی شی منتقل کرنا مالک کی اجازت کے بغیر حرام ہے اسی طرح تھنوں سے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نکالنا بھی حرام ہے۔ (ف) البتہ بعض مرتبہ اضطراری حالت لاحق ہوجاتی ہے اس وقت کا حکم اور ہے۔

﴿نقصان کا بدلہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۷﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَاءِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِصَحْفَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيْهَا الطَّعَامَ الَّذِيْ كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُوْلُ غَارَتْ اُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰى اُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيْحَةَ اِلَى الَّتِيْ كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَاَمْسَكَ الْمَكْسُوْرَةَ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ كَسَرَتْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی زوجہ کے پاس تشریف فرما تھے، امہات المومنین میں سے کسی ایک نے رکابی جس میں کھانا تھا ارسال خدمت کیا، پس آپ ﷺ جس زوجہ محترمہ کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مارا جس سے کہ وہ رکابی گر گئی اور ٹوٹ گئی، آپ ﷺ نے رکابی کے ٹکڑوں کو جمع فرمایا اور پھر اس کھانے کو جمع کیا جو پلیٹ میں

تھا۔ اور فرمایا کہ تمہاری اماں جان نے غیرت کی اور پھر آپ ﷺ نے خادم کو روکا یہاں تک کہ جن زوجہ کے پاس تھے ان سے رکابی لی اور ثابت رکابی ان کے پاس بھیج دی جن کی رکابی ٹوٹ گئی تھی۔ اور یہ ٹوٹی ہوئی رکابی اسی گھر میں رکھ دی کہ جس گھر میں ٹوٹ گئی تھی۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح صفحة، پلیٹ، رکابی اور پیالہ (جس میں کھانے کی شی رکھتے ہیں) انفلقت، گرنے پر ٹوٹ گئی، فلق یفلق الانفلاق. غارت یہ ماخوذ ہے الغیرۃ سے، غیرت ایک کیفیت نفسانی ہے جو کسی خلاف کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر ابھرتی ہے جس کو انسان فوری طور پر طبعًا دفع کرنے پر قادر نہیں ہوا کرتا۔

حاصل کلام: اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ کے مکان میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ کی ایک زوجہ نے خادم کے ذریعہ پلیٹ میں قدرے کھانا بھیجا تو حضرت عائشہؓ کو اس پر غیرت آگئی اور غیر اختیاری طور پر اس پر ہاتھ مارا جس سے کہ وہ برتن گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا بھی زمین پر گر گیا۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی جانب سے (از خود) عذر اور صفائی بیان فرمائی کہ ان کو غیرت آگئی، آپ ﷺ نے خطاب عام کے ساتھ یہ بات کہ جو بھی اس واقعہ کو سنے وہ اس پر کوئی تبصرہ نہ کرے اور حضرت عائشہؓ کے اس فعل کو مذموم قرار نہ دے؛ کیونکہ جب از روئے غیرت ہوا ہے تو یہ کیفیتِ اضطراری ہوئی جس پر شرعاً گرفت نہیں۔

فائدہ: اگرچہ اس واقعہ کا تعلق نہ غصب سے ہے اور نہ عاریت سے، البتہ یہ مسئلہ ضمان پر مشتمل ہے، تاہم مالِ غیر کو ناحق ضائع کرنا من انواع الغصب ہوا، اس مناسبت کی وجہ سے اس جگہ نقل کیا ہے۔

مسئلہ: اگر غیر مثلی شی کو ناحق ضائع کر دیا جائے تو اس کا ضمان قیمت کے ساتھ ہوگا، اور اگر وہ شی مثلی ہے تب اس کے مثل کے ساتھ ضمان دیا جائے گا، آپ ﷺ نے پلیٹ کے بدلہ پلیٹ ہی ادا فرمائی؛ اگرچہ وہ شی غیر مثلی ہے؛ لیکن عدداً اشیار متقاربہ ہونے کی وجہ سے حکماً وصورتاً وہ مثلی ہوئی؛ اس لیے یہ تبادلہ فرمایا۔ (از تعلیق: ج ۳/ ص ۳۵۲)

﴿کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۸﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرتِ عبداللہ بن یزیدؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح النُّهبةُ: نون پر ضمہ، لوٹنا، اچک لینا، ظلماً اخذ کرنا شی کو، المُثلةُ: بعض اعضار کو کاٹنا، مثلاً ناک، کان وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ شکل اور صورت کو بدل دینا ہے، یہ ظلم بھی ہے اور حرام بھی ہے۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر مسلمان کی جان اور اس کے مال کو کوئی ضرر نہ پہونچائے اور ناحق اور ظلماً قبضہ نہ کرے، جو شخص ایسا کرتا ہے وہ نور ایمان سے خالی ہوتا ہے، اور اس عمل سے امن اور امان بھی خراب ہوتا ہے، خوف اور دہشت پھیلتی ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۱۹﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ آضَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِيْ صَلَاتِيْ هٰذِهِ لَقَدْ جِيْءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ يُصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا وَحَتّٰى رَأَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَإِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ

بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِيْ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعاً ثُمَّ جِيْئَ بِالْجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ لَا اَفْعَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ : حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس روز آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی سورج گرہن ہوا، آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ چھ رکوع چار سجدوں سے نماز پڑھی، پس آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا (یعنی اپنی اول حالت پر لوٹ آیا) تھا، آپ ﷺ نے (بعد فراغتِ نماز) ارشاد فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے مگر میں نے اس کو یقیناً اپنی اس نماز میں دیکھ لی ہے، البتہ آگ لائی گئی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ تم نے مجھ کو دیکھا تھا میں پیچھے کی طرف ہٹا تھا اس اندیشہ کی وجہ سے کہ اس کی لپٹ مجھ کو نہ لگ جائے اور یہاں تک کہ میں نے دوزخ کی آگ میں محجن والے کو دیکھا ہے جو کہ اپنی ایڑیاں دوزخ میں گھسیٹ رہا ہے، اور یہ وہ شخص ہے جو کہ اپنی اس محجن سے حجاج کے سامان کو چراتا تھا، سو اگر اس کے مالک کو علم ہو گیا تو یوں کہتا ہے کہ محجن میں اٹک گیا ہے اور اگر اس سے بے خبر رہتا تو وہ اس کو لے جاتا تھا اور یہاں تک کہ میں نے دوزخ کی آگ میں ایک بلی کی مالکہ کو دیکھا جس کو وہ باندھ کر رکھتی اور اس کو نہ تو کھلاتی تھی اور نہ اس کو آزاد چھوڑتی؛ تا کہ وہ زمین پر گری پڑی ہوئی چیز کھالے یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی پھر جنت لائی گئی، اور یہ بات اس وقت کی ہے جب کہ تم نے مجھ کو آگے بڑھتا ہوا دیکھا تھا یہاں تک کہ میں اپنی جگہ پر آ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کے پھل کو لے لوں تا کہ تم لوگ ان کو دیکھ لو پھر مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ میں ایسا نہ کروں۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح نمازِ کسوف کا قصہ ہے، غالباً آپ ﷺ کے عہد نبوت میں یہ کسوفِ شمس پہلی مرتبہ ہوا تھا، اور آپ ﷺ نے اس موقع پر نماز کا اہتمام فرمایا، نمازِ کسوف کی تفصیل اپنے مقام پر معلوم ہو چکی، اس روایت میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ایک شخص لوگوں کے اموال پر کس طرح غصباً قبضہ کرتا تھا، اور آپ ﷺ پر منکشف ہوا کہ وہ دوزخ میں شدید عذاب میں پکڑا ہوا ہے۔ مقصدِ بیان یہی ہے کہ غصبِ اموال پر عذابِ دوزخ کی وعید ہے۔

﴿ آپ نے بھی عاریۃً اشیاء لی ہیں ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۰﴾ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَنَساً يَقُوْلُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْراً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ : حضرت قتادہؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرتِ انسؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے مدینہ میں کچھ گھبراہٹ ہوئی (دشمن کی آمد اور حملہ ہونے کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ ابوطلحہؓ سے گھوڑا عاریۃً لیا اس گھوڑے کو مندوب (کے نام سے موسوم) کیا ہوا تھا؛ چنانچہ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور جس وقت واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم کو تو کوئی چیز نظر نہیں آئی (جو باعثِ خطرہ ہو) اور یہ کہ میں نے اس گھوڑے کو (تیز رفتاری میں) سمندر (کی طرح کشادہ قوم) پایا ہے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح المندوبُ. بمعنی سست رفتاری، دراصل یہ گھوڑا رفتار میں تیز نہ تھا، اسی وجہ سے اس نام سے اس کو موصوف کیا گیا تھا؛ مگر آپ ﷺ نے جب اس پر سواری کی تو وہ آپ ﷺ کی برکت سے بہت ہی تیز رفتار ہو گیا جس کو آپ ﷺ نے "لبحراً" سے تعبیر فرمایا، بمعنی تیز رفتار دوڑنے والا، اور اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حیوانات کے نام تجویز

کرنا بھی مباح ہے۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ عاریۃً کوئی شی لینا اور اس کو استعمال کرنا جائز ہے اور سواری کو بھی عاریت پر دینا، لینا درست ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عملاً تعلیم دینے کی غرض سے (بھی) عاریۃً اشیاء استعمال فرمائی ہیں۔ (اسعدی)

الفصل الثانی

﴿بنجر زمین کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۱﴾ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ اَحْيىٰ اَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلاً وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

توجمه: حضرت سعید بن زیدؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیشک آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مردہ (بنجر) زمین کو زندہ کیا تو وہ زمین اسی کی ہے اور ظالم کے پسینہ کا کوئی حق نہیں۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداودؒ) اور امام مالک نے بروایتِ حضرت عروہ مرسلاً یہ نقل کی ہے اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح ارض میت: وہ زمین جس میں پیداواری کی قوت اور صلاحیت نہ ہو گویا کہ وہ زمین مردہ ہے اور اس کو بنجر زمین بھی کہتے ہیں، احیاءِ موات: یعنی بنجر زمین کو زندہ کرنا، آباد کرنا قابلِ کاشت کرنا۔

ضروری وضاحت: ارضِ موات کی دو اقسام ہیں: (۱) وہ زمین کسی کی ملکیت نہ ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو ہے (۲) قدیم عہد سے وہ زمین کسی کی ملک نہ ہو اور غیر آبادی چلی آرہی ہو۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر کسی کی ملکِ زمین پر کسی نے ناحق قبضہ کیا اور اس کو آباد کرلیا، اس کا احیاء کرلیا، یہ غصب کردہ زمین کے حکم میں ہے اور وہ غاصب اور ظالم ہے، اس کا حکم یہ ارشاد فرمایا "لیس لعرق ظالم حق" ظالم رگ کا کوئی استحقاق نہیں؛ لہٰذا اس کا قبضہ ختم ہوگا اور اصل مالک حقدار ہوگا۔

دوسری صورت میں یہ تفصیل ہے: (الف) اقوالِ فقہاء علماء کی ایک جماعت کے نزدیک حاکم اور سلطان کی اجازت کے بغیر بھی اگر کسی شخص نے از خود ایسی زمین کا احیاء کرلیا ہے وہ مالک ہوجائے گا؛ اس لیے کہ روایت میں علی الاطلاق فرمایا ہے "فهی له" اس میں اجازت کی کوئی قید نہیں ہے؛ البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک حاکم اور سلطان کی اجازت کی شرط کے ساتھ ملکیت ثابت ہوگی، اور ان کا اس روایت سے استدلال ہے، آپ کا ارشاد ہے "عادی الارض لله ولرسوله ثم هی لکم منی" معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی جانب اور اجازت سے (پھر) وہ اس کے لیے ہوگی جس کو آپ ﷺ نے عطاء فرمایا ہو، اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد سلطانِ وقت کی اجازت ہوگی۔

(ب) امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اجازت کی قید نہیں ہے، جماہیر علماء کے قول کے ساتھ ہیں۔

(ج) اور سباق میں جلب کی یہ صورت ہے کہ جس وقت گھوڑے دوڑانے کا مقابلہ ہو، گھوڑا دوڑانے والے کے پیچھے ایک اور شخص ہو جو آواز کے ساتھ مارلگائے اور گھوڑے کو دوڑانے میں گویا مدد دے؛ تاکہ اس کا گھوڑا آگے دوڑتا رہے۔

اور جنب کی صورت یہ ہے کہ گھوڑا دوڑانیوالا مزید ایک گھوڑا اور برابر میں رکھے تاکہ سوادی کا گھوڑا تھک اور سست ہونے لگے تو دوسرے گھوڑے پر سوار ہوکر آگے نکلنے کی کوشش کرے، بہرحال اسکی بھی ممانعت ہے اسلئے کہ اسمیں ایک نوعیت کے اعتبار سے خداع ہے۔

لاشغار شین پر کسرہ، دراصل عہد جاہلیت میں نکاح کی یہ ایک صورت رائج تھی، اور اس کی صورت یہ تھی کہ باہم دو شخص یہ شرط کرتے کہ میں اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح تمہارے (یا تمہارے لڑکے) کے ساتھ کرتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ تم بھی اپنی لڑکی (یا بہن) کا نکاح میرے ساتھ (تبادلہ میں) کروگے، اور یہ تبادلہ نکاح ہی مہر ہوگا، آپ ﷺ نے اس کو بھی منع فرمایا ہے، اکثر علماء کے نزدیک اس صورت سے نکاح باطل ہوگا، اور امام اعظمؒ وحضرت سفیانؒ کے نزدیک (اگر ایجاب اور قبول کے ساتھ شرعی طریقہ پر) نکاح ہوا ہے تو نکاح منعقد رہے گا اور جو شرط عدم مہر کی ہوئی تھی وہ کالعدم ہوگی اور مہر مثلی لازم ہوگا، تاہم ان حضرات کے نزدیک بھی کراہت ضرور ہے، اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے نہی کی وجہ سے، مزید تفصیل کتاب النکاح میں معلوم ہوئی۔ (از تعلیق، اسعدی)

﴿طیب نفس کے ساتھ ہی حلال ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ حُرَّۃَ الرَّقَاشِیْ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَایَحِلُّ مَالُ امْرِیٍٔ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْہُ. رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبٰی.

ترجمہ: حضرت ابوحرہ رقاشیؒ بروایت عم خود روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! تم لوگ ظلم نہ کرو، خبردار! کہ انسان کا مال حلال نہیں مگر اس کی طرف سے خوش دلی کے ساتھ۔ (بیہقیؒ، دار قطنیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح طیب نفس: قلبی رضامندی، مقصدِ بیان یہ ہے کہ محض زبانی اجازت بھی (بعض مرتبہ) کفایت نہیں کرتی جب تک حقیقی رضامندی نہ ہو، بسا اوقات اکراہ اور جبراً کوئی شیٔ کر دی جائے اس وقت تحقیقی رضامندی نہ ہوگی حالات سے بھی اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۳﴾ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: لَا جَلَبَ وَلَاجَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ وَمَنِ انْتَہَبَ نُہْبَۃً فَلَیْسَ مِنَّا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ.

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام میں جلب، جنب اور شغار نہیں ہے اور جو شخص لوٹ مار کرے تو وہ ہم سے نہیں ہے۔ (ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح لاجلب ولا جنب: ج اور لام دونوں پر فتحہ، یہ دو کلمات ہیں اور ان کا استعمال دو جگہ ہوا کرتا ہے۔ (۱) زکوۃ اور صدقہ میں (۲) اور سباق یعنی گھوڑوں کی مسابقت میں، صورتِ اول میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت صدقات وزکوۃ وصول کرنے والا آئے وہ کسی ایک جگہ پر آکر قیام کرے اور بستی والوں کو حکم دے کہ وہ اپنے اموالِ زکوۃ لے کر اس جگہ آئیں اور حساب دے کر ادائیگی کریں یہ جلب ہے، اور جنب یہ ہے کہ جن لوگوں پر صدقہ اور زکوۃ فرض ہے وہ اموال اپنی رہائش گاہوں سے دور اموال کو لے کر چلے جائیں تاکہ مقصد اسی جگہ آئے، اس کی تفصیل کتاب الزکوۃ میں معلوم ہو چکی، اس کی بھی اجازت نہیں۔ اور شغار۔ نکاح کے لیے اول، بدل والی صورت اختیار کرنا اور مہر نہ ہونا، زمانہ جاہلیت میں یہ صورت رائج تھی تفصیل کتاب النکاح میں ہے۔

﴿ادنیٰ شئی بھی غصب ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۴﴾ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ لَا یَاْخُذُ اَحَدُکُمْ عَصَا اَخِیْہِ لَاعِباً جَادًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِیْہِ فَلْیَرُدَّھَا اِلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرِوَایَتُہٗ اِلٰی

قَوْلِہٖ جَادًّا.

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید بروایت والد خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی مذاق کے انداز میں بنیت حقیقت نہ لے، اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کی لاٹھی لی ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو واپس کر دے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، اور ابوداؤدؒ کی روایت جاداً تک ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح عصا، ہاتھ میں رکھی جانے والی چھوٹی لکڑی۔ لاعباً، از روئے مذاق اور بصورتِ کھیل، جاداً، قصداً، حقیقی طور پر لینا۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ بعض اشخاص کی یہ عادت ہوا کرتی ہے کہ اگر کسی کی کوئی شی لینا (اور غصب کرنا) ہے تو بظاہر وہ اسی شی کو ہنسی اور مذاق کی (صورت میں) اٹھاتا ہے؛ لیکن قصد یہ ہے کہ وہ واقعی اس کو لے کر جائے، اگر مالک کی نظر میں ہوگئی تو یہ کہتا ہے کہ میں از روئے مذاق اٹھا رہا تھا اور پھر چھوڑ دے گا، بہر حال یہ غصب ہے ناجائز ہے اگر چہ وہ کم قیمت ہی کی کوئی شی ہو۔

فائدہ: عصا کا تذکرہ تمثیلاً ہے کہ ادنیٰ شی کو بھی اس صورت سے اخذ کرنا درست نہیں، ظاہر ہے کہ زائد قیمت والی اشیاء بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوں گی؛ لہٰذا لازم ہے کہ مالک کو وہ شی واپس کر دے۔

﴿اپنا غصب شدہ مال اگر...﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۵﴾ وَعَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ.

ترجمہ: حضرت سمرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال بعینہٖ کسی کے پاس موجود پایا تو وہ اس مال کا زیادہ حق دار ہے اور خریدار اس شخص کو پکڑے جس نے اس کو فروخت کیا ہے۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح عینَ مالہٖ، اپنا ہی مال کسی شخص کے پاس ہونا، مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر غصب کردہ اور چوری شدہ اپنا مال کسی شخص کے پاس موجود ہے اور مالک نے اس کو اس کے پاس موجود پایا ہے تو مالک اپنے مال کا مستحق ہوگا اور وہ اس پر قبضہ کرلے گا، ویتبعُ البیّعُ، اور اگر وہ اس شخص کی خرید کردہ شی تھی تو اس کو چاہیے کہ وہ اس سے مطالبہ کرے اپنی رقم کا جس سے وہ خرید کر لایا تھا، اصل مالک اس شی کی قیمت کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔

حاصل کلام: چوری کا مال فروخت کرنے سے اصل مالک کی ملکیت سے خارج نہ ہوگا، یہ بیع باطل ہوگی۔

﴿لی ہوئی شی کو واپس کرنا ہوگا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۲۶﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت سمرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ پر (یعنی لازم ہوتی ہے) وہ چیز جو اس نے لی ہے یہاں تک کہ وہ ادا کر دے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح علی الیدِ، ذمہ داری پر ہے، ترکیب میں خبر مقدم، ما موصولہ، مبتدا مؤخر، یعنی ما اَخذتہٗ الید ضامنٌ

مقصدِ بیان یہ ہے کہ جو شی کسی سے لے گئی ہو، عاریۃً ہو اور یا کسی بھی صورت پر ہو جب تک اس کو واپس نہ کی جائے گی لینے والے پر واپس کرنا لازم ہے اگر وہی شی موجود ہو تو وہی اسے واپس کی جائے گی۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا ضمان لازم ہوگا، بعض مرتبہ

مالک کو معلوم نہیں یا اس کو یاد نہیں تب بھی ادا کرنا لازم ہے۔

﴿اگر حیوان سے نقصان پھونچا ہو﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۲۷﴾ وَعَنْ حَرَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ اَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْحَوَائِطِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ وَاَنَّ مَا اَفْسَدَتِ الْمَوَاشِي بِاللَّيْلِ ضَامِنٌ عَلٰى اَهْلِهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت حرام بن سعد بن محیصہ نے نقل کیا کہ حضرت برار بن عازب ؓ کی اونٹنی ایک باغ میں داخل ہوگئی اور اس نے (باغ کو) خراب کردیا، پس رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ باغ کے مالکوں پر دن میں ان کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور رات کے وقت چوپائے اگر باغ کو خراب کردیں تو چوپایوں کے مالک پر ضمان لازم ہوگا جو انہوں نے خراب کیا ہے۔ (مالکؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حائطا، باغ، درختوں یا دیوار وغیرہ سے اس کا احاطہ کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس کو حائط کہا گیا ہے۔ مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے حیوان نے کسی کے باغ اور کھیت وغیرہ میں داخل ہو کر نقصان پھونچادیا ہے تو حیوان کے مالک پر اس کا ضمانِ نقصان لازم ہوگا۔

مسئلہ دوم: آپ ﷺ نے یہ قانون ارشاد فرمایا کہ دن کے حصہ میں باغ (وغیرہ) کے مالک پر حفاظت کرنا لازم ہے اور رات کے حصہ میں حیوان کا مالک اس کی حفاظت رکھے کہ باندھ کر رکھے؛ لہٰذا اگر رات میں نقصان ہوا ہے تو حیوان کے مالک پر ضمان ہوگا۔

ضروری وضاحت: (۱) دراصل از روئے عرف یہ مقرر شدہ ہے کہ دن کے اوقات میں باغ وغیرہ کی حفاظت کی جاتی ہے ان کی نگرانی ہوتی ہے اور اسی طرح حیوان کی نگرانی اور حفاظت رات کے اوقات میں ہوا کرتی ہے۔

(۲) اور اگر حیوان کے ساتھ اس کا مالک ہے تو بہر صورت دن ہو یا رات، نقصان کا ضمان مالکِ حیوان پر لازم ہوگا، یہ قول ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا، اور احنافؒ کے نزدیک دن اور رات دونوں وقت میں اگر حیوان کا مالک ساتھ میں نہ ہو تو ضمان واجب نہ ہوگا۔ (از تعلیق)

فائدہ: ایک تفصیل آئندہ روایت میں آرہی ہے۔

﴿غیر اختیاری نقصان پر ضمان نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۲۸﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الرِّجْلُ جُبَارٌ وَقَالَ النَّارُ جُبَارٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا (جانوروں کے) پیروں (سے نقصان شدہ) معاف ہے اور فرمایا آگ معاف ہے۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح الرِجْلُ: پاؤں اور اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جانور کے پاؤں سے روندا ہوا، پاؤں سے نقصان پہونچا ہوا، جُبارٌ بمعنی الهدر، یعنی کوئی ضمان نہ ہوگا۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ حیوان کے پاؤں سے نقصان اگر ہوا ہے تو اس کے مالک پر کوئی ضمان نہ ہوگا اگر وہ سواری پر سوار تھا۔

فائدہ: اس میں دن اور رات کی کوئی تفصیل نہیں ہے، (د) النارُ جبارٌ، آگ سے اگر نقصان ہوا ہے تو آگ جلانے والے پر کوئی ضمان نہ ہوگا؛ کیونکہ غیر اختیاری طور پر وہ آگ ہوا سے اڑ گئی ہے۔

﴿ضرورتِ شدیدہ کے وقت﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۲۹﴾ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ عَلٰى

مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَإِنْ أَجَابَهُ أَحَدٌ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ بروایت حضرت سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی جانور کے پاس پہنچے (اور دودھ کی بوجہ شدت بھوک ضرورت ہے تو) اگر اس میں اس کا مالک موجود ہے تو پھر اجازت حاصل کرے اور اگر مالک اس میں موجود نہیں تو پھر تین مرتبہ آواز لگائے، اگر کوئی اس کو جواب دے تو پھر اس سے اجازت حاصل کرے اور کوئی جواب نہ دے تو پھر دودھ نکالے اور پی لے اور ساتھ نہ لے۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح ماشیة، دودھ والا جانور، بکری وغیرہ، فلیصوت، امر کا صیغہ، تصویت سے بمعنی بلند آواز کرنا۔ مقصد بیان یہ ہے کہ اگر ضرورت شدیدہ ہو، فاقہ والی صورت ہو، دودھ کا جانور ہے، مالک موجود نہیں ہے بھوک کی شدت ہے تو احتمال ہے کہ بکری کا مالک آس پاس ہوگا؛ اس لیے بلند آواز کے ساتھ آواز لگائے، اگر موجود ہوگا تو جواب دے گا اور اگر جواب نہ آئے تو اب اس کے لیے مباح ہے بقدرِ ضرورت بکری کا دودھ نکال کر وہ پی لے اور ساتھ لے کر جانے کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر از روئے عرف یہ معروف ہے کہ عام حالت میں بھی دودھ نکال کر پینے کی اجازت ہو تو علی الاصطلاح مباح ہے۔ (از تعلیق)

﴿اگر عرفاً اباحت شدہ ہو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص باغ میں داخل ہو تو وہ کھالے اور کپڑے کے اندر نہ لے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، اور امام ترمذیؒ نے یہ فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح اگر کسی علاقہ کا یہ عرف (اور معروف) ہے کہ باغ میں جو پھل درخت سے زمین پر گرا ہوا ہے اس کو لے کر کھانے کی اجازت ہے تو اب یہ مباح ہوگا۔ لا یتخذ خبنة کپڑا (وغیرہ) میں نہ بھرے۔

اور اگر علی الاطلاق باغ والوں کی جانب سے اس کی بھی اجازت نہ ہو تب اٹھا کر باغ ہی میں کھانا جائز نہ ہوگا؛ اس لیے کہ اصلِ حکم شرعی یہی ہے کہ اجازت کے بغیر کوئی شی لینا، کھانا حرام ہے اگر چہ وہ قلیل مقدار ہی میں ہو جیسا کہ قرآن وحدیث سے معلوم شدہ ہے۔

﴿عاریۃ امانت بھی ہے اور واجب الضمان بھی﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۱﴾ وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَدْرَاعَهُ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُوْنَةٌ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت امیہ بن صفوانؒ بروایتِ والدؓ خود نقل کرتے ہیں کہ بالیقین نبی اکرم ﷺ نے ان سے غزوۂ حنین کے دن چند زرہیں عاریۃً طلب کیں، پس ان کے والد صفوان نے کہا یا محمد! کیا تم مجھ سے چھین کر لینا چاہتے ہو؟ (ابھی تک یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ عاریۃً لیتا ہوں جو کہ واپس کردی جائے گی۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح استعار، باب استفعال سے، عاریۃً طلب کیا، ماضی۔ ادراعہ، درع کی جمع۔ أ برائے استفہام۔ غصباً بصورتِ غصب، عاریة مضمونة، از روئے عاریت جس کی واپسی ہونے والی ہے۔

فائدہ: بعض روایات میں اس جگہ "مؤداۃ" ہے بمعنی ادا کرنا؛ لہٰذا دونوں کا مفہوم یہی ہوا کہ عاریت پر لینا جس کی واپسی ہوگی، کیا

عاریت میں ضمان لازم ہے؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور تفصیل بھی۔

(الف) اصل یہ ہے کہ جو شئی عاریت پر لی گئی ہو وہ امانت ہے اور امانت ہوتے ہوئے حق امانت کی رعایت واجب اور لازم ہے؛ اگر اس کی حفظ وحفاظت میں لاپرواہی کی گئی ہو، غفلت کی گئی ہو، اور وہ ہلاک ہو جائے، کوئی نقصان پیدا ہو جائے (تو) اس صورت میں ضمان لازم آئے گا، حدیثِ مذکورہ میں آپ ﷺ نے (غالبًا) اسی امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے "مضمونۃ" فرمایا ہے کہ اگر دورانِ قبال ان کو نقصان لاحق ہوگا تو اس کا ضمان دیا جائے گا اس لیے کہ یہ صورت تلف کئے جانے کے ہم معنی ہوگی۔

(ب) اور اگر حقِ امانت کی رعایت کی گئی تھی اس کے باوجود تلف ہوگئی تو امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک بہر صورت ضمان واجب ہے، البتہ (مثلاً) حیوان ہے اور وہ قدرتا مر جائے تب ضمان نہ ہوگا، ان حضرات کا استدلال اسی حدیث نمبر (۳۱۲۸) سے ہے جس میں آپ ﷺ نے ضمان کی صراحت فرمائی ہے جس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔

احنافؒ کے نزدیک امانت ہے لہٰذا اس پر تلف ہو جانے پر ضمان واجب نہ ہوگا، استدلال میں ابوداؤد کی روایت ہے جو اس طرح ہے "عاریۃمضمونۃ اور عاریۃ مؤداۃ" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "عاریۃ مؤداۃ" اس میں ضمان کی نفی ہے اور ایک روایت میں: "قالؑ العاریۃ ودیعۃ لا ضمان علیها الا ان یتعدّی" اس روایتِ مذکورہ میں تفصیل کے مطابق صراحت ہے اور مذکورہ حدیث نمبر (۲۸۳۱) میں ضمان کے جملے سے اصل مالک کو یہ تسلی کی گئی اور اطمینان دلایا گیا ہے کہ اس کا واپسی ہی کرنا ہے، ہم کو اس پر ناحق قبضہ کرنا مقصود نہیں ہے اور چونکہ (حضرت) صفوان اس وقت تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے اس لیے انہوں نے اس انداز سے سوال کیا تھا اور اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ عاریت پر لے کر قبضہ ناحق نہ ہو جائے۔ اس تفصیل سے تمام روایات کے درمیان سے تعارض ختم ہو گیا۔

﴿کفیل ضامن ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جو شئی عاریۃً لی گئی وہ واپس کی جائے گی اور منحہ واپس کی جائے گی، اور قرضہ واجب الاداء ہے اور کفیل ضامن ہے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح المنحۃ، کسی شخص نے دودھ والا حیوان عطیۃً دیا ہو کہ جب تک دودھ ہے اسے مباح کر دیا جائے اور یا پھل دار درخت دے؛ تاکہ اس کے پھل کھا سکے، بہر حال یہ عطیہ، ہدیہ کی ایک صورت ہے؛ البتہ اس میں صرف منافع کی حد تک عطیہ ہوگا "عینِ شئ" کا عطیہ اور ہدیہ نہ ہوگا؛ اس لیے فرمایا: مردودۃٌ، ماخوذ ہے ارڈ سے مفعول یعنی واپس کیا جائے گا، الدین مقضی: قرضہ ادا کرنا ہوگا۔ الزّعیم۔ بمعنیٰ الکفیل، وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت لی ہوئی ہے۔ غارمٌ جو ماخوذ ہے الغرمُ سے، بمعنی شی کا ادا کرنا، مطلب یہ ہوا کہ جس شخص اور جس شی کی ضمانت لی گئی ہے ادائیگی لازمی ہوگی۔

خلاصۂ کلام: جس کا جو حق ہے، عاریۃً ہو، قرضہ ہو، ضمانت اور کفالت ہو، اس کو حق دار تک پہنچانا لازم اور واجب ہے جب تک ادائیگی نہ ہوگی وہ شخص بری نہ ہوگا۔ (از تعلیق، وغیرہ)

﴿نقصان پھونچانا ظلم ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۳﴾ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِیِّ قَالَ: کُنْتُ غُلَامًا اَرْمِیْ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِیَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِی النَّخْلَ قُلْتُ اٰکُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَکُلْ مِمَّا سَقَطَ فِیْ

اَسْفَلِهَا ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.
وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ فِيْ بَابِ اللُّقَطَةِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ترجمہ: حضرت رافع بن عمرو غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا انصار کے کھجور کے درخت پر پتھر مارر ہاتھا (تاکہ درخت سے کھجوریں گریں) پس مجھکو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا اے بچہ! تو درخت پر پتھر کیوں مارتا ہے؟ میں نے عرض کیا کھانے کیلئے، آپ ﷺ نے فرمایا پتھر نہ مار، اور جو کھجوریں درخت کے نیچے پڑی ہوئی ہوں اسکو کھالے، اسکے بعد آپ ﷺ نے اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا اللہ اسکے پیٹ کو بھر دیجئے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ) اور عنقریب ہم حدیثِ عمرو بن شعیبؓ باب اللقطہ میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ)۔

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں (۱) وضاحت اور صراحت ہے کہ درخت پر سے پھل توڑ کر کھانا جائز نہیں ہے إلّا یہ کہ مالک کی صراحت کیساتھ اجازت ہو، اور (۲) اگر درخت سے ٹوٹ کر زمین پر پھل گرا ہوا ہے تو آپکی اجازت اور اباحت فرمائی ہے، بہرحال یہ اباحت از روئے عرف تھی، اس وقت اس کی عام اجازت تھی، اگر کسی علاقہ میں آج بھی اس کی اجازت ہو تب کوئی حرج نہیں ورنہ پھر اس کی بھی اباحت نہ رہے گی، کسی کا مال اگر چہ قلیل مقدار ہی میں ہو، طیبِ نفس کے ساتھ ہی حلال ہوگا۔

الفصل الثالث

﴿زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے پر وعید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۴﴾ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت سالم بروایتِ والد خود نقل کرتے ہیں، ان کے والد نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص نے بلاحق کسی زمین کو غصب کرلیا تو وہ بروزِ قیامت اس زمین کے ساتھ ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ (بخاریؒ)

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۵﴾ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ اَنْ يَّحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جس شخص نے بلا استحقاق کسی کی زمین کو غصب کرلیا تو بروزِ محشر وہ مکلف کیا جائے گا کہ اس کی مٹی کو اٹھائے۔ (احمدؒ)

﴿زمین پر غاصبانہ قبضہ اگرچہ قلیل ہو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَحْفِرَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَ سَبْعِ اَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلماً لی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ اس کی کھدائی کرے یہاں تک کہ ساتویں زمین کے آخری (حصہ) تک پہونچ جائے اور پھر قیامت کے دن کے آخر تک اس کے گلے میں ہار بنا کر ڈالی جائے گی یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (احمدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیث نمبر: (۲۸۱۶) کے تحت اس مفہوم کے سلسلہ میں یعنی "غصب کردہ زمین" پر عذاب آخرت کا بیان گزر چکا ہے۔ (ب) ان روایات، (۲۸۳۴، ۳۵، ۳۶)، میں کلماتِ وعید مختلف ارشاد فرمائے

ہیں، البتہ ان سب میں ایک نوعیت مشترک ہے کہ وہ عذاب زمین ہی کے ساتھ ہوگا، خواہ گلے میں "طوق" بنا کر ڈالا جائے اور یا زمین میں اس کو "دھنسا دیا جائے" اور یا اس کو زمین کی مٹی اٹھانے پر مکلف کیا جائے، یہ عذاب کی مختلف انواع بھی ہوسکتی ہیں، اشخاص کے اعتبار سے نوعیت مختلف ہوں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الشُّفعة

﴿حقِ شفعہ کا بیان﴾

الشفعة: لغۃً مشتق ہے شفعٌ سے، بمعنی ملانا، الضمُّ اور اس جگہ مفعول کے معنی میں ہے، نیز ایک معنی جو وَتر کی ضد ہے وتر نہ ہونا، ملا ہوا ہونا، جفت ہونا، اور شرعاً وعرفاً حقِ شفعہ کا مفہوم یہ ہے کہ شرکت اور یا پڑوس کی وجہ سے شریک یا پڑوسی کی فروخت کردہ اور فروخت ہونے والی جائیداد میں خریداری کا حق وابستہ ہونا اور اختصار کے ساتھ یہ تعریف بھی ہوسکتی ہے۔ "تملیكُ مخصوص" شریعت کے بیان کردہ طریقہ پر مالک ہوجانا، بصورت شفعہ لے کر اس مبیع کو اپنی زمین کے ساتھ ملانا ہے، جس کو یہ حق حاصل ہوگا وہ شفیع ہوگا۔

ضروری وضاحت: یہ حقِ شفعہ زمین، جائیداد ہی کے ساتھ مخصوص ہے؛ لیکن علماءِ ظاہر مثلاً ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک ہر شی میں یہ حق ہے چاہے شی منقول ہو یا غیر منقول ہو، اور اس پر امت کا اجماع ہے، اختلاف نہیں۔

حقِ شفعہ کس طرح حاصل ہے؟ اولاً تو فی نفسہٖ حق شفعہ ثابت اور جائز ہے، مشروع ہے البتہ اسبابِ حق میں تفصیل اور اختلاف ہے۔

حضراتِ ائمہ ثلاثہؒ اور جماہیر علماء کے نزدیک یہ حق فقط شریک کو ہی ہوگا جو شریک فی المبیع ہوگا، اور ان حضرات کے نزدیک پڑوس کی وجہ سے حق شفعہ نہیں ہے، اور احنافؒ کے نزدیک حق جار کی وجہ سے بھی یہ استحقاق ہے؛ البتہ وہ جارِ ملاصق ہو، اور اگر حقوقِ ارض میں شرکت ہے (مثلاً) حقِ طریق اور حقِ شرب (بالکسر) شرکت ہے تب بھی یہ حق برقرار رہے گا اگرچہ اصلِ ملکیت ارض میں تقسیم ہوچکی ہے؛ کیونکہ جس ضرر اور حرج سے محفوظیت کی بنا پر یہ حق شریعت نے دیا ہے وہ ان مذکورہ تینوں صورتوں میں موجود ہے۔

دلائل پر نظر: حضراتِ ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل یہ حدیث نمبر (۲۸۳۷) بھی ہے اور حضرت عثمانؓ سے بھی (موقوفاً) مروی ہے "اذا وقعتِ الحدود فی الارض فلا شفعة" بظاہر اس میں عموم ہے اس لیے شرکت ہی میں یہ حق ہوگا۔

استدلال احناف: بروایتِ ابی رافعؓ حدیث نمبر (۲۸۳۹) میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے الجار احق بسقبه (الخ) اور سقب (سین اور ق پر فتحہ) بمعنی شفعہ ہے، نیز حدیث نمبر (۲۸۳۶) اور حدیث نمبر (۲۸۳۹) میں بھی بصراحت جار کا تذکرہ ہے لہٰذا ان روایات سے ثابت ہوا کہ جار بھی سبب ہے، اور جن روایات میں بظاہر نفی ہے ان روایات سے اس کی تفسیر ہوجائے گی اور یہ (بھی) کہا جاسکتا ہے کہ تقسیم ہونے پر شرکت والی صورت ختم ہوگئی ہے نہ کہ علی الاطلاق نفی ہے۔

الفصل الاول

﴿حق شفعہ اور تقسیم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۷﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شی میں جو تقسیم نہ کی گئی شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے (یعنی اسمیں شفعہ جاری ہوسکتا ہے) اور جب حدود واقع ہوجائیں (کہ وہ تقسیم کرلی گئی) اور راستے پھیر لیے (اور ہر ایک نے خاص کرلیا) تو پھر اسمیں شفعہ نہیں۔ (بخاری)

کلماتِ حدیث کی تشریح فی کلّ ما لم یُقسَم (مجہول) یعنی تقسیم نہ کی گئی ہو؛ یعنی زمین اور جائیداد مشترک ہو، فاذا الخ یعنی تقسیم ہو کر حد ود ہر ایک کے حصہ کی مقرر ہو گئی ہوں، صُرِفَ الخ اور جب تقسیم ہوگئی تو ہر ایک شریک کا راستہ بھی بدل جائے گا، فلا الخ حق شفعہ ختم، عند الاحناف اس کا مطلب یہ ہے کہ حق شرکت والی صورت ختم ہوگئی ہے نہ کہ دوسری وجوہات جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں معلوم ہو چکی ہے (از تعلیق وغیرہ)

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْحَائِطٍ لَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهٗ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے ہر مشترکہ چیز میں جو کہ تقسیم نہ ہوئی ہو، مکان ہو یا باغ، اس کے لیے جائز نہیں ہے فروخت کرنا یہاں تک کہ اپنے شریک سے اجازت لے، پھر اگر وہ شریک چاہے تو خرید کرے اور اگر چاہے چھوڑ دے (یعنی شفعہ کا مطالبہ نہ کرے) اور اگر فروخت کر دیا اور شریک سے اجازت نہ لی ہو تو پھر وہ اس کا زیادہ حق دار ہے (کہ بطورِ شفعہ لے لے)۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح قضیٰ الخ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا، شرکۃ، یعنی شی مشترکہ، ربعۃ، (مکان) حائطٍ (باغ)، لا یحلُّ، مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرتا ہو تو وہ دوسرے شریک سے دریافت کرے اگر وہ خریداری سے انکار کرتا ہے اب دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے، اطلاع اور اجازت سے قبل مناسب نہ ہوگا؛ کیونکہ وہ مقدم ہے خریداری کے لیے اور اسی وجہ سے حق شفعہ دیا گیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین اور جائیداد ہی میں یہ حکم ہے، اور جماہیر علماء کا مذہب بھی یہی ہے۔

﴿حق شفعہ برائے پڑوس﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۳۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پڑوسی (شفعہ کا) زیادہ حق دار ہے اپنی قربت و نزدیکی کی وجہ سے (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں بصراحت بیان ہے کہ حق شفعہ پڑوس کے لیے بھی ہے اور احناف کی یہ دلیل ہے بسقبہ، سقب بمعنی القربُ، پڑوس اور با برائے سببیت ہے۔

فائدہ: شریعت نے پڑوسی کے بہت حقوق بیان کئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے؛ اس لیے حق شفعہ بھی پڑوس کے لیے ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے، حدیث نمبر (۲۸۳۹) میں حق جار کا تذکرہ ہے اسی مناسبت سے اس کے بعد یہ بھی حق دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۲۸۴۰) میں ارشاد ہے۔

﴿پڑوسی کا حق﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۰﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی پڑوسی منع نہ کرے اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے

(کپڑا وغیرہ ڈالنے کے لیے)۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح لا یمنع، اگر پڑوسی دیوار میں کوئی لکڑی (جیسی شی) لگائے تو حق پڑوس کی رعایت کرتے ہوئے منع نہ کیا جائے، علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ امر برائے وجوب ہے اور حضرات ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں ہے،

ضروری وضاحت: اگر کسی بھی قسم کا ضرر اور حرج کا اندیشہ ہو اس وقت منع کیا جا سکتا ہے۔

﴿اگر راستہ میں اختلاف ہو﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۴۱﴾ وَعَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيْقِ جُعِلَ عَرْضُهٗ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم راستہ میں اختلاف کرنے لگو تو راستہ کی چوڑائی سات ذراع کر دی جائے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اگر قدیم راستہ مقرر شدہ نہ ہو، جدید راستہ چالو کرنا ہے اور اہلِ محلّہ کے درمیان اختلافی صورت پیدا ہو جائے، باہم اتفاق نہ ہو، تب سات ذراع کی بقدر راستہ عرضاً ہوگا، اور اگر قدیم راستہ ہے تو اسی پر عمل ہوگا، اور راستہ جس مقدار پر تجویز ہو رہے، اس میں سے کسی شخص کو حق نہ ہوگا کہ اس میں سے کسی جزء پر قبضہ کرے۔

الفصل الثانی

﴿جائیداد کی فروختگی مناسب نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۴۲﴾ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ دَاراً اَوْ عَقَاراً قَمِنٌ اَنْ لَا يُبَارَكَ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَهٗ فِيْ مِثْلِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت سعید بن حریثؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے تم میں سے جو شخص کوئی مکان یا زمین فروخت کرے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کو برکت نہ دی جائے مگر یہ کہ اس (کی قیمت) کو اسی طرح کی چیز میں لگا دے (یعنی خرید لے)۔ (ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح قَمِنٌ بمعنی حقیق، مناسب، مقصدِ ارشاد یہ ہے کہ صاحبِ جائیداد کو یہ ہدایت ہے کہ وہ جائیداد فروخت نہ کرے اور اگر کسی وجہ سے فروخت کرنا ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ اسی طرح کی کوئی دوسری جائیداد اس رقم سے خرید کرے، اگر کسی اور مصرف میں اس رقم کو صرف کیا جائے گا تو برکت نہ ہوگی۔

زمین جائیداد وغیرہ پر ہلاکت اور ضرر تقریباً لاحق نہیں ہوا کرتا ہے وہ محفوظ رہتی ہے، اور دیگر اشیاء منقولات میں ہلاکت اور نقصان کے امکانات زائد ہوتے ہیں، نقد رقم بھی جلد خرچ ہو جاتی ہے، فالاولیٰ ان لا تباع (از تعلیق مع الوضاحت)

﴿پڑوس بھی سبب ہے برائے شفعہ﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۴۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ لَهَا وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِداً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے اسی کی وجہ سے (فروخت

کرنے کے وقت) انتظار کیا جائے گا اگر وہ موجود نہ ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہو۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے بھی صراحتاً معلوم ہوگیا کہ حق شفعہ پڑوس کے لیے بھی ہے؛ لہٰذا اگر وہ پڑوسی حاضر نہ ہو اور کسی کو فروخت کرنا ہے تو اس کی آمد تک انتظار کیا جائے گا۔

اذا الخ، اس میں یہ تصریح ہے کہ پڑوس ہونے میں "راستہ" کا بھی اعتبار ہوا کرتا ہے۔

﴿حق شفعہ کس شئی میں ہے؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ وَالشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلاً وَهُوَ اَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شریک شفعہ کا حقدار ہے اور شفعہ ہر (غیر منقول) چیز میں ہے، (ترمذیؒ) اور ترمذیؒ نے فرمایا کہ بروایت ابن ابی ملیکہؒ مرسلاً نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور وہ روایت زیادہ صحیح ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح فی کلّ شیء بعض علماءِ ظاہر نے اس جملہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ حق شفعہ "منقولہ" اشیاء میں بھی ہے، فقط جائیداد کے ساتھ ہی مخصوص نہ ہوگا؛ لیکن دوسری روایات اور معمول بہ صورت کی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ مراد ہر وہ شئی ہے جس میں حقِ شفعہ جاری ہوسکتا ہو۔ (یعنی وہ زمین وغیرہ ہے)۔ (از تعلیق)

﴿مفادِ عامّہ کو نقصان پہونچانا بھی حرام ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۵﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ مُخْتَصَرٌ يَعْنِيْ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِيْ فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيْلِ وَالْبَهَائِمُ عَبَثاً وَظُلْماً بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حبیشؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بیری کا درخت کاٹ دیا تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں اس کے سر کو الٹا کرے گا۔ (ابوداؤدؒ) امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث مختصر ہے، مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے جنگل کے بیری کے اس درخت کو کاٹ دیا جس سے چوپائے سایہ حاصل کرتے تھے بطور ظلم جس میں اس کا کوئی حق بھی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو دوزخ کی آگ میں الٹا کردے گا۔

کلماتِ حدیث کی تشریح **سدرہ:** بیری کا درخت، مقصد بیان یہ ہے کہ وہ بیری کا درخت جو جنگل میں ہے، سایہ دار ہے، اور اس درخت کی خصوصیت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عرب میں وہ بکثرت ہوں گے اور اس درخت کو ایک خاص نسبت بھی حاصل ہے جیسا کہ حدیثِ معراج میں تذکرہ ہے (اسعدی) اور اپنی مملوکہ زمین میں نہیں ہے؛ بلکہ عام لوگوں کے لیے وہ سایہ ہے اگر ایسی بیری کو کاٹ دیا گیا ہے تو اس پر یہ عذاب کی وعید ہے، اور بعض شراح نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ حرمِ مکہ کی بیری کا درخت مراد ہے، اور یا یہ کہ حرمِ مدینہ (کی بیری) کا درخت ہے، واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

﴿حقِ شفعہ کس میں ہے؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۶﴾ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فِي الْاَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِيْهَا وَلَا شُفْعَةَ فِيْ بِئْرٍ وَلَا فَحْلِ النَّخْلِ رَوَاهُ مَالِكٌ.

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ نے ارشاد فرمایا جب کہ زمین میں سدود قائم ہو جائیں تو پھر اس میں حق شفعہ نہیں ہے اور کنویں میں اور نہ کھجور کے درخت میں حقِ شفعہ ہے۔ (امام مالکؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیثِ پاک کا جزءِ اول ''اذا وقعت الخ'' کی تفصیل گذشتہ روایات کے تحت معلوم ہو چکی ہے، دوسرا جزء ''ولا شفعة الخ'' یعنی حق شفعہ نہ کنویں میں ہے اور نہ درختوں میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ جو اشیاءِ غیر منقولہ، جائیداد تقسیم کو قبول کر سکتی ہوں اس میں حق شفعہ ہوگا، اور جو نا قابلِ تقسیم ہے (مثلاً) کنواں، اس میں یہ حق ثابت نہیں ہے، یہ مذہب ہے امام شافعیؒ کا، اور احنافؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ غیر منقولہ قابلِ تقسیم ہو یا نہ ہو، ہر ایک شی میں یہ حق ہے ''الشفعةُ في كل شي'' لہٰذا حمام، طریق، کنواں، پن چکی وغیرہ ذلك۔ (از تعلیق)

باب المساقات والمزارعة

﴿عقدِ باغبانی اور کاشتکاری کا بیان﴾

یہ دو عقد ہیں، اور کسبِ معاش کی یہ دوسری بڑی صورت ہے (۱) باغات کے حق میں معاملہ کرنا۔ (۲) زمین میں کاشتکاری کا عقد کرنا، اور یہ دونوں عقد بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں؛ مثلاً قرآنِ کریم میں ہے: قال الله تعالىٰ ''اَفَرَاَيْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ الخ'' وقال تعالىٰ ''وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ الخ'' اور آیت میں حرث (کاشتکاری) کا تذکرہ ہے اور دوسری آیت میں باغات (جنات) کا بھی تذکرہ ہے، المساقاةُ، یعنی ان يعامل انساناً علي شجرة الخ کہ درختوں کو سیراب کرنا، ان کی دیکھ ریکھ، (اور) تربیت کرنا اور اس پر معاملہ اور معاہدہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ جو پھل عطا فرمائیں گے دونوں (باغ کے مالک اور باغ میں یہ کام کرنے) والوں کے درمیان اجزاء معین کی تقسیم پر معاہدہ ہونا۔ اور **المزارعةُ**: یعنی معاہدہ اور معاملہ اراضی پر ہونا کہ زمین کے مالک اور کاشتکار دونوں کے درمیان پیداوار حسبِ شرائط تقسیم ہوگی ہر فتح خیبر کے بعد قوم یہود اور آپ ﷺ کے مابین وہاں کے باغات اور وہاں کی اراضی میں کاشت (مزارعت) کے حق میں معاہدہ ہوا تھا جو عملاً دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی سنت ہے، اور امت کا اس پر اتفاق اور اجماع بھی قائم ہے۔

اور بعض روایات میں، بعض اصحابؓ سے جو عدم موافقت مروی ہے وہ دراصل مفہوم کے اعتبار سے اختلاف ہوا ہے، فی نفسہ یہ عقد جائز ہے۔ جن روایات سے دوسرا مفہوم معلوم ہوتا ہے اس کی وضاحت ان روایات کے تحت معلوم ہوگی انشاء اللہ۔

(ب) آپ ﷺ کا یہودِ خیبر کے ساتھ یہ معاملات کرنا اور حضرات صحابہؓ کا اس پر عمل کرنا، جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸۵۱ میں بیان ہے ''كنا اكثر اهلُ المدينةِ حقلاً (الخ) اور فصلِ ثالث میں حدیث نمبر ۲۸۵۶ میں تصریح کے ساتھ ہے۔ قال ما بالمدينة اهلُ بيت هجرةٌ الا يزرعون الخ.

خلاصۂ کلام: مساقات، سقی سے ماخوذ ہے، بمعنی پانی دینا، سیراب کرنا، اور مزارعة، زرع سے ماخوذ ہے بمعنی کھیتی۔ اور یہ دونوں بابِ مفاعلة کے وزن پر ایک مصدر ہیں، بہر حال آخری مفہوم کے اعتبار سے دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور فرق اس قدر ہے کہ ایک کا تعلق درخت کے ساتھ اور دوسرے کا تعلق زمین کے ساتھ ہے (خلاصہ از تعلیق بحوالۂ طیبی اور تشریح از اسعدی)

فائدہ: جب دونوں فریق کے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا تو زمین اور باغ ایک فریق کے حوالہ ہوں گے تا کہ وہ عمل کرے۔

عقد مزارعة اور اقوال فقہاء: (الف) مساقات (فی الاشجار) اور مزارعت (فی الاراضی) امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے

اورامام اعظمؒ کا استدلال باب کے تحت مذکورہ حدیث نمبر (۲۸۴۹) سے ہے بروایت عن عبداللہؓ۔

(ب) حضرات ائمہ ثلاثہؒ اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ نیز جماہیر اہلِ علمار سلفاً وخلفاً کے نزدیک شرائط کے ساتھ درست ہے اور جائز ہے، ان حضرات کا استدلال باب کے تحت مذکورہ روایات ہیں جن کا اشارہ گذشتہ سطور میں بھی ہوا ہے۔

مزارعت اور کرار ارض کی تفصیل

(۱) زمین کا مالک، زمین کو ایک نقد رقم کے بعوض کرایہ پر دے اور یا یہ کہ ایک مقدار غلہ کرایہ پر دے، یہ بالاتفاق جائز ہے جس طرح مکان وغیرہ کرایہ پر دیا جاتا ہے، بہر حال یہ معمول بہ ہے

(۲) اگر زمین کا مالک کاشتکار کو زمین اس شرط کے ساتھ دے کہ زمین کے فلاں حصہ پر جو پیداوار ہوگی وہ مالکِ ارض کی اور باقی کاشتکار کی یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

(۳) زمین کے مالک اور کاشتکار کے درمیان معاہدہ ہو کہ پیداوار سے مشترکہ طور پر ایک تہائی (اور یا جو مقدار) طے ہو تو اس میں اختلاف ہے، کمامرّ، مزید تفصیل آئندہ، اراضی خیبر کے معاملہ سے متعلق ایک تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جو معاہدہ اور معاملہ ہوا تھا وہ مزارعۃ نہ تھا؛ بلکہ وہ از روئے جزیہ تھا کہ پیداوار کا نصف ہی جزیہ ہے؛ اس لیے کہ آیتِ جزیہ کے ہوتے ہوئے بھی اہلِ خیبر سے نہ آپ ﷺ نے جزیہ وصول کیا اور نہ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے جزیہ وصول نہیں کیا، ظاہر ہے کہ اگر یہ جزیہ والی نوعیت ہوتی تو بالضرور جزیہ لیا جاتا، کسی بھی روایت سے جزیہ لینا اہلِ خیبر سے ثابت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

ضروری وضاحت: بہر حال متاخرین فقہار احنافؒ نے جماہیر علمار اور حضرات صاحبینؒ کے قول اور تحقیق کے مطابق جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ عقد مزارعت جائز ہے اور آج تک یہ معمول بہ ہے۔ (ماخوذ از ایضاح) تعامل کی تفصیل حدیث نمبر ۲۸۴۷ میں بھی ہے۔

الفصل الاول

﴿ارضِ خیبر پر عقد ہونا برائے مزارعت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۷﴾ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلَى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا اِلٰى اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

ترجمہ ومطلب: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بالیقین رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو خیبر کے کھجوروں کے باغ اور وہاں کی زمین اس شرط پر دی کہ وہ اپنے اموال سے ان میں محنت کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے ان کے پھلوں (اور پیداوار) کا نصف حصہ ہوگا۔ (مسلمؒ)

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو (باغ اور زمین) اس شرط پر دیئے کہ وہ ان میں محنت کریں اور زراعت کریں اور ان کی پیداوار میں سے نصف حصہ ان (یہود) کے لیے ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح

من اموالھم جب اہلِ خیبر یعنی یہود سے معاہدہ ہوگیا تو آپ ﷺ نے وہ اراضی، باغات ان کے حوالہ کر دیا، اور اصل معاملہ یہ تھا کہ یہود ہی کام کریں گے اور اخراجات مالی بھی انہیں کے ہوں گے اور پیداوار میں سے نصف آپ ﷺ کے لیے اور نصف ان کے لیے (چنانچہ دوسری روایت میں تصریح ہے)۔

ضروری وضاحت: اگر چہ روایات میں مدتِ عقد کا تذکرہ نہیں ہے، اور عند الاحناف تو یہ ضروری ہے کہ مدتِ عقد بھی معلوم ہو اور

مقدار اجزار کی بھی تعیین ہو، ما یخرج منہا من الزرع کالثلث والربع وغیر ذلک. (ازتعلیق)

﴿مخابرہ درست نہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرىٰ بِذٰلِكَ بَاْساً حَتّٰى زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا فَتَرَكْنَا مِنْ اَجَلِ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم مزارعت کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ رافع بن خدیج نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے تو ہم نے اس وجہ سے چھوڑ دیا۔ (مسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں یہ تذکرہ ہے کہ ابتداءً حضرات صحابہؓ عقدِ مخابرہ (مزارعہ) کرتے تھے، مگر حضرت رافعؓ نے خبر دی کہ آپ ﷺ نے اس عقد سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے (صحابہؓ کی ایک جماعت نے) از روئے احتیاط اس کو ترک کر دیا تھا۔ زعم بمعنی قال، من اجلِ ذلک یعنی اس ممانعت (کی خبر) کی وجہ سے۔

ضروری وضاحت: عقد میں عدم جواز کا ایک پہلو یہ کہا گیا ہے کہ اس عقد میں جو زمین کے مالک کو پیداوار کا ایک جز دیا جائے گا (گویا کہ یہ معاوضہ اور) کرایہ ہوگا "بجزءٍ منہا" اور یہ منسوخ ہے ان روایات سے استدلال کرتے ہوئے جن میں زمین کو کرایہ پر دینا "بعوض ما یخرج" کے نہی وارد شدہ ہے... اور چونکہ یہ اجارۂ مجہولہ ہوگا کہ یہ ممکن ہے کہ کسی وقت زمین سے کچھ بھی پیدا نہ ہو اور حدیث نمبر ۲۸۴۸ کا احنافؒ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہلِ خیبر سے جو معاملہ فرمایا تھا وہ بصورتِ مساقات اور مزارعت نہیں تھا؛ بلکہ وہ بصورتِ خراج تھا کہ خراج کی مقدار مقرر کی گئی تھی، اور اہلِ خیبر سے (گویا کہ) صلح ہوئی تھی، اور خیبر کی اراضی پر غنیمت کے طور پر (مالکانہ) حق ملکیت نہیں ہوا تھا، واللہ اعلم۔

﴿کسی خاص جگہ کی پیداوار کے ساتھ عقد کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۴۹﴾ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُنْبِتُ عَلَى الْاَرْبِعَاءِ اَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ؟ فَقَالَ لَيْسَ بِهَا بَاْسٌ وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذَالِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُوْ الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن قیس بروایتِ رافع بن خدیج مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو میرے دو چچا نے خبر دی ہے کہ حضرات صحابہؓ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں زمین کو کرایہ پر دیا کرتے تھے بعض اس پیداوار کے جو کہ نالیوں پر ہو یا کچھ حصہ صاحب زمین مستثنیٰ کر دیا کرتا تھا (کہ جو اس حصہ پر پیدا ہوگا وہ زمین کی اجرت ہوگی) نبی اکرم ﷺ نے ہم کو اس سے منع فرما دیا، میں نے حضرت رافع سے سوال کیا کہ زمین کو کرایہ پر دراہم اور دنانیر کے عوض دینا کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کوئی مضائقہ نہیں، اور جس صورت سے منع کیا گیا ہے وہ ایسی صورت ہے کہ اگر اس میں کوئی فہیم شخص حلال وحرام کے متعلق غور فکر کریں تو اس کو اجرت جائز ہی قرار نہ دیں؛ کیوں کہ اس صورت میں غرر اور دھوکا ہے۔ (بخاری ومسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح بما، ب برائے عوض، ما بمعنی الذی، الاربعاء وہ پانی کی چھوٹی نالیاں جنسے کھیت میں پانی پہونچایا جائے مقصدِ بیان یہ صورت ہے کہ کسی خاص حصۂ زمین کی پیداوار کو زمین کا کرایہ مقرر کر دیا جائے یہ صورت درست نہیں، آپ ﷺ نے

اس کو منع فرمایا ہے، اور اسی طرح مالک زمین نے ایک حصۂ زمین کو مستثنیٰ کر دیا ہو کہ جو پیداوار اس جگہ ہوگی وہ زمین کا کرایہ ہوگا، یہ صورت بھی اول ہی کے مثل ہے، لہٰذا یہ بھی درست نہیں ہے۔

فائدہ: گذشتہ سطور میں بھی اس صورت کو بالاتفاق ناجائز قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایک قسم کا غرر اور دھوکہ ہے۔ تیسری صورت یہ کہ نقد رقم طے کی جائے کرایہ کے لیے، فلیس بھا باس (اس میں کوئی حرج نہیں) کیونکہ یہ صورت خوب واضح ہے کوئی غرر وغیرہ نہیں۔ (از تعلیق)

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۰﴾ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلًا وَكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ اَرْضَهٗ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

توجمه: حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم اکثر اہلِ مدینہ کاشتکار لوگ تھے اور ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زمین کرایہ پر دیتا اور (اس کی صورت یہ ہوتی کہ زمین کا مالک یوں) کہتا یہ زمین کا حصہ جو میرے لیے خاص ہے (لہٰذا اس پر جو پیداوار ہوگی وہ میری) اور یہ تیرے لیے، پس بعض مرتبہ اسی حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرے حصے میں پیداوار نہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ نے اہلِ مدینہ کو منع فرما دیا۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حقلاً، کاشتکار۔ اخرجت، اس روایت میں اس وجہِ ممانعت کو بیان فرمایا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ جس حصہ کو مالکِ زمین نے خارج کیا ہوا ہے اسی حصہ پر پیداواری ہو اور باقی پر پیداوار نہ ہو، یہی پُر خطر صورت ہے اور کرایہ دار کے لیے اس میں ضرر ہے۔

﴿افضل ھے کہ زمین بغیر اجرت دی جائے برائے کاشت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۱﴾ وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ: قُلْتُ لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَاِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ اَيْ عَمْرُو اِنِّيْ اُعْطِيْهِمْ وَاُعِيْنُهُمْ وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِيْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَاْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

توجمه: حضرت عمروؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت طاؤس سے کہا اگر تم مزارعت کو چھوڑ دیتے تو بہتر تھا؛ کیونکہ اکثر لوگ یہ خیال کرتے (اور کہتے) ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، حضرت طاؤس نے جواباً فرمایا اے عمرو! میں انکو زمین دیتا ہوں اور انکی اعانت کرتا ہوں، اور انکے بڑے عالم نے مجھکو خبر دی ہے؛ یعنی حضرت عباسؓ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا؛ لیکن (یہ) فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو زمین برائے کاشت عطا کر دے تو اس کیلئے اس سے بہتر ہوگا کہ اسپر معین کرایہ وصول کرے (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے یہ حقیقت واضح ہے کہ زمین برائے زراعت عقدِ مزارعت کی صورت میں دینا جائز ہے، البتہ زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو مفت زمین دی جائے کہ کوئی معاوضہ نہ ہو، اور یہ عاریتاً دینا ہوگا جو واپس دیجائے گی؛ چنانچہ اس کے بعد بھی تفصیل آئندہ حدیث میں ہے۔

﴿زمین عاریۃ پر دینا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ

فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو وہ اس میں (خود) کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کردے اور اگر اس سے انکار کرے تو اپنی زمین کو رکھ لے، (یہ بطورِ تنبیہ فرمایا)۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ صاحبِ ارض اگر بذاتِ خود کاشت کرے تو وہی خود ہی اس سے فائدہ اٹھائے اور اگر کسی وجہ سے خود نہ کرسکتا ہو تو اپنے مسلمان بھائی کو عاریۃً دے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ کوئی معاوضہ لے مگر اس سے یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ عقدِ مزارعت کی ممانعت ہے؛ بلکہ محض عاریۃً دینے کی ترغیب ہے۔

﴿اگر فرائضِ جہاد سے مانع ہوتو...﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۳﴾ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ وَرَاٰى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَايَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ الذُّلَّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابی امامہؓ سے مروی ہے اس حالت میں کہ انہوں نے ہل اور کاشتکاری کے آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے یہ چیز کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتیں مگر اللہ اس میں ذلت داخل کردیتا ہے۔ (البخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح سکۃً: وہ آلات جو برائے کاشت ہوں؛ چنانچہ من برائے بیان ہے اور آلۃُ الحرث یہ تشریح اور تفسیر ہے۔ مقصدِ بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس مبارک عہد میں جہاد کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ہوا کرتا تھا، کس وقت غزوات میں جانے کی ضرورت پیش آجائے؛ اس لیے آپ ﷺ نے حالات اور وقت کے مقتضٰی کے پیشِ نظر یہ ارشاد فرمایا کہ کاشتکاری میں مصروف ہوکر جہاد نہ ترک ہوجائے جو ذلت کا سبب ہوگا، یہ ہرگز مقصد نہیں کہ عمل کاشتکاری ناجائز ہے۔

الفصل الثانی

﴿غصب کردہ زمین پر کاشت کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۴﴾ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ زَرَعَ فِيْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهٗ نَفَقَتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیجؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو اس کاشت کرنے والے کے لیے (پیداوار میں سے) کچھ نہیں اور اس کو اپنا خرچہ کیا ہوا ملے گا، (اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی) (ترمذیؒ۔ ابوداؤدؒ) اور ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ بغیر اجازت کسی کی ملک میں تصرف کرنا، کاشت کرنا، قطعی ناجائز ہے؛ لہٰذا اگر کسی نے ایسا کیا (تو) پیداوار میں اس کا کوئی استحقاق نہ ہوگا؛ البتہ جو اس نے خرچ کیا ہے وہ اس کو دیا جائے گا علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کاشت شدہ (پیداوار) اس کو ملے گی البتہ زمین کا معاوضہ دینا ہوگا۔

الفصل الثالث

﴿عقد مزارعت مباح ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۵﴾ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ: مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ

وَعُرْوَةُ وَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَالُ عُمَرَوَالُ عَلِیٍّ وَابْنُ سِیْرِیْنَ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ کُنْتُ اُشَارِکُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ یَزِیْدَ فِی الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰی اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ وَاِنْ جَاءُ وْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ کَذَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت قیس بن مسلمہ بروایت ابی جعفرؒ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا مدینہ میں کوئی مہاجر کا مکان ایسا نہیں تھا مگر وہ (اہل مکاں) ایک تہائی اور ایک چوتھائی پر زراعت کرتے تھے، حضرت علی، حضرت سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت قاسمؒ وحضرت عروہ، حضرت اولادِ ابی بکر صدیقؓ، آل عمرؓ، آل علیؓ اور ابن سیرینؒ (ان سب حضرات) نے زراعت کی ہے ،اور حضرت عبدالرحمٰن بن اسود فرماتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کو زراعت میں شریک کرتا تھا، اور حضرت عمرؓ نے لوگوں کے ساتھ باہم اس طرح معاملہ کیا کہ حضرت عمر تو اپنے پاس سے بیج دیں گے اور کاشت کرنے والا نصف حصہ پیداوار کا حق دار ہوگا، اور اگر کاشتکار اپنا بیج دیں تو پھر ان کا اتنا حصہ ہوگا؛ مثلاً ایک تہائی، یا ایک چوتھائی۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں تقریباً حضرات صحابہؓ اور کبارِ تابعینؒ کا عمل مزارعت پر اتفاق ہونا معلوم ہوا، اگر یہ کہا جائے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے تو بھی درست ہوگا اور اس میں بعض شرائط کا بھی تذکرہ ہے۔

فائدہ: امام بخاریؒ نے تعلیقاً اس روایت کو نقل کیا ہے۔ البذر، بیج۔ الشطر، نصف۔

باب الاجارۃ

﴿اجارہ کا بیان﴾

کسبِ معاش کی ایک تدبیر بصورتِ اجارہ بھی ہے، ہر شخص تجارت نہیں کرسکتا، اور نہ ہر شخص زراعت وباغبانی کرسکتا ہے، اور اسبابِ معاش میں ضروری ہے کہ مختلف ضروریات کے لیے انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اور انجام دینے والے بھی ہوں، باہم تعاون بھی ضروری ہے، اور ہر شخص دوسرے کی ضرورت اور اعانت کرے، تمدن ان تمام امور کا متقاضی ہے، بہرحال شریعت نے اجارہ کو بھی مباح قرار دیا ہے اور اس کی اصلاح کرتے ہوئے برائے اجارہ احکام، مسائل اور ہدایات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور عقد اجارہ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے، ہر دور میں اجارہ معمول بہ رہا ہے۔

قال تعالیٰ: قَالَتْ اِحْدَاهُمَا یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ......الآیۃ. وقال تعالیٰ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (الآیۃ) وقال تعالیٰ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا......

ان ہر سہ آیات میں اجرت کے عمل کے جواز کی بھی دلیل ہے اور پہلے دور میں بھی اس پر عمل جاری تھا، اور قرآنِ کریم میں اس کو بیان فرمایا ہے اور اس کے خلاف کوئی دوسرا حکم نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو منسوخ بھی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے؛ بلکہ یہ امر اباحت محکم ہے اور اس پر عمل برقرار ہے آپ ﷺ کی شریعت میں بھی۔

ضروری وضاحت: بظاہر از روئے قیاس اس کا متقاضی ہے کہ عقدِ اجارہ درست نہ ہو؛ اس لیے کہ جس منفعت (کی شرط) پر عقدِ اجارہ ہوتا ہے وہ منفعت اس وقت معدوم ہوتی ہے اور معدوم شی پر عقد کیسے ہو(؟) لیکن شریعت نے اس قیاس کی تقریر کا اعتبار نہ کرتے ہوئے انسانی ضرورت کے پیشِ نظر مباح قرار دیا ہے اور اگرچہ منفعت فی الحال معدوم ہے؛ لیکن شرائط کے ساتھ وہ اس انداز پر مقرر

ہوتی ہے گویا کہ معلوم ہے۔ (فافہم، اسعدی)

الفصل الاول

﴿اجارہ جائز ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۶﴾ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ زَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ بِالْمُوَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل نے نقل کیا کہ ثابت بن ضحاکؓ نے فرمایا (خیال کیا) کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے مزارعت (یعنی بٹائی پر زمین دینے) سے منع فرمایا اور باہم اجرت پر معاملہ کرنے کی اجازت (اباحت) فرمائی اور ارشاد فرمایا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح گذشتہ باب کے تحت تفصیل معلوم ہو چکی ہے کہ بعض صورتیں مزارعت کی شرعاً درست نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہی کے تحت ہیں، اور جن شرائط اور ہدایات کیساتھ شرعاً مباح ہے وہ اس نہی سے خارج ہوگی، لہٰذا المزارعۃ پر الف لام برائے عہد ہے؛ یعنی ما علم عدم جوازہ۔ (از تعلیق)۔ اور عقد اجارہ کی آپ ﷺ نے اجازت ارشاد فرمائی ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اجرت عنایت کی اور آپ ﷺ نے ناک میں دوا ڈلوائی۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح آپ ﷺ نے جب حجام کو اجرت عنایت فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ اجرت پر کام کرنا اور کرانا مباح ہے، حجام کے پیشہ سے متعلق اول باب کے تحت تفصیل گزر چکی ہے۔ (اسعدی)

﴿حضراتِ انبیاءِ کرامؑ اور بکریوں کا چرانا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۵۸﴾ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهُ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! كُنْتُ اَرْعىٰ عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر بکریوں کو (ضرور) چرایا ہے، آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا اور آپ ﷺ نے بھی؟ ارشاد فرمایا: ہاں! میں بھی اہلِ مکہ کی بکریاں قیراطوں کے عوض چراتا تھا۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ اجرت پر کام کرنا مباح ہے اور تمام حضرات انبیاءِ کرامؑ نے (خاص کر) بکریاں (اجرت) پر چرائی ہیں، اور آپ ﷺ نے بھی، علی قراریط: قیراط کی جمع ہے اور اسکی مقدار نصفِ دانق؛ یعنی درہم کا چھٹا حصہ، غالبًا یہ ایک ماہ کی اجرت ہوگی، اور آپ ﷺ کا یہ عمل منصب نبوت کا زمانہ شروع ہونے سے قبل کا ہے۔

فائدہ: خاص کر یہ عمل اس لیے بھی ہوگا کہ بکریوں کے ساتھ رہ کر قوتِ حلم میں اضافہ ہو؛ اس لیے کہ ان کے ساتھ خوب مشقت برداشت کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ (ماخوذ)

﴿اجرت نہ دینے جانے پر وعید﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۵۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَاجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: تین شخص ہیں بروز قیامت میں ان سے جھگڑوں گا: (۱) وہ شخص جس نے میرا واسطہ دیا اور پھر عہد شکنی کی (۲) اور جس آدمی نے کسی آزاد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت (وصول کی اور) کھائی (۳) اور وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر لیا اور اس سے کام پورا لیا اور اس کی اجرت اس کو نہ دی۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

انا خصمهم...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان تین شخصوں سے مطالبہ کروں گا؛ یعنی اپنے بندوں کی جانب سے ان کا حق طلب کروں گا۔

"بی" یعنی میرے نام (کے واسطہ کے ساتھ) عہد کیا، میرے نام کے ساتھ قسم کھائی، غدر یعنی عہد شکنی کی، قسم کے خلاف کیا، آزاد شخص کو جبراً غلام بنا کر اس کو فروخت کیا ہو، استاجر، اجرت پر اجیر سے کام مکمل لیا ہو۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بعض بندے کمزور ہوتے ہیں اور انکی کمزوری کیوجہ سے ان پر ظلم کیا جاتا ہے اور وہ کمزور قسم کے لوگ دنیا میں اپنا حق وصول کرنے پر قادر نہیں ہوتے؛ اس لیے خاص طور پر ان کمزور انسانوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ بذاتِ خود حق طلب کریں گے۔

﴿جائز رُقیہ پر اجرت لینا﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۶۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَفَرًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ اَوْ سَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ اِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا اَوْسَلِيْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَبَرَاَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا اَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا حَتّٰى قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَبْتُمْ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہؓ کا ایک جماعت (ایک قبیلہ) کے پاس سے گزر ہوا (جو کہ) پانی (کے پاس نازل شدہ تھا یا ان کی بستی نہر وغیرہ کے قریب آباد تھی) ان لوگوں میں ایک شخص بچھو یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا۔ اس بستی والوں میں سے ایک شخص حضراتِ صحابہؓ کے پاس حاضر ہوا اور سوال کیا کہ تم لوگوں میں کوئی شخص جھاڑنے والا ہے یہاں بستی میں ایک شخص بچھو یا سانپ کا ڈسا ہوا ہے (اس میں راوی کو شک ہوا ہے) چنانچہ ان حضراتؓ میں سے ایک صاحب (یعنی حضرت ابو سعید خدریؓ) گئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا اس شرط پر کہ وہ چند بکریاں دیں، وہ آدمی تندرست ہو گیا، پس یہ صحابیؓ ان بکریوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہونچے تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا، اور انہوں نے یہ بات کہی کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ وہ حضراتؓ مدینہ پہنچ گئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اجرت لی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جس چیز پر تم اجرت لو (ان میں) لائق ترین (چیز) کتاب اللہ ہے (بخاریؒ)، اور ایک روایت میں ہے درست کیا تم نے (اور اس کو) تقسیم کرو، اور

تم لوگ اپنے ساتھ میرا بھی حصہ تقسیم کرنا۔

کلماتِ حدیث کی تشریح الماءُ یعنی اس علاقہ میں جو قبیلہ آباد تھا، وہ قبیلہ ایسے علاقے میں آباد تھا کہ وہاں پانی (حوض یا کنواں یا چشمہ ہوگا) مرُّوا یعنی راستہ میں ان کا قیام ہوائی۔ لدیغ سلیم ,بمعنی زہریلا جانور کا کاٹا ہوا، سانپ یا بچھو کا کاٹا ہوا، رزق، اسم فاعل، الرقیۃ، جھاڑ، پھونک کرنا۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ رقیہ کے ساتھ علاج کرنا یہ عمل ہوا جس طرح دوائی (وغیرہ) کے ساتھ کرنے پر اجرت لی جاتی ہے اسی طرح یہ بھی عمل کی اجرت ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے اس کو مباح فرمایا، بہرحال یہ آیاتِ قرآنیہ کو ثمنِ قلیل کے بعوض فروخت کرنے (والی صورت اور اس کے حکم میں) نہیں ہے، نیز اسی طرح یہ تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے حکم میں نہیں ہے؛ اسی لیے آپ ﷺ نے بصراحت ارشاد فرمایا "ان احقَّ الخ" جن کاموں پر اجرت لیتے ہو ان تمام کاموں میں سے یہ عمل عمدہ ترین ہے برائے اجرت۔

فائدہ: قرآن پر اجرت لینا، تعلیم القرآن اور تلاوتِ قرآن یہ عبادت ہے؛ لہٰذا عبادت کو ذریعۂ معاش بنانا اور اس پر معاوضہ لینا کسی بھی طرح درست نہ ہوگا جس کی تفصیل فضائل قرآن کے تحت معلوم ہو چکی، اور قرآن کو لکھنا، نقل کرنا، یہ عمل ہے، کسب ہے، اس پر اجرت لینا مباح ہے اور ان دونوں کے درمیان فرق بھی خوب ظاہر ہے۔

ضروری وضاحت: یہ واقعہ دوسری روایات میں اس طرح بھی مروی ہے کہ جب یہ حضراتِ صحابہؓ اسی علاقہ میں قیام پذیر ہوئے، علاقے کے لوگوں نے بڑی بے مروتی کی کہ حقِ ضیافت نہ کی تو ان حضرات نے اس رقیہ پر معاوضہ لیا؛ چنانچہ روایت میں (یہ بھی) ہے "**فصالحوهم علیٰ قطیع الغنم**" اس عبارت سے دوسری نوعیت معلوم ہوگئی گویا کہ حقِ ضیافت کا یہ بکریوں کا وصول کرنا، صلح کرنا، بدل ہوا، فأبیح لهم اخذ ذلك. (از تعلیق)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی حکم فرمایا "اقسموا الخ" اس کو باہم تقسیم کرلو، ظاہر ہے کہ اس میں تمام اصحابؓ کا حق قرار دیا گیا، اور وہ بوجہ حقِ ضیافت کے بدل ہونے کی صورت کی بنا پر ہی ہوگا۔ (اسعدی)

الفصل الثانی

﴿ناجائز رُقیہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۱﴾ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ: اَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْنَا عَلٰى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوْا: اِنَّا اُنْبِئْنَا اَنَّكُمْ قَدْجِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ اَوْرُقْيَةٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوْهًا فِي الْقُيُوْدِ فَقُلْنَا: نَعَمْ! فَجَاءُ وْا بِمَعْتُوْهٍ فِي الْقُيُوْدِ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً اَجْمَعُ بُزَاقِيْ ثُمَّ اَتْفُلُ قَالَ: فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاَعْطُوْنِيْ جُعْلًا فَقُلْتُ لَا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: كُلْ فَلَعَمْرِيْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةٍ حَقٍّ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت خارجہؓ بن صلت بروایت عم خود نقل کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اپنے شہر کو روانہ ہوئے، دورانِ سفر عرب کے ایک قبیلہ پر ہمارا گزر ہوا تو اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو خبر ملی ہے کہ تم اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس سے خیر (یعنی قرآن کریم کی تعلیم) لے کر آرہے ہو، کیا تم لوگوں کے پاس کوئی علاج یا کوئی جھاڑ ہے؟ چونکہ ہمارے یہاں ایک پاگل (اور دیوانہ) زنجیروں میں بندھا ہوا ہے، ہم لوگوں نے کہا ہاں! چنانچہ وہ لوگ ایک پاگل شخص کو زنجیروں میں جکڑا ہوا

لے کر آئے، پس میں نے اس پر سورۂ فاتحہ تین دن تک صبح اور شام (اس طرح) پڑھی (کہ) تھوک منہ میں (بوقتِ قراءت) جمع کرتا اور پھر اس پر تھتکارتا (ہوا دم کرتا) راویؒ بیان کرتے ہیں گویا کہ وہ رسی سے کھولا گیا (یعنی اس قدر جلد تندرست ہو گیا کہ بندھی ہوئی رسی سے کھول دیا گیا) پھر ان لوگوں نے مجھ کو مزدوری دی، میں نے کہا نہیں (لوں گا) یہاں تک کہ میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کرلوں، (چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہو کر سوال کیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ! مجھ کو اپنی زندگی کی قسم! بعض وہ لوگ ہیں جو کہ باطل منتر (جھاڑ) کے ساتھ کھاتے ہیں (تو یقیناً وہ برا ہے) بالیقین تو نے تو حق جھاڑ کے ساتھ کھایا (اور اجرت لی) ہے۔ (احمدؒ وابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح الرجل...... یعنی آپ ﷺ، جب شہرت ہو جاتی ہے تو اس طرح اشارہ کرنے میں رجل مشہور کی جانب ہی ذہن منتقل ہوگا، **معتوھاً**، عقل میں فطور آنا، مغلوب العقل ہونا، جنون کے مرض میں مبتلا ہونا، **فی القیود** یعنی باندھا ہوا، **انشط** مجہول، کھول دیا گیا، **عقالُ**، رسی۔ **غدوۃً**، بوقتِ صبح، **عشیۃً**، بوقتِ شام، یعنی صبح اور شام کے وقت، **اجمعُ بزاقی**، پڑھتے ہوئے بزاق کو نوکِ زبان پر جمع کرنا اور پڑھ کر اس طرح پھونک لگانا کہ یہ جمع شدہ بزاق اس پر پھونک کے ساتھ آئے، صحیح طریقہ یہی ہے، رقیہ، کالفظی مادہ ریق ہے، یعنی بزاق، لعابِ دہن؛ اس لیے کہ اصلِ رقیہ یہی ہے، بہر حال اس علاج سے وہ معتوہ تندرست ہو گیا۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ رقیہ دو اقسام پر ہے: ایک باطل جو خلافِ شرع ہو اور منکرِ شرعی ہو؛ لہٰذا یہ رقیہ حرام اور اس کے ذریعہ آمد بھی حرام ہے، اور دوسری قسم رقیہ حق، وہ مباح اور اس کے ذریعہ آمد بھی مباح ہوگی۔ **فالعمری**: میری عمر کی قسم، میری حیات کی قسم، جوابِ قسم محذوف ہے یعنی ''**من الناس من یاکل برقیۃ باطل**''

سوال: آپ ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کیوں کھائی؟

جواب: آپ کا یہ کلام بصورتِ قسم نہ تھا؛ بلکہ عرب کے محاورہ کے اعتبار سے تھا یا یہ واقعہ اس دور کا ہے جب کہ غیر اللہ کی قسم پر نہی وارد نہ ہوئی تھی واللہ اعلم، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اجازت ہو۔

﴿اجرت وقت پر دی جانے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۲﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوْا الْاَجِيْرَ اَجْرَهُ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مزدور کو اسکی اجرت اسکے پسینہ سوکھنے سے قبل دو (ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح **ان یجفّ عرقہ**: جب انسان محنت اور بھاری کام کرتا ہے تو بالضرور پسینہ بدن سے برآمد ہوتا ہے، مقصدِ بیان یہ ہے کہ کام سے فراغت پر فوراً بلا تاخیر مزدور کی اجرت دی جائے، اس ہدایت نبوی ﷺ میں بڑی حکمت ہے اور مبالغۃً یہ ارشاد ہے جلد ادا کرنے کے لیے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۳﴾ وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَفِي الْمَصَابِيْحِ مُرْسَلٌ.

ترجمه: حضرت حسین بن علیؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سائل کا حق ہے (کہ اس کو ضرور دیا جائے) اگر چہ وہ گھوڑے پر ہو۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ اور مصابیح میں مرسل مروی ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح للسائل حق...... سوال کرنے والے کا بھی حق ہے، اجیر کی اجرت کے استحقاق کے تحت یہ بیان از روئے تشبیہ ہے کہ سائل آیا ہے اس نے بھی ایک عمل کیا ہے؛ لہٰذا اس کا اس اعتبار سے حق ہو گیا۔

ضروری وضاحت: بکثرت روایات میں سوال کی اجازت نہیں دی گئی ہے، اور اس روایت سے سوال کی اباحت معلوم ہو رہی ہے؟ حالات کے اعتبار سے حکم ہوا کرتا ہے، فی نفسہٖ جو شخص ضرورت مند ہے اس کو سوال کی اجازت دی گئی ہے؛ لہٰذا حسنِ ظن رکھتے ہوئے کہ یہ سوال کنندہ ضرورت مند ہوگا؛ اس لیے اس نے سوال جیسی صورت کو اختیار کیا ہے؛ لہٰذا اس کو ضرور دیا جائے گا۔

الفصل الثالث

﴿حضرت موسیٰؑ اور اجرت پر کام کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۴﴾ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ النُّدَّرِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ طٰسٓمٓ حَتّٰى بَلَغَ قِصَّةَ مُوْسٰى قَالَ: اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ عَشْراً عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عتبہ ابن ندرؓ نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے طسٓمٓ کی تلاوت، یہاں تک کہ حضرتِ موسیٰ کے قصہ تک پہونچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بالیقین حضرت موسیٰ نے اپنے نفس کو آٹھ یا دس سال اجرت (یعنی نوکری) پر دیا اپنی فرج کی محافظت اور اپنے پیٹ کے کھانے کی بنا پر۔ (احمدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس سورت میں حضرتِ موسیٰ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ ہے اور اس میں بیان ہے کہ حضرت موسیٰ نے آٹھ یا دس سال کے لیے اپنی ذات کو اجرت پر اس لیے لگا دیا تھا کہ وہ عمل نکاح کے مہر کا معاوضہ ہو جائے، اور کسبِ حلال کے ذریعہ "خورد و نوش" کا انتظام ہو، عفتِ فرجہ: بصراحتِ نکاح فرج کی حفاظت کرنا اور زنا سے بچاؤ کی تدبیر کرنا۔

ضروری وضاحت: زوجہ کے مہر کے لیے خدمت کرنا، کام کرنا کیا درست ہے؟ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مباح اور گنجائش ہے اور علماء کی دوسری جماعت کے نزدیک مہر میں نقد رقم ہو، تفصیل کتاب النکاح کے تحت احادیث میں معلوم ہوگی۔ (اسعدی)

﴿کیا تعلیم القرآن پر اجرت مباح ھے؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۵﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَجُلٌ اَهْدٰى اِلَيَّ قَوْساً مِمَّنْ كُنْتُ اُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْاٰنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِيْ عَلَيْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقاً مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص نے جن کو میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور قرآن کی تعلیم دیتا ہوں، مجھ کو ایک کمان ہدیہ دی ہے، اور کہا مال (بھی) نہیں ہے، اور میں اس کمان سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم پسند کرتے ہو کہ آگ کا طوق بنا کر گلے میں ڈال دیا جائے تو پھر اس کو قبول کر لو۔ (ابوداوٗدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے بصراحت معلوم ہوا کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینا جائز نہیں، اور امام اعظمؒ کا مذہب بھی یہی ہے (از تعلیق)، البتہ بعض حالات میں علماءِ متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، علماء کے فتاویٰ میں اس کی تفصیل معلوم ہوگی۔ (اسعدی)

باب احیاء الموات والشرب

﴿بنجر زمین کو زندہ کرنے اور پانی کی تقسیم کا بیان﴾

اس عنوان (باب) کے تحت دو احکام پر مشتمل احادیث نقل کی گئی ہیں (۱) احیاء الموات۔ (۲) شرب الموات میم پر فتحہ، غیر آباد زمین، نا قابلِ کاشت، بنجر۔ اور اس کے بالمقابل عامر (آباد)، قدیم زمانہ سے وہ زمین غیر آباد ہے، اور کسی کی ذاتی اور شخصی ملکیت نہ ہو، اور شہر اور بستی کی ضروریات میں سے نہ ہو۔ اور احیاء یعنی آباد کرنا، قابلِ کاشت بنانا، باغ کے قابل کرنا۔

الشربُ، سین پر کسرہ، تقسیم ہونے کے بعد پانی کا وہ حصہ اگر پانی مشترکہ ہے، من حیث المالک اور یا من حیث الاستحقاق، اس میں تقسیم ہونے کے بعد پانی کا حقدار ہونا، زمین، باغ کو سیراب کرنے کے لیے اور اپنے حیوانات کو پلانے کے لیے۔

پانی اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے، قال تعالیٰ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" قرآن اور احادیث میں پانی سے متعلق احکام و ہدایات ارشاد فرمائے ہیں، اس عنوان کے تحت احادیث میں ان ہدایات اور احکام کی تفصیل معلوم ہوگی، اولاً پانی کے متعلق دو صورتیں ممکن ہیں۔ (۱) پانی اپنے مخزن اور معدن میں ہو، (مثلاً) نہر، سمندر، کنواں، چشمہ، تالاب، اور اس نوع کی جو بھی صورت ہو۔ (۲) ایک شخص نے اس پانی کو اس کے مخزنِ اصلی سے اپنے برتن (وغیرہ) میں لیا ہوا ہے، یہ دوسری صورت صاحبِ ظرف کی ملکیت ہوگیا ہے، اس کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اس میں تصرف نہیں کر سکتا اور اول صورت میں وہ کسی کی مِلک نہیں ہے؛ اس لیے ہر شخص کو ہر وقت اس میں سے اخذ کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کا استحقاق ہے، منع کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

﴿احیاءِ اموات میں فقہاء کے اقوال﴾

جس زمین پر کسی شخص کا حق ملکیت نہ ہو اور وہ حکومت کے زیرِ انتظام ہے تو سلطان اور یا اس کے قائم مقام نے اگر اعلان کیا ہوا ہے کہ، من اَعمَرَ الخ، جس نے اس زمین کو آباد کر لیا وہ اس کے لیے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق عامر مالک ہوگا، اور اگر اجازت اور اعلان کے بغیر کسی نے اس کو آباد کیا ہوا ہے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

جماہیر، امام شافعیؒ اور صاحبین حضراتؒ کے نزدیک اجازت اور اعلان کے بغیر بھی وہ مالک ہو جائے گا اور امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور امام نخعیؒ نیز دوسرے اہلِ علم کے نزدیک وہ مالک نہ ہوگا۔

قولِ اول کے اہلِ علم نے باب کے تحت مذکورہ حدیث نمبر (۲۸۶۶) سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "من عمر الخ" جس میں اذن سلطان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ (ہوسکتا) ہے کہ اس کو دوسری روایات کے پیشِ نظر مقید کیا جائے، جن روایات سے اجازت کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے اس روایت میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ اس اعتبار سے (بھی ہوسکتا) ہے کہ آپ امام الاکبر تھے؛ لہٰذا وہ اعلان، اجازت کے حکم میں ہوا۔

اور ظاہر ہے کہ اگر امام اور سلطان کی اجازت کے ساتھ اس کو مقید کیا گیا، آئندہ لوگوں کے درمیان نزاع کا سبب ہوسکتا ہے، اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ اجازت ہی کے ساتھ ہو اور بہت سے عطاءِ قطعات کے واقعات بھی اس امر کو ثابت کرتے ہیں، ان تمام امور پر نظر کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں "ليس للمرء الا ما طابت به نفس امامه". (از تعلیق اور تقریر و تشریح لمحات)

الفصل الاول

﴿احیاء اس وقت معتبر ھے...﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۶۶﴾ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَمَرَ اَرْضاً لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَةُ: قَضٰى بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمه: حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی (بنجر) زمین کو آباد کرے کہ وہ زمین کسی کی مملوک نہیں ہے تو وہ شخص زیادہ مستحق ہے (اس زمین کا) حضرت عروہؒ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: عَمَرَ۔ بلا تشدید، اور عمَّرَ (تشدید کے ساتھ) نیز بعض مصابیح کے نسخوں میں اَعْمَرَ ہے۔ لیست لاحد یعنی وہ زمین کسی کی ملک نہ ہو، اور موات (بنجر) ہو۔

قضیٰ بہ حضرت عمرؓ نے اسی ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق اپنے عہد خلافت میں فیصلہ صادر فرمایا تھا، یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں۔ اور یہی روایت جماہیر اہل علم کی دلیل بھی ہے۔

ضروری وضاحت: اگر چہ بظاہر یہ حکم علی الاطلاق ہے اذنِ سلطان اور امام کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں، اور اگر اس کا یہ مفہوم لیا جائے کہ آپ ﷺ نے یہ اعلان اور اجازت فرمائی ہے اس سے اذنِ امام کو ثابت کیا جائے تو یہ بھی ایک احتمال ہے، امامِ قولِ ثانی کی دلیل ہوگی۔ (واللہ اعلم، اسعدی)

﴿حدیث نمبر۲۸۶۷﴾ وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَاحِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت صعب بن جثامہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: حمیٰ (ح پر کسرہ) چراگاہ، وہ زمین جس میں خودرو گھاس پیدا ہوتی ہے، اور اصطلاحی معنیٰ وہ خاص زمین (چراگاہ) جس کو بڑے لوگوں نے، بادشاہ نے شاہی حیوانات کے لیے محفوظ کیا ہو؛ یعنی شاہی چراگاہ اور زمانۂ جاہلیت میں بڑے لوگ اپنے حیوانات کے لیے مخصوص چراگاہ رکھتے تھے اور وہ عوام الناس کے لیے نہ ہوتی تھی، آپ ﷺ نے یہ حکم اور ہدایت جاری فرمائی کہ لا حِمیٰ الخ۔

لہٰذا آپ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق یہ حق نہیں ہوگا، اور ہر شخص کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہوگا، اور اسی حدیث پاک سے یہ حکم بھی معلوم ہوا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کے اختیار میں ہے تو تمام مسلمانوں کا حق اس میں شرکت کا ہوگیا؛ اس لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی قطعۂ ارض دیا جاسکتا ہے تو دوسرے شرعی حکم کے مطابق ہی حاصل ہوسکتا ہے یعنی امامِ وقت کی اجازت کے ساتھ۔

﴿پانی کی تقسیم﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۶۸﴾ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ. اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ

فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: اَسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ إِلٰى جَارِكَ فَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه: حضرت عروہؒ نے بیان کیا کہ حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری شخص سے مقام حرہ میں پانی کے بہنے کی جگہ کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا۔(جب یہ مقدمہ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے زبیرؓ تم اپنی زمین کو سیراب کرلو اور پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑ دو، اس انصاری شخص نے کہا (یہ فیصلہ ان کے حق میں اس وجہ سے کیا ہے کہ) وہ آپ ﷺ کی پھوپھی کا لڑکا ہے۔ پس آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے زبیرؓ! زمین کو سیراب کر اور پھر پانی کو روک لے یہاں تک کہ پانی (زمین کی) ڈولوں (کے کناروں) تک پہونچ جائے اور اس کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے زبیرؓ کے حق کو مکمل کر دیا۔ (اور محفوظ فرما دیا) حکم صریح میں جس وقت کہ اس انصاری نے آپ ﷺ کو غصہ دلایا حالاں کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اس قسم کا مشورہ دیا تھا کہ جس میں گنجائش تھی۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: فی شراج من الحرۃ، واحد (شرجۃ) وہ نالی جس کے ذریعہ پانی کھیت میں پہونچایا جائے۔ مِنْ برائے بیان ہے اور الحرۃ یعنی پہاڑی علاقہ، ارض ذات الحجارہ، خاصم یعنی اختلاف ہوا، جھگڑا ہوا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ کی زمین پہلے تھی، اور انصاریؓ کی زمین ان کے بعد تھی، پانی کی سیرابی پر یہ اختلاف ہوا، آپ ﷺ نے حسبِ دستور حضرت زبیرؓ کو اجازت دی کہ وہ حسبِ ضرورت اپنی زمین میں پہلے پانی پہونچا کر پھر پانی انصاریؓ کی زمین کی جانب چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بالمروت تھا جس سے کہ پڑوسی کے لیے سہولت اور نرمی اور حسنِ برتاؤ کی صورت ہے حالانکہ ہر ایک صاحبِ ارض کو پانی کا استحقاق "کھیت کی کیاریوں کو بھرنے تک" ہوا کرتا ہے۔

ابتدائی امر میں آپ ﷺ نے کمالِ استحقاق نہیں فرمایا تھا؛ بلکہ درمیانی راستہ بیان فرمایا، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں حضرتِ زبیرؓ کا کوئی نقصان بھی نہ تھا کہ بقدرِ ضرورت پانی لے کر آگے کے لیے چھوڑ دیا جائے، اور وہ انصاریؓ حق کی نوعیت کو نہ جانتے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے حکمِ ثانی فرمایا، "احبس الماءَ الخ" الجدر، یعنی کھیت میں جو کیاریاں ہوتی ہیں ان کو پورا بھرنا، عرف بھی یہی ہے اور عرف کے مطابق یہی شرعی بھی ہوا؛ چنانچہ روایت کے آخر میں اس کی وضاحت ہے، "فاستوعیٰ الخ".

﴿پانی کے متعلق هدایت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۶۹﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهِ فَضْلَ الْكَلَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زائد پانی کو نہ روکو جس سے کہ (پھر) تم روک لو زائد گھاس کو (چونکہ زائد پانی کے روکنے سے گھاس کا روکنا لازم ہوتا ہے)۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: فضل الماءِ، زائد پانی، فضلَ الکلاءِ، زائد گھاس۔ خودرَو گھاس، زائد از ضرورت۔ مقصدِ بیان یہ ہے کہ کسی شخص کی ضرورت سے زائد پانی اگر ہو کسی کو اس سے منع نہ کیا جائے۔ (اور اسی طرح) جو گھاس قدرتی پیدا ہوتی ہے اس سے بھی منع نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور ان کے حیوانات کے لیے پیدا فرمایا ہے انسان کے عمل کو اس میں دخل نہیں ہے "کم بعمل یدرك" البتہ جو گھاس بذریعہ کاشت پیدا ہوتی ہے وہ اس کی ملک ہے

اسمیں کسی کو حق نہیں ہے، کچھ تفصیلات گذشتہ باب (المنهی عنه من البیوع) کے تحت معلوم ہوچکی ہے (از تعلیق، تشریح کیساتھ، اسعدی)

﴿تین عمل پر وعید شدید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا اَكْثَرَ مِمَّا اُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: اَلْيَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِيْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ مَالَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ فِيْ بَابِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں جن سے بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائیں گے: (۱) وہ شخص جس نے قسم کھائی کہ اس کو اس کے سامان کی قیمت اس سے زائد دی جارہی تھی جو (فی الوقت) دی گئی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے (۲) اور وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے تا کہ وہ اس قسم کے ذریعہ ایک مسلمان کا مال لے (۳) اور ایک وہ شخص جو زائد پانی کو روک دے (اور انکار کردے) پس اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت فرمائیں گے: میں اپنے فضل کو آج تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے زائد پانی کو روکا تھا حالانکہ تیرے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا تھا۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

اور حضرت جابرؓ کی حدیث باب المنهی عنها من البیوع میں گزر چکی ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح بعدَ العصر کی قید (محض اس لیے ہے کہ) بالعموم شام کے وقت بعض کاروباری ایسا کرتے ہیں؛ لہٰذا حکم عام ہے، خلافِ واقعہ پر قسم کھانا (بڑا جھوٹ اور) خِداع بھی ہے جس پر شدید وعید آئی ہے:

"من غش فلیسا منّا"

مقصدِ بیان یہ ہے کہ یہ تمام امور بدترین اخلاق، فساق اور فجار کے طریقہ کار ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بہت ناراض ہوں گے؛ پانی درحقیقت تمام مخلوق کے لیے ہے اور مفادِ عامہ کی وجہ سے علی الاطلاق تمام کے حق میں مباح ہے البتہ جو شرعاً استحقاق والی صورت سے ہوگا وہ مخصوص ہوگا۔

الفصل الثانی

﴿احاطہ کرنے کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۱﴾ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَحَاطَ حَائِطاً عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ بروایتِ حضرت سمرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (غیر آباد) زمین پر دیوار بنائی (اور) گھیر لیا تو وہ زمین اسی کی ہے۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مَنْ اَحَاطَ: اگر کسی شخص نے (ارضِ موات) قطعہ پر حد بندی کردی ہو، دیوار (وغیرہ) سے گھراؤ کرلیا ہو ظاہرِ متن حدیث (کی اس عبارت) سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حد بندی کرلینا ملکیت کو ثابت کرنے کے حق میں کافی ہے؛ چنانچہ امام احمدؒ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہی ہے اور ائمہ ثلاثہ کے لیے احیاء کرنا استحقاق کے لیے لازم ہے اور احیاءِ ارض کی تفصیل گذشتہ روایت کے تحت معلوم ہوچکی۔

جوابِ حدیث مذکور: احاطہ کرنا یعنی برائے سکونت (برائے مکانیت) وہ دیوار کی گئی ہو جب کہ وہ زمین کسی کی ملک نہ تھی اور

وہ زمین "موات" تھی۔ واللہ اعلم۔ (از تعلیق)

﴿قطعۂ ارض کا عطیہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۲﴾ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ نَخِيْلًا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو کھجور کے درخت کی زمین (بطور) جاگیر عنایت فرمائی۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: نخیلاً، منصوب از روئے تمیز، اقطع، ماضی، بمعنی عطار کیا، از الاقطاع، قطعۂ ارض، عطار کرنا، جو زمین بیت المال کے تحت ہو، اس میں سے قطعۂ ارض بصورتِ ملک عطار کرنا اور تحویل میں آمدہ اموال (اور اراضی) کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، آپ ﷺ حضراتِ صحابہؓ کو اراضی عطار فرماتے تھے، بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ جو اراضی حکومت کی تحویل میں شرعاً آئی ہوئی ہوں ان کو تقسیم کرنا درست ہے، البتہ ظلماً تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔

﴿زمین اور پلاٹ کا عطیہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ حُضْرَ فَرَسِهٖ فَاَجْرٰى فَرَسَهٗ حَتّٰى قَامَ ثُمَّ رَمٰى بِسَوْطِهٖ فَقَالَ: اَعْطُوْهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو (بطور جاگیر) زمین کا قطعہ ان کے گھوڑے دوڑنے کی بقدر عنایت فرمایا؛ چنانچہ انہوں نے گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ کھڑا ہوا اور پھر حضرت زبیرؓ نے اپنا کوڑا پھینکا پس آپ ﷺ نے حکم فرمایا جس جگہ تک کوڑا پہونچا ہے زبیرؓ کو دے دو۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: حضرَ فرسہ، ح پر ضمہ، راء ساکن یعنی ان کا گھوڑا جہاں تک دوڑے، یعدو، ان کا گھوڑا جہاں تک پہونچے، مقصدِ بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس نوعیت پر زمین کا قطعہ عنایت فرمایا۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۴﴾ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَهٗ اَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ قَالَ: فَاَرْسَلَ مَعِيَ مُعَاوِيَةَ قَالَ: اَعْطِهَا اِيَّاهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وائل بروایتِ والد خود نقل کرتے ہیں کہ بالیقین نبی اکرم ﷺ نے ان (کے والد) کو (شہر) حضر موت میں ایک زمین کا قطعہ (بطور جاگیر) عنایت فرمایا، ان کے والدؓ نے بیان کیا کہ میرے ساتھ حضرتِ معاویہؓ کو آپ ﷺ نے بھیجا اور ارشاد فرمایا: وہ زمین کا قطعہ ان کو دے دو۔ (ترمذیؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: یعنی حضرت علقمہؓ کو قطعۂ ارض عنایت فرمایا، اور حضرت معاویہؓ کو اس پر مامور فرمایا کہ وہ اس جاگیر پر قبضہ کرادیں۔

فائدہ: معلوم ہوا جو علاقہ اور زمین بیت المال اور امیر کے ماتحت ہے اُس کا عطیہ کرنا جائز ہے مگر ناحق اور ظلماً کسی کی زمین کا دیا جانا حرام ہے اگرچہ سرکاری طریقہ پر ہو۔

فائدہ: حضرت علقمہؓ علاقۂ ارض "حضرموت" کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۵﴾ وَعَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ الْمَارِبِيِّ اَنَّهٗ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ الَّذِىْ بِمَارِبَ فَاَقْطَعَهُ اِيَّاهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا اَقْطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَهُ مِنْهُ قَالَ وَسَاَلَهُ مَاذَا يُحْمىٰ مِنَ الْاَرَاكِ مَالَمْ تَنَلْهُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِىُّ.

ترجمہ: حضرت ابیض بن حمال مار بی سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ بمقام مارب جو نمک کی کان ہے بطور جاگیر دے دی جائے؟ پس آپ ﷺ نے ان کو وہ جاگیر عنایت فرمادی، پس جب وہ واپس ہوئے تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اس کو منقطع نہ ہونے والا پانی (یعنی پانی کا مخزن) دے دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے وہ اس سے واپس لے لیا۔ راوی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ پیلو کے درختوں والی زمین کس قدر زندہ بنا کر گھیری جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہونچیں۔ (اس لیے کہ پھر وہ چراگاہ ہوگی جو عامۃ المسلمین کا حق ہے جسے مخصوص جاگیر نہیں بنایا جاسکتا)۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

مَارِب، یمن میں ایک جگہ تھی جو غیر مصروف تھی، اَلْمِلْح، یعنی نمک کی کان۔ یہ صحابی اسی علاقہ کے باشندہ تھے، اور وہ علاقہ آپ ﷺ کی تحویل میں تھا، انہوں نے مذکورہ نمک کے معدن کو طلب کیا کہ جاگیراً عنایت فرمادیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے عنایت فرمادیا، آپ ﷺ نے اس کو منظور فرما کر عنایت فرمادیا

الماءَ العِدّ — وہ پانی جو ہمیشہ (اس) مخزن میں رہتا ہے اور وہ کبھی منقطع نہ ہونے والا ہو، گویا کہ اس میں نمک تیار شدہ ہے، جس میں کسی عمل کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ ﷺ کو اس صورتِ حال کا علم نہ تھا اور جب آپ ﷺ کو اس کی نوعیت کا علم ہوا تو آپ نے وہ حکم منسوخ فرمادیا؛ اس لیے کہ (گویا کہ وہ مثل) ارضِ موات میں سے نہیں ہے عامۃ الناس کے لیے قابلِ انتفاع ہے؛ لہٰذا اسے کسی بھی شخص کو نہیں دیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ اس میں سب کا استحقاق ہوگا۔

البتہ جو معادن (کان، مخزن) ایسی ہے کہ وہ خوب متور ہے اور اس میں سے بڑی مشقت کے ساتھ حصول ہوگا، اس کو تو گویا وہ موتا کی قسم میں شامل ہونے کی وجہ سے کسی شخص کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے، ملکاً دیا جاسکتا ہے، اولاً آپ ﷺ نے اسی خیال کی وجہ سے اس کو دیا جانا منظور فرمالیا تھا۔ (ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

﴿عامۃ الناس کے لیے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِىْ ثَلَاثٍ فِى الْمَاءِ وَالْكَلَاءِ وَالنَّارِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام مسلمان تین اشیاء میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ میں۔ (لہٰذا آگ جلانے اور روشنی کرنے سے اور گھاس چرانے اور پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ (ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

شُرَكَاءُ، یعنی تمام امت اسلامیہ (اور تمام انسانوں) کا برابر کا استحقاق ہے ان اشیاء ثلاثہ میں۔ فی ثلاث، مبدل منہ اور اس کے بعد فی الماءِ سے آخر تک بدل ہے۔

ضروری وضاحت: وہ پانی مراد ہے جو کسی خاص کی مملوکہ شی، میں نہ ہو، تفصیل گذر چکی۔ آگ جو جل رہی ہے البتہ جس شی، (مثلاً لکڑی) میں آگ ہے تو لکڑی کا حق نہ ہوگا۔ گھاس سے بھی وہی مراد ہے جو قدرتی طور پر پیدا ہو، کسی نے کاشت نہ کی ہو۔

﴿مباح اشیاء کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۷﴾ وَعَنْ اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَقَالَ مَنْ

سَبَقَ اِلیٰ مَاءٍ لَّمْ یَسْبِقْهُ اِلَیْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهٗ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

ترجمه: حضرت اسمر بن مضرسؓ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ سے بیعت کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا ہاتھ اس پانی کی طرف سبقت (اور پہل) کر جائے کہ اس کی طرف (اب تک) کسی مسلمان ہاتھ نے سبقت نہیں کی ہے تو وہ پانی اس کا حق ہو گیا۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح من سبق، جس نے پہل کی ہو، مقصدِ بیان یہ ہے کہ جو اشیار مباح الاصل ہوں اور وہ کسی کی ملک نہ ہوں اس پر تمام انسانوں کا استحقاق برابر ہے، اور اس کے لیے ایک قانونِ شرعی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اس شی ء پر پہل کی اور اس کو اخذ کر لیا ہے وہ اس کا مالک ہو گیا مثلاً پانی، شکار، وغیرہ۔

﴿حقوق کی حفاظت ضروری ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۸﴾ وَعَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلاً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَحْیٰ مَوَاتاً مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ وَعَادِیُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِیَ لَكُمْ مِنِّیْ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَرُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الدُّوْرَ بِالْمَدِیْنَةِ وَهِیَ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ عِمَارَةِ الْاَنْصَارِ مِنَ الْمَنَازِلِ وَالنَّخْلِ فَقَالَ بَنُوْ عَبْدِ بْنِ زُهْرَةَ نَكِّبْ عَنَّا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلِمَ ابْتَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِذاً اِنَّ اللّٰهَ لَا یُقَدِّسُ اُمَّةً لَا یُؤْخَذُ لِلضَّعِیْفِ فِیْهِمْ حَقُّهٗ.

ترجمه: حضرت طاؤس مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ زمین اسی کی ہے اور قدیم زمین (جو معروف بالملک نہ ہو، اور یہ نسبت قوم عاد کی طرف ہے) اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور پھر وہ میری طرف سے تم لوگوں کے لیے ہے جس کو میں دے دوں، امام شافعیؒ اور شرح سنہ میں مروی ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو مدینہ میں چند مکان (بطورِ) جاگیر عنایت فرمائے تھے جو کہ حضراتِ انصار کے مکانات اور کھجور کے درختوں کے درمیان تھے، عبد بن زہرہ کی اولاد نے کہا کہ عبداللہ بن ام عبد کو ہم سے دور رکھا جائے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پھر رسول بنا کر کیوں مبعوث کیا ہے؟ بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کو مقدس نہیں کرتا جن میں کمزور اور ضعیف کو اس کا حق نہ دیا جائے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح عادیُ الارضِ، عہدِ قدیم کی زمین جس پر کسی کا مالکانہ قبضہ کبھی نہ ہوا ہو اور وہ ارضِ موات ہی ہے اور عاد کی جانب نسبت اس اعتبار سے معروف ہے کہ وہ گویا کہ اس دور سے ایسی ہی ہے۔ لکم منّی، یعنی اس میں سے میں جس کو عطیہ کر دوں وہ میری جانب سے مالک ہو گیا، للہ یعنی وہ مخلوق کی ملک نہیں ہے، اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، اور بحکم الٰہی عطار کرنے پر مجاز ہیں۔ نکب (تشدید کے ساتھ) بمعنی البعد، دور رکھئے، گویا کہ اس قبیلہ کے لوگوں نے ان کی رہائش قریب ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا۔ فلم ابعثنی (از انفعال) اللہ تعالیٰ نے پھر کس وجہ سے مجھ کو رسول کی حیثیت سے کیوں مامور فرمایا ہے؟ اذاً، تنوین (کیساتھ) یعنی اگر میں کمزور اور قوی کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ عمل نہ کراؤں اور کمزور کا حق نہ دلاؤں اور معاشرہ میں جو فساد ہے اس کی اصلاح نہ کروں؟ تو پھر میری بعثت سے انسانیت کو کیا فائدہ ہوگا۔

مقصدِ بیان یہ ہے کہ اس قسم کے فساد کی اصلاح کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام پر لازم ہے، اگر کمزور کے حقوق ضائع ہوں گے تو وہ قوم پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتی، گناہوں اور عیوب سے منزہ نہ ہو سکے گی، صاحبِ قوت پر لازم ہے کہ کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

﴿پانی کا ایک حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۷۹﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِى السَّيْلِ الْمَهْزُوْرِ اَنْ يُّمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلَ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمه: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدؒ روایت کرتے ہیں کہ بالیقین رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ مہزور (بنو قریضہ کی وادی کے پانی کی نالی) کے سلسلہ میں کہ وہ روک دی جائے (یعنی اس کا پانی اس وقت تک آگے نہ جانے دیا جائے) جب تک کہ وہ ٹخنوں تک پہونچ جائے اور اس کے بعد اوپر کی جانب والا نیچے کی طرف جانے کے لیے چھوڑ دے۔ (ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح السیلُ المھزورِ، ایک وادی کا نام ہے مہزور، السیل، پانی کی نالی۔ مقصدِ بیان یہ ہے کہ باغات اور کھیت میں پانی بھرنے کا استحقاق ہوگا کہ اتنی مقدار پانی ہر زمین والا سیراب کے لیے بھر سکتا ہے اور بھرنے کے لیے پانی روک سکتا ہے۔

﴿اگر کوئی نقصان پھونچایا جائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۰﴾ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِىْ حَائِطِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَتَاَذّٰى بِهٖ فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَطَلَبَ اِلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْعَهٗ فَاَبٰى فَطَلَبَ اَنْ يُّنَاقِلَهٗ فَاَبٰى قَالَ: فَهَبْهُ لَهٗ وَلَكَ كَذَا اَمْرًا رَغَّبَهٗ فِيْهِ فَاَبٰى فَقَالَ اَنْتَ مُضَارٌّ فَقَالَ: لِلْاَنْصَارِىِّ: اذْهَبْ فَاقْطَعْ نَخْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ مَنْ اَحْىٰ اَرْضًا فِىْ بَابِ الْغَصْبِ بِرِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ. وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِىْ صِرْمَةَ "مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ اللّٰهُ بِهٖ" فِىْ بَابِ مَا يُنْهٰى مِنَ التَّهَاجُرِ.

ترجمه: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ ان کے ایک انصاریؓ کے باغ میں چند کھجور کے درخت تھے اور اس انصاری شخص کے ساتھ اس کے اہلِ خانہ (بھی) رہتے تھے اور حضرت سمرہؓ باغ میں اس شخص پر داخل ہوتے تھے (یعنی آمد و رفت رہتی تھی) جس کی وجہ سے اس انصاری شخص کو اذیت پہونچتی؛ چنانچہ وہ انصاری شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ فرمایا: پس نبی اکرم ﷺ نے سمرہ کو اپنی مجلس میں طلب فرمایا تا کہ وہ درخت آپ ﷺ کو فروخت کر دیں انہوں نے انکار کر دیا، آپ ﷺ نے پھر ان کے تبادلہ کو طلب فرمایا، انہوں نے اس کو بھی انکار کر دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم مجھ کو ہبہ کر دو اور تمہارے لیے اس کے بدلہ میں (جنت میں) اس قدر ہوگا جس کی آپ ﷺ نے ان کو ترغیب دی، پھر بھی انکار کر دیا تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نقصان پہونچانے والا شخص ہے، پھر آپ ﷺ نے انصاری شخص سے فرمایا: جاؤ اور اس کے درختوں کو کاٹ دو۔ (ابوداؤدؒ) حضرت جابرؓ کی حدیث "من احیٰ ارضاً" باب الغصب میں گزر چکی ہے بروایت سعید بن زیدؓ اور حدیث ابی سرمہ "من ضارا اضر اللہ بہ" باب ما ینھیٰ من التھاجر میں عنقریب بیان کریں گے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح عضد (ع اور ض پر فتحہ) نیز ضمہ بھی ض پر اور ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں من نخل؛ یعنی کھجور کے چند درخت صورتِ واقعہ یہ ہے کہ مالکِ باغ کی رہائش بھی اسی باغ میں تھی، ایک دوسرے صحابیؓ کے چند درخت اس باغ میں تھے جس کی وجہ سے باغ میں ان کی آمد و رفت ہوا کرتی تھی؛ جس کی وجہ سے صاحبِ بستان کو اذیت پہونچتی، اس لئے انہوں نے آپ ﷺ سے اس

صورتِ حال کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے مشورہ دیا کہ صاحبِ درخت اپنے درخت فروخت کر دے یا پھر ہبہ کر دے یا پھر تبادلہ کر لے، مگر انہوں نے ہر ایک کا انکار کر دیا، دراصل آپ ﷺ کا یہ حکم شرعی، وجوبی نہ تھا؛ بلکہ از راہ مشورہ تھا جس سے کہ شکایات اور پھر نزاع نہ ہو ولک الخ، آپ ﷺ نے ان کو ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کو قبول کر لو گے تو تم کو یہ اور یہ فوائد اور اجر حاصل ہوگا، مگر (نہ معلوم) انہوں نے کیوں انکار ہی کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ ان درختوں کو کاٹ دیا جائے اور آپ نے محسوس فرماتے ہوئے یہ فرمایا انت مضار کہ تم ضرر (ہی) پہونچانے والے ہو؛ اس لیے ایسی حالت میں دفع فساد اور دفع ضرر کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ (ماخوذ از تعلیق مع الشرح)

الفصل الثالث

﴿نمک اور آگ کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۱﴾ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاالشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: اَلْمَاءُ وَالْمِلْحُ وَالنَّارُ قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الْمَاءُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَالنَّارِ؟ قَالَ: يَا حُمَيْرَاءُ! مَنْ اَعْطٰى نَارًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا اَنْضَجَتْ تِلْكَ النَّارُ وَمَنْ اَعْطٰى مِلْحاً فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا طَيَّبَتْ تِلْكَ الْمِلْحُ وَمَنْ سَقٰى مُسْلِماً شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ سَقٰى مُسْلِماً شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا اَحْيَاهَا. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کون سی چیز ہے جس کو منع کرنا حلال (اور درست) نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، نمک اور آگ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ پانی جس کی (حقیقت تو) ہم کو معلوم ہو گئی اور نمک اور آگ کی کیا نوعیت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یاحمیرا! جس شخص نے کسی کو آگ دی پس گویا کہ اس نے اس تمام چیز کا صدقہ کر دیا جو اس آگ سے پکائی گئی ہو۔ اور جس نے نمک دیا ہو تو گویا کہ اس نے اس تمام چیز کا صدقہ کیا ہے جو اس نمک سے کھانا عمدہ ہوا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی پلا دیا اس جگہ میں جہاں پانی ملتا ہو تو گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کر دیا (یعنی اس قدر ثواب حاصل ہوگا) اور جس شخص نے پانی کا ایک گھونٹ ایسی جگہ پلایا جہاں پانی ملتا نہ ہو تو گویا کہ اس نے نفسِ مسلم کو زندگی دے دی۔ (ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح لا یحل، یعنی یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اور اگر پانی تالاب وغیرہ کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ منع کیا جائے، تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔ قد عرفناہ، پانی کی نوعیت اور اس کی ضرورت کا حال تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو منع نہیں کیا جا سکتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ عرفِ عام کی حیثیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ منع نہ کیا جائے، فما بالُ الخ، آگ اور نمک میں انسان کا عمل ہے وہ اس کو بصورتِ کسب حاصل کرتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد جو بصورتِ اجر و ثواب (جواباً) ہے اور اس کو علیٰ اسلوب الحکیم سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ جس نوعیت کا خیال تمہارے اذہان میں ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے اجر و ثواب پر نظر کی جائے کہ نمک اور آگ جیسی اشیاء سے نفع کس قدر ہوتا ہے، اور نفع کے اعتبار سے بھی اجر و ثواب بڑھتا ہے اور فضیلت ہوا کرتی ہے اور پھر آپ ﷺ نے ان اشیاء ثلاثہ کی فضیلت ارشاد فرمائی، واللہ اعلم۔ (ماخوذ از تعلیق مع الشرح اسعدی)

باب العطایا

﴿عطیات اور ہدایا کا بیان﴾

عطیات کی بہت سی اقسام اور صورتیں ہیں؛ اس لیے اس کو جمع کے ساتھ فرمایا ہے اور یہ جمع ہے عطیۃ کی، بمعنی بلا معاوضہ اپنی ملک والی شی دوسرے کو دینا، دوسرے کے حق میں منتقل کرنا۔

اور ایک مفہوم عطیہ کا یہ بھی ہے کہ امراء اور سلاطین اور مفہوم میں یہ مخصوص ہوگا۔ امام غزالیؒ نے ان عطایا کے سلسلہ میں بہت تفصیل کے ساتھ "منہاج العابدین" میں کلام کیا ہے، لہٰذا اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس باب کے تحت عام اور خاص دونوں کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ کو عطایا عنایت فرمائے ہیں، اسی کے پیش نظر امراء اور سلاطین کے انعامات وعطایا کی بحث بھی اس میں کی گئی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر امراء اور سلاطین جو عطیات دیں اگر وہ شریعت کے حدود کے مطابق آئے ہوئے اموال میں سے عطاء کریں تو پھر کوئی حرج نہ ہوگا اور اس کے علاوہ ہبہ اور عطیہ، ہدیہ وغیرہ کی اور بھی صورتیں ہیں جو شرعاً درست ہیں، صاحب مشکوٰۃ نے "باب" کے تحت بعض اقسام اور انواع کا بیان فرمایا ہے۔ (اسعدی)

الفصل الاول

﴿وقف اور اس کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اَصَابَ اَرْضاً بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضاً بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالاً قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ فَمَا تَامُرُنِيْ بِهٖ قَالَ: اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهُ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتُصُدِّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى وَفِي الرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَاجُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَّاكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بیشک حضرت عمرؓ کو خیبر میں زمین حاصل ہوئی وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! خیبر میں مجھ کو زمین ملی ہے میرے نزدیک اس سے زیادہ نفیس اور عمدہ مال مجھ کو کبھی حاصل نہیں ہوا؛ لہٰذا آپ ﷺ اس کے متعلق مجھ کو کیا حکم فرماتے ہیں (کہ میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی اصل کو محبوس (یعنی وقف) کردو اور اس کے منافع (اور فوائد) کو صدقہ کردو؛ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کے منافع کو صدقہ کردیا اس شرط پر کہ اس کی اصل کو فروخت نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ وارث بنایا جاسکتا اور اس کے منافع کو فقراء اور قرابت داروں اور غلاموں کے آزاد کرنے اور مجاہدین اور مسافرین اور مہمانوں کے مصارف میں خرچ کیا جائے اور جو شخص اس پر نگراں، محافظ (یعنی متولی) ہو تو اگر وہ معروف طریقہ پر اس میں سے کھائے یا (اپنے اہل وعیال کو) کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (جب کہ) جمع کرنے کا قصد نہ ہو۔ حضرت ابن سیرینؒ نے اس کے معنی بیان فرمائے کہ مال جمع کرنا مقصود نہ ہو۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح امام نوویؒ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے، "وفیه دلیل علی صحة اهل الوقف" بہر حال اس پر تمام امت کا اجماع (بھی) ہے کہ شرعاً وقف معتبر ہے اور جب وقف ہو چکا ہے اسکا ہوگا۔ "لایباع ولا یوهب ولا یورث" یعنی وقف شدہ شی، کا حکم یہ ہے کہ وہ فروخت نہیں ہوگی ہبہ بھی نہ ہو سکے گی، اور

اسمیں وراثت بھی نہ ہوگی، اور دوسرا حکم یہ ہے "وانما ینافع الخ" واقف کی شرائط کے مطابق ہی اس وقف سے منافع حاصل کیا جاسکتا ہے اور وقف کی فضیلت خاص یہ ہے کہ وہ صدقہ جاریہ ہے، تفصیل دیکھئے مسائلِ اوقاف میں۔ (از تعلیق: ص/۲۷۶، اسعدی)

﴿عمریٰ اور اس کے احکام﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۸۳﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح روایات میں چند کلمات کے ساتھ مخصوص قسم کا عطیہ جس کو "عمریٰ" اور "رُقبیٰ" کیساتھ اہلِ عرب تعبیر کرتے تھے، (بروزنِ حبلیٰ) جس کا مفہوم یہ ہے کہ مدت عمریٰ کے لیے برائے سکونت مکان دینا۔

یہ لفظ "عُمُر" ہی سے ماخوذ بھی ہے اور اس میں لفظِ عمر بھی آتا ہے، کسی کی زندگی مراد ہے واہب کی یا موہوب لہ کی، اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہے۔

(الف) علیٰ الاطلاق اَعْمَرْتُك هذه الدار کہا جائے۔ (ب) معمَرْ لهٗ کے ورثار کی وراثت کے ساتھ ہبہ ہو، فاذا متّ فهی لورثتك تیرے مرنے کے بعد ورثار کے لیے۔ (ج) واپسی کی تصریح ہو، فاذا متّ عادت الیّ والیٰ ورثتی.

اقوالِ فقهاء: جماہیر اہلِ علم اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں معمرلہ کے لیے تملیک ہوگی لہٰذا واپسی کی شرط باطل ہوگی؛ اس لیے معمرلہ کے ورثار اس کے حق دار ہوں گے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں محض تملیک منافع (سکونت کا حق) ہی ہوگا، گویا کہ وہ عاریۃً دینا ہوا، مرنے کے بعد واپس ہوگا۔ اس باب کے تحت روایات (بظاہر) مختلف ہیں جس وجہ سے اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث نمبر (۲۸۸۳) سے یہ صورت ہبہ اور عطیہ کی ثابت ہے جو جائز ہے۔

﴿حدیث نمبر۲۸۸۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِاَ هْلِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمه: حضرت جابرؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک عمریٰ اس کے وارث کی میراث ہے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں صراحت ہے کہ معمر لہ کی میراث ہوگی، اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثار کا حق ہے کما قال الفقهاءُ وجماهير العلماءُ.

فائده: جس کو وہ ہبہ اور عطیہ دیا گیا ہے اس کو معمرلہ کہا جائے گا۔

﴿اس عطیّہ خاص کی میراث﴾

﴿حدیث نمبر۲۸۸۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِیْ اُعْطِيَهَا لَا يَرْجِعُ اِلَى الَّذِیْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کہ اس کے اور اس کی اولاد کے لیے عمریٰ کیا گیا ہو تو وہ اسی شخص کے لیے ہے جس کو دیا گیا ہے واپس نہیں ہوگا اس شخص کی جانب جس نے وہ دیا ہے؛ کیوں کہ اس نے دی ہے ایسی چیز جس میں میراث جاری ہوئی۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اُعْمِرَ، مجہول اور اس کے بعد عمریٰ، مفعولِ مطلق لہ یعنی للرجل، جس شخص کو یہ عطیہ اور ہبہ کیا ہے۔ لعقبہ، یعنی اس کے مرنے کے بعد۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جماہیر علماء کے قول کی اس روایت سے بھی تائید ہوتی ہے کہ معمرلہ کے مرنے کے بعد بھی اس کے ورثاء ہی مالک ہوں گے؛ اس لیے کہ وہ ہبہ کی ایک اصطلاحی صورت تھی۔

﴿اگر تاحیات ھی دیا جائے تو﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۶﴾ وَعَنْهُ قَالَ: اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ اَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقُوْلَ: هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ: هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جس عمریٰ کو جائز قرار دیا (اس کی صورت یہ ہے کہ دینے والا یوں) کہے یہ تیرے لیے اور تیرے ورثاء کے لیے ہے اور اگر یوں کہا یہ تیرے لیے ہے جب تک تو زندہ ہے تو پھر وہ اس کے مالک کی طرف واپس لوٹ جائے گی (مرنے کے بعد)۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں دو صورتوں کا بیان ہے، عطیہ کرنے والا (واہب) نے کہا (۱) ھی لك الخ، (۲) ھی لك ما عشتَ، جب تک تم زندہ ہو، تمہارے لیے ہے، (۲) فانها الخ اور مرنے کے بعد۔ واپس ہو جائے گی اس کے مالک کی جانب، یعنی مُعمِر (م پر کسرہ فعال) بظاہر یہ روایت جماہیر اہلِ علم اور ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے نیز گذشتہ روایتِ جابرؓ کے بھی خلاف ہے؛ لہٰذا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ از روئے تحقیق یہ بعد کا جملہ مرفوعاً نہیں ہے؛ بلکہ راوی امام زہریؒ کا (اندراج) ہے جس کی تصریح اور تحقیق اعلاء السنن میں کی گئی ہے، اور حدیث نمبر (۲۸۸۴) میں حضرت جابرؓ بصراحت نقل فرماتے ہیں کمامرَّ، نیز اس کے علاوہ اور روایات سے بھی یہی ثابت ہے۔

الفصل الثانی

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۷﴾ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُرْقِبُوْا وَلَا تُعْمِرُوْا فَمَنْ اُرْقِبَ شَيْئًا اَوْ اُعْمِرَ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ رقبیٰ کرو اور نہ عمریٰ سو جو شخص رقبیٰ یا عمریٰ کیا گیا پس وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے؛ یعنی وہ ہبہ ہو چکا ہے لہٰذا موہوب لہ کے وارث ہی حقدار ہوں گے۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں دو امر ہیں (۱) اولاً تو آپ ﷺ نے یہ مشورہ ارشاد فرمایا کہ عُمریٰ اور رُقبیٰ نہ کرو۔ (۲) اور اگر کسی نے کیا ہے تو وہ واہب کی ملکیت سے جب نکل چکا ہے تو موہوب لہ کی ملکیت ہوگئی اور وہ بعد اُس کے ورثاء کا حق ہوگا۔

دورِ جاہلیت میں (شاید) اسکو ملک نہ جانتے ہوں گے؛ اسلئے آپ ﷺ نے اسکی وضاحت فرمادی کہ شرعاً ملک ختم ہو جاتی ہے۔

فائدہ: رُقبیٰ بھی مثل عُمریٰ ہی کے حکم میں ہے اور وہ ماخوذ ہے "اِرقابٌ" سے بمعنی انتظار اور نگاہ برموت۔

ضروری وضاحت: بہر حال عمریٰ اور رقبیٰ فی نفسہ جائز نہیں؛ چنانچہ اس کے بعد کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۸﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے اس کے مالکوں کے لیے اور رقبیٰ جائز ہے اس کے مالکوں کے لیے۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح گذشتہ روایت نمبر (۲۸۸۸) میں آپ ﷺ کا مشورہ ارشاد ہے کہ نہ کیا جائے کہ بعد میں کسی قسم کا نزاع نہ پیدا ہو، واہب اور موہوب لہ کے ورثار کے درمیان کہ ہر ایک حق ملکیت کا مدعی ہو جائے اور فی نفسہ یہ دونوں صورتیں عطیہ اور ہبہ کی جائز نہیں ہیں۔

الفصل الثالث

﴿مال کی حفاظت کی جانے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۸۹﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمْسِكُوْا اَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ لَا تُفْسِدُوْهَا فَاِنَّهُ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَلِعَقِبِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے اموال کو اپنے پاس بحفاظت رکھوان کو ضائع نہ کرو، جو شخص کسی کو عمریٰ دیتا ہے وہ اسی شخص کے لیے ہے کہ جس کے لیے عمریٰ کیا گیا زندگی میں (بھی) اور مرنے کے بعد بھی اور اس کے بعد ورثار کے لیے ہے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح امسکوا الخ، سے (بھی) یہی امر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مشورۃً یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ''اپنے اموال'' کو اپنے ہی قبضہ میں رکھا جائے؛ اس لیے کہ اگر صاحب مکان نے ''بصورتِ عمریٰ'' ہبہ کر دیا ہے اور جب ہبہ کر دیا گیا ہے تو زندگی اور مرنے کے بعد بھی موہوب لہ ہی کی ملکیت رہے گی اور وراثت جاری ہوگی، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس مبارک ارشاد سے امت کو باخبر کیا ہے کہ عمرۃً عطیہ کرنا دراصل ہبہ ہے اور موہوب لہ اس کا مالک ہو جائے گا اور وہ ملکِ تام اور ملکِ صحیح ہوگی؛ لہٰذا اب کسی بھی وقت واہب کی جانب واپس نہیں ہوگی اور آپ ﷺ نے اس تصریح اور وضاحت سے اس امر کو بھی بیان فرمادیا کہ یہ عمریٰ اور رقبیٰ عاریت نہیں ہے۔ (از تعلیق: ص ۳۷۹)

باب

اگر چہ اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے؛ لیکن یہ گذشتہ ہی باب (کا ایک حصہ اور اس کا) تکملہ ہے۔

الفصل الاول

﴿خوشبو کا عطیہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۰﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَاِنَّهُ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو پیش کیا جائے تو وہ اس کو واپس نہ کرے؛ کیوں کہ وہ اٹھانے جانے میں ہلکا ہے (اور) خوشبودار ہے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ یہ ریحان پھول جس کی خوشبو بہت عمدہ ہے، ہدیہ اور عطیہ ہے اس کو قبول ہی کر لیا جائے جس کے قبول کرنے والے پر کوئی (احسان کا) بڑا بوجھ نہ ہوگا۔

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ خوشبو واپس نہیں کرتے تھے۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح آپ ﷺ کی سنت ہے کہ خوشبو آپ ﷺ قبول فرماتے تھے، واپس نہیں کرتے تھے، حدیث نمبر (۲۸۹۰) کا مفہوم اور مقصد ایک ہی ہے (اسعدی)

﴿ھدیه دیے کرواپس لینا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۲﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے ہدیہ کو واپس لینے والا کتا کی مانند ہے کہ جو اپنی قی کو چاٹتا ہے ہم مسلمانوں کے لیے اس طرح کی برائی اختیار کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ ہدیہ اور ہبہ کرنے کے بعد اس کو واپس لینا بہت مذموم اور بری خصلت ہے اور آپ ﷺ نے اس کو خصلت کلبی کے ساتھ تشبیہ اور تمثیل دی ہے کہ اس کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی قی کردہ کو پھر اپنے ہی پیٹ میں واپس کرتا ہے یعنی اس کو کھالیتا ہے؛ لہٰذا اہلِ اسلام اور شرفا اس خصلتِ بد کو ہرگز اختیار نہ کریں۔ السوءُ، سین، ن دونوں پر ضمہ آتے ہیں۔ جن انسانوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہے ان کے حق میں فرمایا ہے، قال تعالٰی "الذین لا یؤمنون بالآخرةِ مثلُ السوءِ"

حاصل کلام: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدیہ دے کر واپس لینا حرام ہے (یا مکروہ تحریمی ہے) جس کی قدرے تفصیل حدیث نمبر (۲۸۹۵) کے تحت معلوم ہوگی انشاء اللہ۔ (اسعدی)

اقوال فقهاء: حضراتِ ائمہ ثلاثؒ کے نزدیک واپس لینا ناجائز ہے، جب اسے دیا گیا ہے وہ مالک ہوگیا۔

استدلال احناف: بروایتِ حضرت ابو ہریرہؓ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "الواھبُ احقُّ بھبتهٖ ما لم یُثب منها" اور اسی مفہوم کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے بھی مرفوعاً نقل کی ہے (اخرجهما الدار قطنی فی سننه)

فائدہ: حدیث نمبر (۲۸۹۰) میں جو تمثیل ہے بلاشبہ وہ نہایت مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے تاہم یہ شناعت (شرعاً) عندالاحناف کراہت پر محمول ہے نہ کہ حرمتِ شرعیہ پر واللہ اعلم۔

اس لیے ضروری ہے کہ جن روایات سے (ضرورتاً) واہب کو حق دار ہونا فرمایا ہے اور روایتِ زیرِ بحث کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایسی تطبیق ہو جس سے تعارض نہ ہو، تاہم عندالاحناف بھی یہ واپسی کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے؛ بلکہ اگر واپسی کے لیے (شرعی) موانع ہوں تو واپسی درست نہ ہوگی، اور وہ موانع سات ہیں۔

﴿اولاد سب برابر ھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۳﴾ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ: اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ :لَا قَالَ: فَارْجِعْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ: بَلٰى قَالَ: فَلَا اِذًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ: اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّيْ اَعْطَيْتُ ابْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ: لَا قَالَ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا

بَیْنَ اَوْلَادِكُمْ قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ بیشک ان کے والد ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ بیشک میں نے اپنے اس لڑکے کو تحفہ دیا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے سب لڑکوں کو اس طرح تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس کو واپس لو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تمام اولاد تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں برابر ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو (یہ صورت ٹھیک) نہیں۔ (کہ تم ایک کو تحفہ دو)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نعمان نے بیان کیا کہ مجھ کو میرے والد نے ایک عطیہ عنایت فرمایا تو عمرہ بنت رواحہ (والدۂ نعمان) نے کہا میں خوش نہیں ہوں۔ تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنا دیا جائے، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے عمرۃ بنت رواحہ کی (اولاد) سے اپنے لڑکے کو ایک تحفہ دیا ہے اور اس نے مجھ سے یہ کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو (اس پر) گواہ بناؤں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف (اور برابری) کرو۔ حضرت نعمانؓ نے بیان کیا کہ پس وہ واپس آئے اور انہوں نے اپنا تحفہ واپس لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصد بیان ہے کہ اگر والدین اولاد کو ہبہ اور عطیہ دیں تو تمام اولاد کا حق برابر ہے، ایک کو ہبہ دیا جائے اور دوسرے کو نہ دیا جائے تو درست نہیں ہے؛ بلکہ آپ ﷺ کا حکم ہے ''اعدلوا الخ'' برابری کرو۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ''فيه استحباب التسوية بين الاولادِ في الهبةِ''

اقوالِ فقہاء: امام اعظمؒ و امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک یہ برابری نہ کرنا مکروہ ہے ''ولیس بحرام'' لہٰذا اگر عدم برابری کی رعایت نہ کرتے ہوئے دیا گیا تو ہبہ درست ہوگا (مع الکراہت)

اور امام احمدؒ کے نزدیک حرام ہے؛ اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس عمل کو فرمایا کہ وہ ظلم ہے۔

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو دوسری اولاد کے بمقابلہ زائد عطیہ عنایت فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادہ عاصمؓ کو بھی زائد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی ''ولد ام کلثوم'' کو زائد عطیہ فرمایا ہے، اور اس پر کوئی اعتراض واشکال ثابت نہیں فیکون اجماعاً۔ (از تعلیق)

الفصل الثانی

﴿ہبہ کرنے کے بعد﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرْجِعُ اَحَدٌ فِيْ هِبَتِهٖ اِلَّا الْوَالِدَ مِنْ وَلَدِهٖ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ہبہ کو واپس نہ لے مگر والد اپنے ولد سے واپس لے سکتا ہے۔ (نسائی ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں بھی فرمایا ہے کہ واپسی نہ کی جائے البتہ استثناء ہے اِلَّا الوالدُ الخ یہ استثناء منقطع ہے والد اپنے دیئے ہوئے سے اپنی اولاد سے واپس اگر لے تو اس کی اجازت ہے حالانکہ

گذشتہ سطور میں یہ معلوم ہوا ہے کہ قرابتِ محرم سے ہبہ کو واپس نہیں لیا جاسکتا ہے اس لیے اس روایت میں یہ استشار ہوا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ والد اور اولاد کا حکم دوسرے اقرباء کے اعتبار سے فرق ہے، اور وجہ فرق کیا ہے(؟)

دوسری نصوص سے معلوم ہوا کہ "انت وما لك لأبيك" والد کے کچھ خاص حقوق ہوا کرتے ہیں اپنی اولاد کے اموال میں جو دوسرے اقرباء کے حق میں نہیں؛ لہٰذا عند الضرورت والد اپنی اولاد کے اموال میں حسبِ ضرورت شرعاً تصرف کرسکتا ہے جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں ہے۔

والد کا اولاد کے مال میں سے تصرف کرنا گویا کہ وہ صورتاً عطیہ کردہ میں سے واپس لینا ہے؛ لیکن فی الحقیقت یہ رجوع نہیں ہے۔(ماخوذ)

بلکہ ضرورت شدیدہ کے وقت ادنیٰ ضروریات کے لیے لینا ہے۔ واللہ اعلم (اسعدی)

﴿واپسی کسی طرح مناسب نہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا اِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِيْ وَلَدَهُ وَمَثَلُ الَّذِيْ يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰى اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِيْ قَيْئِهِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ وہ (کسی کو) کوئی ہدیہ دے اور پھر اس کو واپس لے، مگر والد اس شی میں رجوع کرسکتا ہے جو اس نے اپنے وَلد کو دیا ہے اور اس کی مثال جو کہ ہدیہ دیے ہوئے کو پھر واپس کرے کتے کے مثل ہے کہ اس نے کھایا یہاں تک کہ جس وقت پیٹ بھر گیا تو قی کردی اور پھر اپنی قی کو چاٹ لیا۔ (ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح فرمایا)

کلماتِ حدیث کی تشریح تشریح گزر چکی ہے۔

﴿ھدیہ کا بدلہ دینا بھی مندوب ھے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۶﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهُ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهُ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جوان اونٹنی ہدیہ کی تو آپ ﷺ کو یہ خبر پہونچی، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھکو ہدیۃً ایک اونٹنی دی تھی، میں نے اسکو ایک اونٹنی کے عوض چھ اونٹنیاں دیں تو وہ خوش نہ ہوا۔ میں نے ارادہ کیا ہے ہدیہ قبول نہ کروں گا مگر قریش یا انصاری یا ثقفی یا دوسی سے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح (الف) اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی یہ سنت تھی کہ جو شخص آپ ﷺ کو ہبہ اور ہدیہ پیش کرتا آپ ﷺ اسکو قبول فرمالیا کرتے تھے اور اس کے بعد آپ ﷺ اس کا عوض بھی عنایت فرماتے، بلکہ آپ ﷺ زیادہ مقدار عنایت فرماتے تھے۔

(ب) اس روایت سے دوسری نوعیت بھی معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ بعض لوگ ہدیہ محض اس لیے دیتے ہیں کہ ان کا مقصود زائد وصول کرنا ہے تو اس لیے آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کرنے کی یہ صورت بیان فرمائی ہے جس کا بیان روایت میں ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر ہدیہ پیش کرنا خالصۃً از راہ حبِّ رسول ﷺ میں ہوگا نہ کہ بدلہ اور زائد بدلہ لینے کی غرض سے۔

فائدہ: اس ارشاد نبوی ﷺ سے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ ہدایہ قبول کرنے میں تخصیص ہوسکتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کے ہدیہ کو قبول ہی کیا جائے؛ لہٰذا ہدیہ پیش کرنے والے کے حالات اور مقصود پر بھی گہری نظر رکھی جائے گی؛ بلکہ بعض احوال میں تو ہدیہ نہیں وہ رشوت کے حکم میں ہوگا؛ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک عامل کے قصہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ "فهلا جلس في بيت ابيه او بيت امه فينظر أيهدىٰ له ام لا" (الحديث مشكوٰة: ص/۱۵۶) معلوم ہوا کہ جو شخص عامل ہے اور کسی منصبی حق کو ادا کرتا ہے (اپنی حق ذمہ داری پر مامور ہے) اس کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔ (از حاشیہ مشکوٰۃ شریف)

﴿ہدیہ پر دعاء﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِبِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰى فَقَدْ شَكَرَ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے بیشک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کو کوئی ہدیہ دیا گیا ہو تو اگر وہ گنجائش رکھتا ہے تو اس کا بدلہ دیدے اور اگر موقع نہ پائے تو پھر وہ ہدیہ دینے والے کی تعریف (یعنی شکریہ ادا) کردے؛ کیوں کہ جس شخص نے تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا اور جس شخص نے کسی کے احسان کو چھپایا تو اس نے کفرانِ نعمت کیا اور جس نے آراستگی کی ایسی چیز کے ساتھ جو کہ اس کو نہیں دی گئی۔ (یعنی خلافِ حقیقت ظاہر کرتا ہے) تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے شخص کے مانند ہے۔ (ترمذیؒ، ابوداودؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصد بیان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وسعت رکھتا ہے کہ وہ ہدیہ کا بدلہ (بصورت) مال ہدیہ دے سکتا ہو تو یہ امر مستحسن ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہبہ اور ہدیہ دینے والے کے حق میں دعا کی جائے اور اس کا حسنِ کلام کے ساتھ شکریہ ادا کیا جائے، ناشکری بُری خصلت ہے۔

ومن تحلّٰى الخ، اور اگر کسی شخص نے خود کو ایسی حالت کے ساتھ آراستہ کیا ہو، جو اس کو من جانب اللہ عطا نہ ہوئی ہو تو اس کی مثال یہ ہے "كان كلابس الخ" کہ وہ اس شخص کے مثل ہے جس نے جھوٹ (اور دھوکہ دہی کے لیے) لباس زیب تن کیا ہوا ہے جس سے لوگوں کو دھوکہ ہو اور وہ اس کے اس ظاہری لباس سے متاثر ہو کر اس کا اعزاز کریں حالانکہ وہ اس کا مستحق نہیں ہے۔

﴿احسان کرنے والے کے لیے دعا کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۸﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی ہو تو (اگر) اس بھلائی کرنے والے کو اس نے جزاک اللہ خیراً کہہ دیا تو اس نے ثناء کرنے (اور شکریہ ادا کرنے کا مکمل حق ادا کر دیا)۔ (ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح من صنعَ الخ، جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی اور نیکی کی گئی ہو، اس کے لیے یہ دعا ''جزاك الله'' کامل دعا ہے اور کمالِ درجہ کی ادائیگی ہے؛ اس لیے کہ جو جزا اس کو منجانب اللہ عطا ہوگی

بلاشبہ انسانی عوض کے بمقابلہ وہ اعلیٰ درجہ پر ہوگی اور گویا کہ اس شخص نے یہ اعتراف کیا ہے کہ میں اس کا بدلہ اور عوض دینے پر قادر نہیں ہوں، قاصر ہوں۔ (ماخوذ از تعلیق مع الشرح، اسعدی)

﴿حدیث نمبر ۲۸۹۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ (احمدؒ، ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس ارشاد نبوی ﷺ میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ جو شخص ایک انسان کا شکریہ ادا کرنے میں بخیل ہے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کثیرہ پر بھی شکریہ کرنے میں بخیل ہوگا، اور انسانی احسان بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے، وہ صرف ظاہری ذریعہ اور سبب ہے

﴿حضراتِ مهاجرین کا ایثار﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۰۰﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رَاَیْنَا قَوْماً اَبْذَلَ مِنْ کَثِیْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِیْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَیْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ کَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَکُوْنَا فِی الْمَهْنَا حَتّٰی لَقَدْ خِفْنَا اَنْ یَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ کُلِّهٖ فَقَالَ: لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی خدمت میں مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کسی قوم کو ان سے زیادہ خرچ کرنے والی نہیں دیکھی اور نہ تھوڑے ما حل سے معاونت و بھلائی کرنے میں اس قوم سے کسی کو بہتر دیکھا کہ جس قوم کے درمیان ہم لوگ مقیم ہوئے (یعنی ہجرت کے بعد قومِ انصار کے پاس قیام پذیر ہوئے) ان لوگوں نے محنت و مشقت سے ہم لوگوں کو کفایت کیا اور منفعت میں شریک بنایا یہاں تک کہ ہم نے اندیشہ کیا کہ وہ تو تمام اجر و ثواب حاصل کر لیں گے (یعنی ہم اس درجہ ثواب حاصل نہ کر سکیں گے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں! جب تک تم لوگ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے، اور ان کی تعریف (اور شکریہ) کرو گے۔ (ترمذیؒ روایت اور صحیح کیا ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح حضراتِ صحابہ انصارؓ نے اپنے اسلامی بھائی مہاجرین صحابہؓ کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک والا معاملہ کیا تھا، جس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ہو سکتی۔ اس روایت میں حضراتِ مہاجرینؓ کا اسی احسانِ جزیل کا اعتراف ہے اور اسی کے ساتھ اس کا بھی احساس ہے کہ ہماری جانب سے ان حضرات کو اس کا کوئی بدلہ اور عوض نہیں دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے عوض کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ لا ،مادعوتم الله الخ.

ایسا نہیں ہے (کہ تم کو کوئی اجر و ثواب نہ ملے، بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ) جب تک تم ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے، تم بھی اس دعا کے ذریعہ اجر و ثواب حاصل کر لو گے اور ان کے احسانات کا بدلہ ادا کرتے رہو گے دعا کے ذریعے۔

﴿هدیه کی برکت﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۰۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِیَّةَ تَذْهَبُ الضَّغَائِنَ رَوَاهُ. (۱)

(۱) دراصل نسخہ میں اس جگہ بیاض ہے حسب ضابطۂ مصنف؛ اس لیے کہ مصنفؒ اس روایت کے مخرج کو معلوم نہ کر پائے تھے، قال الشیخ الجزریؒ، رواہ الترمذی (ماخوذ از حاشیہ مشکوٰۃ۔اسعدی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ باہم ہدیہ کا لین دین کرو؛ کیونکہ ہدیہ کینہ کو نکالتا ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح تھادوا، باب تفاعل سے باہم ہدیہ کا لین، دین کرنا، مقصدِ بیان یہ ہے کہ آپس میں ہدیہ کا لین، دین کرتے رہو، اس کی برکت یہ ہے کہ قلوب سے حسد (وغیرہ) نکل جائے گی۔

الضغائن، جمع ہے ضغینۃ کی، کینہ، حسد، بغض یعنی قلبی امراض جو آپس میں پیدا ہوتے ہیں۔ ہدیہ دینا یہ علامت ہے محبت کی؛ لہٰذا جب دونوں جانب سے یہ سلسلہ ہوگا تو قلب صاف ہوں گے۔

﴿کوئی ھدیہ حقیر نہیں﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۰۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَهَادُوْا فَاِنَّ الْهَدِیَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسَنِ شَاةٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: باہم ہدیہ کا لین دین کرو۔ کیوں کہ ہدیہ سینہ کے غیض وغضب کو دور کرتا ہے اور نہ حقیر جانے کوئی پڑوسی عورت اپنی پڑوسن کو بکری کے ٹکڑے کے ہدیہ بھیجنے سے۔ (ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح لا تحقرنّ، حقیر اور کمتر نہ خیال کرنا، اور عبارت میں مفعول ''ھدیۃ'' محذوف ہے۔ مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر کم از کم بھی کوئی ہدیہ آئے بالخصوص پڑوس کی جانب سے تو اس کو کمتر تصور نہ کیا جائے۔

فرسنّ: کھر یا کھر کے نیچے والا گوشت جو بظاہر بہت کمتر شی رہے؛ لیکن جذبۂ محبت میں دی ہوئی قلیل شی رہبھی بڑی شی رہے، اور بعض اہلِ علم نے ''جارۃ'' سے سوکن بھی مراد لیا ہے۔

﴿حدیث نمبر۲۹۰۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ قِیْلَ اَرَادَ بِالدُّهْنِ الطِّیْبَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں (جو) واپس نہ کی جائیں۔ ایک تکیہ اور دوسری تیل اور تیسری چیز دودھ۔ (ترمذیؒ) اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا دھن سے مراد خوشبو ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ بالخصوص ان اشیاء ثلاثہ کو واپس نہ کیا جائے، بہر حال ان اشیاء کی پیش کش بھی اعزاز واکرام اور جذبۂ محبت کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

﴿پھول بھی بڑا تحفہ ھے﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۰۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُکُمُ الرَّیْحَانَ فَلَا یَرُدُّهُ فَاِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ مُرْسَلًا.

ترجمہ: حضرت ابو عثمان نہدیؒ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو پھول (خوشبو) پیش کیا کیا جائے تو اس کو رد نہ کرو کیوں کہ وہ جنت سے نکلا (اور نازل) ہوا ہے۔ (ترمذیؒ مرسلا)

کلماتِ حدیث کی تشریح اگر چہ بظاہر پھول ادنی شی رہے مگر وہ معنوی اعتبار سے بھی بڑا ہدیہ اور تحفہ ہے، کہ وہ جنت سے آیا ہوا ہے، یہ اس کی معنوی قیمت اور درجہ ہے اور خوشبو جو اس پھول کی ہے وہ قلب اور دماغ کو سرور وفرحت

پہونچائے گی۔

الفصل الثالث

﴿ناحق پرشہادت ناجائزہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۰۵﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَتْ اِمْرَاَةُ بَشِيْرٍ: اَنْحَلْ اِبْنِیْ غُلَامَكَ وَاَشْهِدْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَاَلَتْنِیْ اَنْ اَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِیْ وَقَالَتْ: اَشْهِدْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَهٗ اِخْوَةٌ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: اَفَكُلَّهُمْ اَعْطَيْتَهُمْ مِثْلَ مَا اَعْطَيْتَهٗ قَالَ: لَا قَالَ: فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا وَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ بشیرؓ کی زوجہ نے کہا کہ میرے بیٹے اپنے لڑکے (نعمان بن بشیر) کوعطیہ دے دو اور رسول اللہ ﷺ کو (اس پر) میرے حق میں گواہ بناؤ۔ چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا فلانیہ کی بیٹی (یعنی میری زوجہ) نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اپنے لڑکے (یعنی) اس کے بیٹے کوتحفہ دوں اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے حق میں رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناؤں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس کے اور بھی بھائی ہیں؟

حضرت بشیرؓ نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس کے مثل دیا ہے جو تم نے اس کو دیا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو یہ درست نہیں اور میں تو حق (خالص جس میں کسی قسم کی کراہت بھی نہ ہو) کے علاوہ پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (مسلمؒ)

حل لغات: انحل، ہمزہ وصل کے ساتھ، ن ساکن اور ح پر فتحہ، ماضی کا صیغہ ہے، عطیہ، ہدیہ؛ یعنی عطیہ اور ہدیہ دیا ہے۔ اِلَّا حق: اور ایک روایت میں اس کی ضد "جور" ہے مطلب یہ ہے کہ جو حق ہو اور ظلم نہ ہو۔

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیث نمبر ۲۸۹۵ کے تحت اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

﴿آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۰۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِبَاكُوْرَةِ الْفَاكِهَةِ وَضَعَهَا عَلٰى عَيْنَيْهِ وَعَلٰى شَفَتَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ ثُمَّ يُعْطِيْهَا مَنْ يَكُوْنُ عِنْدَهٗ مِنَ الصِّبْيَانِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ جس وقت آپؐ کے پاس نیا پھل (کہ درختوں پر آنے پر اوّل اور پہلا پھل) لایا جاتا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کو اپنی آنکھوں اور اپنے لبوں پر رکھتے (نعمتِ الٰہی کی تعظیم کرتے ہوئے) اور حکمات دعائیہ ارشاد فرماتے یا اللہ جس طرح آپ نے ہم کو اس پھل کی ابتدار دکھلائی ہے، اسی طرح اس کی انتہا ر بھی دکھلا اور پھر وہ پھل ان بچوں کو عنایت فرمادیتے جو کہ آپ ﷺ کے پاس ہوتے۔ (بیہقیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح باکورۃ، ہر اول شی، کو باکورہ کہتے ہیں اور اس جگہ پھلوں کا اول اور نیا پھل مراد ہے، برکت اور برائے دعا حضرات صحابہؓ باغات کے اول پھلوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے حق میں دعا فرماتے۔

سنت نبوی ﷺ: اور پھر آپ ﷺ وہ پھل بچوں کو عنایت فرماتے جس طرح یہ پھل باکورہ ہیں اسی طرح بچے بھی۔ ثمرۃ الفؤاد

اور باکورہ الانسان ہیں، لہٰذا ان پھلوں کو ان بچوں کے ساتھ پھل کے باکورہ ہونے میں مناسبت ظاہر ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ وہ پھل بچوں کو عنایت فرماتے اور بچوں کو رغبت اور میلان زیادہ ہوتا ہے؛ اس لیے بھی آپ ﷺ اس کی رعایت فرماتے ہیں۔ (از تعلیق: ص ۳۸۳)

باب اللقطۃ

﴿لقطہ کا بیان﴾

لُقطہ- لام پر ضمہ اور قاف پر فتحہ نیز قاف پر سکون بھی آیا ہے مگر فقہاء اور محدثین نے ضمہ کے ساتھ استعمال کیا ہے، وہ شی جو گم شدہ ہو جس کا مالک معلوم نہ ہو اور اس کو کسی شخص نے امانۃً اٹھالیا اور قبضہ کر لیا ہو، قرآن کریم میں ہے جس وقت کنویں سے حضرت یوسفؑ کو مسافروں نے نکالا تھا اس وقت حضرت یوسفؑ کے حق میں یہ لغت استعمال ہوئی تھی۔ ''یلتقِطْهُ بعض السیّارۃِ''۔

اگر قاف پر سکون ہے ''اسمٌ لمالِ الملقوطِ'' یعنی جس شی، گم شدہ کو اٹھالیا گیا وہ لقط (بالسکون) ہے بمعنی اَلْمَلقوطُ۔ اور جس شخص نے اس کو اٹھایا ہے وہ ملتقِط (اسم فاعل ہے)

لقطہ کا حکم: اگر ضائع ہونیکا اندیشہ ہے تو اسکو اٹھالینا ضروری ہے اور عام حالات میں مستحب ہے اور اس کے پاس یہ امانت ہے جس کی حفاظت اور اس کا اعلان لازم وضروری ہے اور اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ اس پر کسی کو گواہ بنالیا جائے تا کہ آئندہ الزام نہ آئے۔

اور اگر فاسد نیت کے ساتھ اٹھالیا ہے تو اس پر حرام ہوگا اور غصب کے حکم میں ہے۔

اور حقِ حفاظت وغیرہ انجام دینے کی قدرت نہ ہو تب خود نہ اٹھائے کسی امانت دار کو اس پر متوجہ کر دے جیسا کہ ایک عورت نے امام اعظمؒ کو اس پر مجبور کر دیا تھا بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ۔

جب کہ اونٹ گم شدہ کے ہلاک اور ضائع ہونیکا احتمال نہیں ہے؛ اسلئے آپ ﷺ نے اسکو اخذ نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ باب کے تحت آمدہ حدیث نمبر ۲۹۰۷ میں تفصیل ہے، اسی کو حضرات ائمہ ثلاثہ نے اختیار فرمایا ہے اور عندالاحناف (اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے) بکری پر قیاس کرتے ہوئے اس کو اخذ کرنا بھی درست ہے اور مذکورہ روایت میں وہ ہدایت اور مشورہ ہے نہ کہ عدم جواز کے لیے۔

الفصل الاوّل

﴿لُقْطَہ کے بعض احکام﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۰۷﴾ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: جَآءَ رجلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَہٗ عَنِ اللُّقْطَۃِ فَقَالَ اَعْرِفْ عِفَاصَھَا وَوِکَاءَ ھَا ثُمَّ عَرِّفْھَا سَنَۃً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُھَا وَاِلَّا فَشَانَکَ بِھَا قَالَ فَضَالَّۃُ الْغَنَمِ قَالَ: ھِیَ لَکَ اَوْ لِاَخِیْکَ اَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ: فَضَالَّۃُ الْاِبِلِ قَالَ مَالَکَ وَلَھَا مَعَھَا سِقَاءُ ھَا وَحِذَاءُ ھَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاکُلُ الشَّجَرَ حَتّٰی یَلْقَا ھَا رَبُّھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ فَقَالَ عَرِّفْھَا سَنَۃً ثُمَّ اَعْرِفْ وِکَاءَ ھَا وَعِفَاصَھَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِھَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّھَا فَاَدِّھَا اِلَیْہِ ۔

ترجمہ: حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اس نے آپ ﷺ سے لقطہ سے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا (اوّلاً خود) اس کے برتن اور اس کے تسمہ کو پہچان اور پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کر۔ اگر اس کا مالک آجائے (تو اس کو دیدو) ورنہ تو اس کے متعلق با اختیار ہے (جو مناسب خیال کرلے اس پر عمل کر) اس شخص نے سوال کیا گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے (؟) آپ ﷺ نے فرمایا وہ بکری تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی یا بھیڑیے کے لیے، اس شخص نے سوال کیا گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے (؟) آپ ﷺ نے فرمایا تجھکو (اونٹ سے متعلق) کیا؟ اس کے ساتھ تو اس کی مشک ہے (پانی کی) اور اس کے

موزے (کہ زمین پر چلتا پھرتا ہے) پانی پروارد ہوتا ہے (کہ از خود پی لیگا) اور درخت کے پتوں کو کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پکڑ لے گا (لہٰذا اس کو تیری ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ (بخاریؒ ،مسلمؒ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال تک اس کا اعلان کرو اور پھر اس کا تسمہ اور اس کا برتن پہچان لو اور پھر اس کو خرچ کرلو۔ بعد میں اگر اس کا مالک آجائے تو پھر اس کو ادا کر دینا۔

کلماتِ حدیث کی تشریح

حکم اول-اعرف، یعنی اٹھانے والا، اس کے ظرف کو شناخت کرلے کہ وہ شی رکس چیز میں ہے وہ کیا ہے؟ اور جس سے وہ بندھا ہوا ہے اس کو دیکھ لو، پہچان لو، عفاص (عین پر کسرہ) ظرف، برتن- جس میں کوئی چیز رکھی جائے۔ وکاءٌ -وہ شی رجس سے کسی شی رکا منہ باندھا جائے ، مثلاً ڈوری ،تسمہ تا کہ اس کی علامت اس کو معلوم ہو۔

حکم ثانی: عَرِّف، اس کی تشہیر کرنا، اعلان کرنا،

لقطہ کی تشہیر کی مدت کیا ہے؟

(الف) امام احمدؒ کے نزدیک علی الاطلاق مدت ایک سال ہے؛ اگر چہ وہ شی ر بہت ہی کم قیمت کی ہو۔

اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قولِ مشہور یہ ہے کہ اس شی رکی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے مدت ہوگی۔

عندالاحناف اگر دس درہم سے کم ہیں تو چند یوم اور اگر دس کے برابر یا اس سے زائد ہے ایک سال تک اور بعض فقہاءِ احناف نے اٹھانے والے کی رائے پر موقوف کیا ہے۔ **فان الخ:** اگر مالک آجائے اور علامات وغیرہ سے یقین ہوگیا تب اس کو دیدیا جائے۔

تیسرا حکم: وَاِلَّا اعلان اور تشہیر کے بعد بھی مالک نہ آئے تو تم کو اختیار ہے جو تم (اپنی حالت اور اپنی رائے میں) مناسب خیال کرو

اقوال فقہاء: (الف) حضرات ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک علی الاطلاق اب اٹھانے والے کو حق ہے کہ وہ خود استعمال کرے اگر چہ وہ مالدار ہو یا وہ صدقہ کردے اختیار ہے۔

(ب) جماہیر اہلِ علم اور عندالاحناف اگر وہ فقیر ہے تو اس کو استعمال کرنا مباح ہے اور اگر مالدار ہے تو صدقہ کرنا لازم ہے۔

ضروری وضاحت: اس حدیث اول میں علی الاطلاق اس کو اختیار دیا گیا ہے؛ اس لیے ایک جماعت نے اس کے پیشِ نظر یہ اختیار فرمایا ہے کما قال الاوّلون۔ اور دوسرے قول کے لیے استدلال حدیث ابی ہریرہ ہے جس میں حکم ہے صدقہ کرنے کا۔

﴿تشہیر کے بغیر لقطہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۰۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اٰوىٰ ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَالَمْ يُعَرِّفْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ترجمہ: حضرت زید بن خالدؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی گم شدہ کو جگہ دی تو وہ (خود) گمراہ ہے جب تک اس کا اعلان نہ کرے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

اگر اعلان اور تشہیر کو ترک کر دیا ہے تو یہ اخذ ضلالت، گمراہی اور ناجائز ہوگی، بہر حال تشہیر اور اعلان ضروری ہے اور واجب ہے، نیز بلا اعلان والی صورت میں اس پر تہمت اور الزام آسکتا ہے۔

﴿حرم شریف کا لقطہ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۰۹﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمیؒ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے حجاج کے لقطوں سے منع فرمایا ہے۔ (مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس لیے کہ حجاج کرام چند یوم کے لیے آتے ہیں اگر اس کو اخذ کیا گیا تو بظاہر مالک تک پہونچانا دشوار ہوگا اور اگر اس کو نہ اٹھایا جائے تو مالک تلاش کرتا ہوا پہونچ سکتا ہے وہ خود تلاش کرے گا۔

ضروری وضاحت: اور اگر اندیشہ ہے ضائع ہونے اور ناحق کسی کے ہاتھ میں پہنچنے کا تب عندالاحناف اس کو بھی اٹھالیا جائے، تفصیل کتاب الحج میں معلوم ہو چکی ہے۔

الفصل الثانی

﴿درخت پر پھل کا حکم؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۱۰﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ: مَنْ اَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِيْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْئٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوْبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِيْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا ذَكَرَ غَيْرُهٗ قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ مَاكَانَ مِنْهَا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَاْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَاكَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيْ فَفِيْهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ اِلٰى اٰخِرِهٖ .

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدِّ خود رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے (درختوں یا اور جگہ پر) معلق پھلوں سے متعلق سوال کیا گیا (کہ انکا حکم کیا ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی ضرورت مند شخص نے اسمیں سے کچھ لیا ہے درآنحالیکہ باندھکر لیجانے والا نہ ہو تو اسپر کوئی تاوان نہیں اور جو شخص اسمیں ساتھ لے گیا تو پھر اسپر اسکا دوگنا ضمان ہوگا اور سزا (بھی) اور جس شخص نے ان پھلوں میں سے کھلیان میں جگہ پالینے کے بعد چوری کرلی اور وہ پھر ایک ڈھال کی قیمت کے برابر پہونچ گئی تو اس پر ہاتھ کے کاٹنے کی سزا ہوگی اور گم شدہ اونٹ اور بکریوں سے متعلق (بھی) راوی نے بیان کیا جس کو دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے۔

حدیث کے راوی حضرت عمروؓ کے جدّ امجد نے نقل کیا۔ اور آپ ﷺ سے لقطہ سے متعلق سوال کیا گیا؛ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لقطہ عام راستہ یا آبادی بستی میں پایا جائے، تو اس کا اعلان ایک سال تک کیا جائے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دیدیا جائے اور اگر مالک نہ آئے تو وہ تیرے لیے ہے (یعنی جس نے اس کو اٹھایا ہے) اور جو لقطہ غیر آباد جگہ سے ملا ہو تو اس لقطہ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے (نسائیؒ، اور امام ابوداودؒ نے بروایت عمرو بن شعیبؒ "وسئل عن اللقطة" سے آخر حدیث تک روایت نقل کی ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں سے چند احکام کا بیان ہے۔ (الف) ثمرِ معلق۔ وہ پھل جو درخت پر ہوں، ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی صاحبِ ضرورت نے ان میں سے لیے ہوں، اور اسی جگہ اپنی ضرورت (شدید بھوک کے وقت) پوری کی ہو، باندھ کر نہ لے جائے۔

خبنۃ: خ پر ضمہ، با ساکن، ذخیرہ بنا کر، جمع کر کے کپڑے میں باندھ کر۔ فلا شیئ۔ یعنی اس پر گناہ نہ ہوگا، ضمان نہ ہوگا، یہ حکم ابتداءِ اسلام کا ہے اور اب منسوخ ہے؛ لہٰذا اب حکم ہے کہ اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔

امام احمدؒ کے نزدیک ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بلا ضمان اس کے لیے مباح ہے، نیز بلا ضرورت بھی اجازت ہے۔

(ب) من خرج الخ اور اگر ضرورت سے زائد لیا گیا ہو، اس پر اس کا ضمان اور قیمت لازم ہوگی، اور دوگنی قیمت یہ از روئے

زجر فرمایا ہے اور وعید سنائی گئی ہے۔ اور بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ ابتداء یہی حکم تھا جو منسوخ ہو گیا ہے۔

(ج) من سرق الخ ﷺ اور جب اس کو محفوظ جگہ (مثلاً کھلیان اور چھپر) سے چوری کی گئی ہو اور وہ مقدار نصاب ہو جس مقدار پر حکم ہے ہاتھ کاٹ دیا جائے، حدِّ سرقہ نافذ کی جائے۔ اس کے بعد حضرت راوی نے گم شدہ اونٹ وغیرہ کا تذکرہ فرمایا کہ جس طرح ان کے علاوہ دوسرے رواۃ نے نقل کیا ہے۔

(ح) اور اس کے بعد آپ ﷺ سے لقطہ کا سوال کیا گیا۔

الطریقُ المیتاء - وہ راستہ جو عام ہو اور دوسرے راستے بھی ملتے ہوں، بکثرت آمد و رفت رہتی ہو۔ **القریۃُ الجامعہ** - وہ جگہ جس کے قریب بڑی آبادی ہو، **لَکَ** - اس کی تفصیل معلوم ہو چکی۔ اور اگر **الخراب العادی** - اور وہ علاقہ غیر آباد ہو اور وہ قدیم و ویرانہ نہ ہو، اس کے لقطہ میں خمس برائے بیت المال گویا یہ بھی رکاز کے حکم میں ہوگا۔

﴿اگر مالک آجائے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۱۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَجَدَ دِیْنَارًا فَاَتٰی بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَاَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رِزْقُ اللّٰهِ فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَتْ اِمْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّیْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَلِیُّ! اَدِّ الدِّیْنَارَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

ترجمہ: حضرتِ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرتِ علی بن ابی طالبؓ کو ایک دینار ملا، اس کو حضرتِ فاطمہؓ کے پاس لائے اور اس کے متعلق حضرتِ علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا (عطا فرمودہ) رزق ہے؛ چنانچہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے بھی کھایا اور حضرتِ علیؓ و حضرتِ فاطمہؓ نے بھی کھایا، پھر جب ایک عورت اس دینار کو تلاش کرتی ہوئی آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! وہ دینار تم ادا کرو۔ (ابوداودؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر لقطہ کو استعمال کر لیا گیا ہو اور اس کے بعد مالک آجائے تو اب اس کو بدلہ دینا واجب اور لازم ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ اٹھانے والا کسی بھی وقت مالک نہ ہوگا، اگر شرعاً استعمال کی اباحت والی صورت میں تو وہ ضمان کے ساتھ استعمال کرے گا۔

﴿اگر نیت میں فساد ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۱۲﴾ وَعَنِ الْجَارُوْدِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ.

ترجمہ: حضرتِ جارودؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کا شعلہ ہے۔ (الدارمی)

کلماتِ حدیث کی تشریح جب یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ لقطہ امانت ہے اور اس کی حفاظت اور مالک تک پہونچانے کی کوشش لازم ہے اگر فاسد نیت کے ساتھ اس کو اٹھایا ہے تو اس پر یہ وعید ہوگی؛ اس لیے کہ وہ غصب کردہ شی، کے حکم میں ہوگی؛ لہٰذا اگر حق امانت کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تب نہ اٹھائے۔ (اسعدی)

﴿لقطہ پر گواہ ہونا ضروری ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۱۳﴾ وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً

فَلْيُشْهِدْ ذَاعَدْلٍ اَوْذَوِی عَدْلٍ وَلَايَكْتُمْ وَلَا يُغِيْبْ فَاِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَاِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِیُّ.

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمارؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی لقطہ ملا ہو تو وہ (اس پر) ایک عادل یا دو ذی عدالت کو گواہ بنالے اور اس کو چھپائے نہیں (کہ اس کا اعلان نہ کرے) اور نہ غائب کرے، پھر اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو دے دے اور اگر مالک نہ آئے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جس کو چاہتا ہے وہ عنایت کرتا ہے۔ (احمدؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

ذا عدل- یعنی ایک عادل اور قابلِ اعتماد۔ ذوی عدلٍ، یعنی دو عادل۔ ولا یُغیبُ یعنی اس کو غائب نہ کر دیا جائے، کوئی ایسی صورت نہ کرے جس سے کہ مالک اس سے لا پتہ رہ جائے؛ بلکہ اس کو ظاہر و باہر رکھے اعلان و تشہیر کرتا رہے۔ دراصل آپ ﷺ کی یہ ہدایات اس لیے ہیں کہ اس پر عادل کی شہادت ہو جائے گی تو پھر محفوظیت بھی ہو جائے گی مالُ اللّٰہ الخ، درحقیقت ہر شی ر کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جب مالک نہ آیا تو اب بحکمِ الٰہی اس میں تصرف درست ہو گیا جس کی تفصیل معلوم ہو چکی۔

﴿اگر وہ شیء حقیر ہو﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۱۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَاَشْبَاهِهٖ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ. وَذُكِرَ حَدِيْثُ مِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِيْكَرِبَ اَلَا لَايَحِلُّ فِیْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصا، اور کوڑا اور رسی اور جو اس کے مثل (کم قیمتی چیزیں ہوں ان) کی اجازت دی ہے کہ آدمی اس کو اٹھالے اور اس سے فائدہ اٹھائے (ابوداؤدؒ) اور مقدام بن معدیکرب کی حدیث الا لا یحل فی باب الاعتصام میں مذکور ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح

مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر شی ءِ لقطہ حقیر ہو اور وہ ایسی شی ر ہو کہ مالک اس کی تلاش نہ کرے گا تو اس کی تشہیر واجب ولازم نہیں، اور وہ اٹھانے والا خود بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے اور اس کی اس قیمت کا اندازہ مذکورہ فی الروایت اشیاء پر قیاس کیا جائے۔ (اسعدی)

وَذُكِرَ حَدِيْثُ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ اَلَا لَايَحِلُّ فِیْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ

(اور حضرتِ مقدام بن معدیکربؓ کی حدیث "الا لایحل" فی باب الاعتصام میں گذر چکی ہے۔

بَابُ الْفَرَائِضِ

﴿فرائض کا بیان﴾

الفرائض- واحد فریضۃ—حدائق، حدیقۃ بروزنِ فعیلۃ۔ جو بمعنی مفروضۃ ہے اور اس کا مادہ فَرْضٌ ہے جس کے معنی حصہ، عربی کہاوت ہے "فرضت لفلانٍ کذا"۔ قرآنِ کریم سے معلوم ہوا عربی میں۔ نصیبا مفروضاً یعنی مقرر شدہ حصہ مال اور اسی وجہ سے میراث کے مخصوص علم کو فرائض سے موسوم کیا گیا ہے اس لیے کہ قرآنِ کریم نے میراث کے فرائض (حصصِ مقررہ) بیان کئے ہیں فقہاء نے اس علم الفرائض کی تعریف یہ کی ہے "المقدرات الشرعیۃُ فی المتروکاتِ المالیۃ"۔

چونکہ اس علم کے ذریعہ حقوقِ مالیہ کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں اسلئے اس فنِ فرائض کو شریعت میں بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسی اہمیت اور ضرورت کیوجہ سے احادیث میں آپ ﷺ نے اسکے حصول کی خاص تاکید فرمائی ہے اور حکم فرمایا ہے "تعلموا الفرائض".

بڑی اہمیت اور شدت کے ساتھ علم الفرائض کو بیان کیا گیا ہے اور قرآن وحدیث میں اس پر بڑے تاکیدی احکامات ہیں؛ اس لیے کہ دورِ قدیم میں تمام اقوام نے بندوں کے اس حق کو ضائع کیا ہے، حق دار کو اس کا حق کبھی نہیں دیا گیا، آپ ﷺ نے اس امت کو تاکید فرمائی ہے اور جس کا جو حق تھا اس کی تصریح فرمائی ہے۔

شریعت نے قدیم ظالمانہ قبضہ کو رد کرتے ہوئے قرآنی آیات میں تقسیم فرائض کو خاص طور پر بیان فرمایا ہے؛ اس لیے بھی کہ اس کی تقسیم میں انسانی مالی حرص ظالمانہ تقسیم پر مائل نہ کردے، فرائض اور شرعی حصص کو قطعی صورت دی گئی ہے۔

جب تک آیاتِ میراث نازل نہ ہوئی تھیں، ابتدائی دورِ اسلام میں بھی بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ قدیم رسم اور رواج کے مطابق ہی بعض اصحابؓ نے مالِ میراث پر تصرف بیجا کیا اور یہی واقعات آیاتِ میراث کے نازل ہونے کا سبب ہوئے جس کی تفصیل آئندہ احادیث میں معلوم ہوگی۔

الفصل الاول

﴿قرضہ اور تقسیم میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۱۵﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ فَمَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ وَلَمْ یَتْرُکْ وَفَاءً فَعَلَیَّ قَضَاؤُہٗ وَمَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضَیَاعًا فَلْیَاْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِہٖ وَمَنْ تَرَکَ کَلًّا فَاِلَیْنَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اہلِ ایمان کے نفوس سے زیادہ قریب (اور تعلق رکھنے والا) ہوں، جو شخص مرگیا ہو اور اس پر قرضہ ہو اور اس نے قرضہ کی ادائیگی کے مطابق مال نہیں چھوڑا تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا ہو تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے، اور ایک روایت میں ہے: جس شخص نے قرض چھوڑا تو اس (کے قرض یا وکیل) کو چاہئے کہ وہ میرے پاس آئے میں اس کا ولی ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے: جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس نے عیال کو چھوڑا وہ ہمارے ذمہ ہے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح انا اولیٰ الخ، میں اہلِ ایمان کے حق میں زیادہ عزیز (اور قریب تر) ہوں ان کے (اپنے) نفوس سے، یعنی خود ان کو اپنے نفوس پر اس قدر مہربانی اور شفقت نہیں جس قدر میں ان کے حق میں مہربان ہوں تمام دنیوی اور اخروی امور میں اور اسی شفقت ورافت کی وجہ سے آپ ﷺ نے انسانیت کو وہ ہدایت عطاء فرمائی ہے کہ اس کو اختیار کرنے پر دارین کی فلاح حاصل ہونے والی ہے جب کہ انسان خود پر بہت زیادہ ظلم کرتا اور نقصان وخسارہ اختیار کرتا ہے۔

فعلی الخ آپ ﷺ نے قرضہ کی ادائیگی اپنے ذمہ لی اگر ادائیگی کے اسباب نہ ہوں، اور اسی طرح ضیاعاً ﷺ ض پر کسرہ اور فتحہ دونوں مستعمل ہوئے ہیں "الضیاع" ہر اس شیٔ کے لیے ہے (اور اسم ہے) کہ اگر اس کی دیکھ بھال نہ ہو تو وہ قریب ہے کہ ضائع ہو جائے۔ بمعنی عیال - اولاد کا خرچہ بھی آپ ﷺ عنایت فرمائیں گے؛ اس لیے کہ جس کے کوئی ولی نہ ہو آپ ﷺ اس کے ولی ہوں گے "فانا مولاہٗ یعنی ولیہ وکامل امرہ". (التعلیق مع التشریح)

ضروری وضاحت: یہ اس دور میں اعلان ہوا جب کہ فتوحات کی کثرت ہوئی اور بیت المال میں وسعت آگئی تھی۔

﴿ذو الفروض مقدم ہوں گے﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۱۶﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرائض ان کے حق داروں کو پہونچاؤ، پھر (فرائض دیے جانے کے بعد) جو مال باقی رہے تو وہ باقی ماندہ مال مرنے والے مردوں میں سے جو زیادہ قریب ہو اس کو دو۔ (بخاری، مسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح

الفرائض - قرآنِ کریم کی تقسیم کے مطابق اہلِ فرائض کو اولاً ان کا حق دیا جائے۔ فما بقی۔ اور اصحاب فرائض کو دیے جانے کے بعد عصبہ کو دیا جائے گا، اور اس کا اصول یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "رجل ذکر عصبات" میں رجال کا اعتبار ہوگا اور ان اقارب میں جو موجود ہوگا وہی اقرب ترین ہوگا چنانچہ ارشاد ہے: للاولیٰ یعنی جو زیادہ قریب ہو اور یہ اقربیت میت کیساتھ ہو، اور برائے تاکید رجل کے ساتھ ذکر بھی فرمایا ہے حالانکہ رجل مذکر ہی ہوتا ہے۔

اولیٰ: جو مشتق ہے اَلْوَلْیُ سے اور اس کے معنی القر[illegible] کے ہیں۔

سوال: عصبیت میں رجال اور ذکور کا اعتبار کیوں ہے (؟)

جواب: اس میں یہ حکمت ہے کہ بہت سے مواقع عرفاً اور شرعاً ایسے ہیں کہ مصارف کا بوجھ رجال پر ہوتا ہے عورتوں پر نہیں؛ اس لیے ہر صورت میں رجال کا حصہ زائد تجویز ہوا ہے (ماخوذ از تعلیق)

﴿ملت کا اختلاف سبب حرمان ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۱۷﴾ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا (بخاریؒ و مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

لا یرث الخ: اختلافِ ملت و مذہب میراث کے حق میں سببِ حرمان ہے اور اس پر تمام اہلِ علم اور امت کا اجماع اور اتفاق ہے البتہ امام مالکؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے مگر جماہیر علماء کے نزدیک محروم ہوگا۔ اور مرتد کافر (نعوذ باللہ من ذلک) کا وہ مال جو اس نے ارتداد کے دور میں کسب کیا ہے وہ مال امام اعظم کے نزدیک بیت المال میں جمع ہوگا اور اس سے پہلے جو کسب شدہ ہے اس کے وارث مسلمان ورثاء ہوں گے۔

﴿آزاد شدہ غلام کی میراث﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۱۸﴾ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح

مولیٰ القوم الخ آزاد شدہ غلام، مقصدِ بیان یہ ہے کہ جس قوم نے غلام آزاد کیا ہوا ہے وہ آزاد شدہ اسی قوم میں ہوگا حکماً؛ لہٰذا اسی کی میراث آزاد کنندہ کو پہونچے گی؛ اگر اس مولیٰ کے وارث نہ ہوں گے۔ گویا کہ اس آزاد شدہ کا قبیلہ اور قومی تعلق آزاد کنندہ کی قوم کے ساتھ ہوگا۔

﴿ماموں کی میراث﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۱۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ فِيْ بَابِ قَبْلَ بَابِ السَّلَمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ الْبَرَاءِ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ فِيْ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحَضَانَتِهٖ ان شاء الله تعالىٰ.

ترجمه: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کی بہن کا بیٹا (یعنی بھانجا) انہیں میں سے ہے (یعنی وہ ذوی الارحام میں سے ہے، جس کو وراثت پہونچتی ہے)۔ (بخاری، مسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح: ابنُ اختِ القوم ﷺ قوم کا ابن اخت (بھانجہ) اسی قوم میں شامل ہے یعنی حقِ وراثت میں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر میت کے ذوی الفروض اور عصبیات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اب ترکہ ذوی الارحام کی جانب منتقل ہوگا؛ لہٰذا "بھانجہ" "ابنِ اخت" ذوی الارحام میں سے ہے، ماموں کی میراث کا (اب وہ) حقدار ہوگا۔

اقوال فقهه: امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہی ہے، مزید تفصیل کتبِ فقہ میں ملاحظہ ہو (اسعدی) "وذکر حدیث عائشة انما الاولاء فی باب السلم" سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اس لیے اس جگہ مذکور نہیں ہے اور بروایتِ حضرت براء (یہ حدیث) "الخالةُ بمنزلةِ الامّ" باب بلوغ میں مذکور ہے۔

وسنذکر حدیث البراء تا انشاء الله تعالیٰ

اور حدیثِ عائشہؓ "انما الولاء" "باب السلم" سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور حدیث براءؓ "الخالةُ بمنزلة الاُمّ" باب بلوغِ الصغیر وحضانتہٖ میں عنقریب ذکر کریں گے۔

الفصل الثانی

﴿اختلاف ملت کی وجہ میراث نہیں ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ جَابِرٍ،

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو متفرق اہل مذہب ایک دوسرے کے وا‌ث نہیں ہوں گے۔

(ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ) امامِ ترمذیؒ نے بروایتِ جابرؓ یہ حدیث روایت کی ہے۔

کلمات حدیث کی تشریح: حدیث نمبر (۲۹۱۹) کے تحت تفصیل معلوم ہوگئی ہے۔

﴿قاتل میراث سے محروم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۱﴾ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاتل وارث نہیں ہوگا۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح: لایرث الخ، مقصدِ بیان یہ ہے کہ جس وارث نے اپنے مورث کو قتل کیا ہے وہ اس کی میراث میں سے محروم ہوگا یہ سبب ہے حرمانِ ارث کا۔

﴿دادی کی میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۲﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ اِذَا لَمْ تَكُنْ دُوْنَهَا اُمٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کے لیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا بشرطیکہ اس (سے مقدم حصہ دار) والدہ نہ ہو۔ (ابوداوٗدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر میت کی والدہ زندہ نہ ہو اور دادی موجود ہے تو اب والدہ کی جگہ دادی کو حق میراث یعنی چھٹا حصہ اس کو پہونچے گا۔

ضروری وضاحت: جدّۃ یعنی لاب (دادی) وَلامّ (یعنی نانی جدّہ فاسدہ دونوں مراد ہیں) البتہ نانی کی میراث کو دریافت کیا جائے (اسعدی)۔ (از تعلیق)

﴿زندہ پیدا ہوا تو وہ وارث ہوگا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۳﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِّثَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب (بوقتِ ولادت) بچہ روئے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ وارث بنایا جائے گا۔ (ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اذا الخ: ولادت کے وقت اگر بچہ آواز بلند کرتا یعنی روتا ہے لہٰذا جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہے (اگر چہ اس کے بعد فوراً ہی مرجائے) وہ وارث ہوگا۔ نیز اس کے علاوہ جو بھی علامت ہو زندہ پیدا ہونے کی۔ اس پر تمام احکام زندگی جاری ہوں گے، نام رکھا جائے تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ (وغیرہ) پڑھی جائے۔

ضروری وضاحت: اگر حمل ہے اور بچہ رحم مادر میں ہو چکا ہے تو (گویا کہ وہ بھی) زندہ کے حکم میں ہے البتہ بوقتِ ولادت کا اعتبار نفاذِ حکم کیلئے ہوگا اگر وہ زندہ پیدا ہوا ہے تو دورانِ حمل اگر کوئی وارث انتقال کر جائے تو اسکا حق فی الحال رکھا جائیگا تا ولادت (تعلیق: ص ۳۹۰)

﴿حلیف کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۴﴾ وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَحَلِيْفُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

ترجمہ: حضرت کثیر بن عبداللہ بروایت والدِ خود اپنے دادا (عمرو بن عوف مزنی) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے اور قوم کا حلیف انہیں میں سے ہے اور قوم کی بہن کا لڑکا انہیں میں سے ہے (دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس حدیثِ پاک میں تین بات کا تذکرہ ہے، دو کا تذکرہ اور اس کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے اور تیسری صورت "حلیف القوم الخ" قوم کا حلیف یہ حکم ابتدا اسلام میں تھا، آیاتِ میراث نے اس حکم کو منسوخ اور ختم کر دیا ہے۔ اہلِ عرب عہد جاہلیت میں ایک معاہدہ کرتے جس کو حلف کہتے تھے؛ جس کی صورت یہ تھی کہ دو شخص باہم بصورت قسم معاہدہ کرتے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے حق میں بہر حال شریک ہوں گے موت وحیات کے تمام پیش آمدہ حالات میں اس معاہدہ اور اقرار کے بعد وہ شخص اسی قوم کا فرد ہو گیا جس قوم کے فرد کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے، ابتدائے اسلام میں وہ حقِ میراث میں بھی شریک ہوتے تھے۔

﴿حق میراث ماموں کے لیے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۵﴾ وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ

نَفْسِہٖ فَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْ ضَیْعَۃً فَاِلَیْنَا وَمَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِہٖ وَاَنَا مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ اَرِثُ مَالَہٗ وَاَفُکُّ عَانَہٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَہٗ یَرِثُ مَالَہٗ وَیَفُکُّ عَانَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَہٗ اَعْقِلُ عَنْہُ وَاَرِثُہٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَہٗ یَعْقِلُ عَنْہُ وَیَرِثُہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ۔

ترجمہ: حضرت مقدامؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہر مومن کے نفس سے زیادہ قریب ہوں، جس شخص نے قرضہ چھوڑا یا اولاد چھوڑی تو وہ ہمارے ذمہ ہے اور جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے، اور میں اس کا ولی ہوں جس کا کوئی ولی نہ ہو کہ اس کے مال کا میں وارث (یعنی بیت المال کے لیے بمنزلہ وارث) ہوں اور میں اس کی قید کو چھڑاؤں گا۔ اور ماموں وارث ہوگا جس کا کوئی وارث (ذوی الفروض اور عصبات میں سے) نہ ہو اس کے مال کا۔ اور وہ اس کی ذات کو چھڑائے گا، اور ایک روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں۔ اس کی طرف سے میں دیت ادا کروں گا اور میں اس کا وارث بنوں گا، اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو ماموں اس کا وارث ہے، وہ اسکی دیت (بھی) ادا کریگا اور اسکا وارث بھی ہوگا۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح ارِثُ الخ: جس کا کوئی بھی وارث نہ ہو، میں اس کا وارث ہوں یعنی آپ ﷺ اس میراث کو بیت المال میں منتقل فرمادیں گے۔

اَفُکُّ عانَہٗ: یعنی اگر اس شخص نے کوئی جنایت کی ہوئی ہے اور اس کے پاس جنایت ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو تو بیت المال سے ادا کر کے اس کو نجات دلاؤں گا۔ الخالُ الخ: جس طرح ابن اخت (بھانجہ) ذوالارحام میں ہوا کرتا ہے اسی طرح ماموں بھی ذو الارحام میں سے ہوگا؛ لہٰذا بھانجہ کی میراث اس کو ملے گی اگر اس کے ذوالفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

یرثُ الخ، تقریراً (یہ تکرار) ہے اور اثباتِ حکم مقصود ہے۔ (تشریح ماخوذ از تعلیق وغیرہ-اسعدی)

﴿عورت کے لیے حق میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۶﴾ وَعَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَحُوْزُ الْمَرْاَۃُ ثَلَاثَ مَوَارِیْثَ عَتِیْقَہَا وَلَقِیْطَہَا وَوَلَدَہَا الَّذِیْ لَا عَنَتْ عَنْہُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ ۔

ترجمہ: حضرتِ واثلہ بن اسقعؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت تین وراثتوں پر جمع ہوتی (یعنی وارث بنتی) ہے: (۱) اپنے آزاد کردہ غلام کی اور (۲) لاوارث بچہ کی (جس کو بطور لقطہ لیکر پرورش کرے) اور (۳) اپنے اس بچہ کی جس پر اس نے لعان کیا ہے۔ (ترمذیؒ۔ ابوداؤدؒ۔ ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح ابتداءِ باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ قبل از اسلام میراث اور ترکہ پر ظلم وجور کا قانون مسلط تھا اور خاص کر عورت بالکلیہ میراث سے محروم رہتی تھی، حقِ وراثت کے علاوہ بھی اہلِ دنیا نے عورت پر بہت ہی غیر انسانی رسم ورواج کو مسلط کیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں میں اصلاحی پیغام پہونچایا اور صرف پیغام کی حد تک نہیں؛ بلکہ عملاً تمام اصلاحات کو بذاتِ خود آپ ﷺ نے نافذ فرمایا ہے، بہر حال عورت کو مختلف صورتوں سے اس کا حقِ میراث اس کو پہنچایا ہے، اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اس کو تین صورتوں سے میراث ملنے کی تفصیل فرمائی ہے، یعنی ذوالفروض وغیرہ کے علاوہ۔ (۱) اپنے آزاد کردہ غلام کی میراث (حقِ ولاء)۔ (۲) لاوارث جس بچہ کو اس نے اٹھالیا (اور گود لیا) ہے۔ (۳) شوہر کے ساتھ لعان کے بعد جو بچہ کلیۃً اس کی جانب منسوب ہوا ہے۔

اقوالِ فقہاء: جس عورت نے لاوارث بچہ کو اٹھالیا اور اس کی پرورش بھی کی اس بچہ کی میراث میں اس عورت کا استحقاق ہے یا نہیں

اس میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف دوسری روایت ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے"لا ولاء لھا الا ولاء العتاقۃ" اس رویت میں ولار عتاقہ کی تخصیص ہے اور باقی کی نفی ہے؛ اس لیے حدیث مشکوٰۃ کو جماہیر علمار نے منسوخ قرار دیا ہے البتہ امام اسحٰق ابن راہویہؒ کا مسلک یہی ہے کہ وہ مستحق ہے۔ (واللہ اعلم)

البتہ لعان والی صورت میں جب بچہ عورت کے ساتھ شرعاً لاحق ہو چکا ہے میراث کے استحقاق میں بھی لاحق ہوگا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیونکہ عورت کے ساتھ اس بچہ کا نسب ثابت شدہ ہوا شرعاً، اور جب عورت کے شوہر نے اس بچہ کی نفی کردی ہے تو گویا اس شخص سے اس بچہ کا نسب ثابت نہ ہوا؛ اس لیے وہ وارث نہ ہوگا و لا بعکسہ لان التوارث بسبب النسب۔ (از تعلیق)

فائدہ: لعان اور لقطہ کی تفصیل مزید ہر دو ابواب کے تحت معلوم ہوگی انشاء اللہ (اسعدی)

﴿حق میراث میں ولدِ زنا کا کیا حکم ہے؟﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۷﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِ نًالَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ .

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدّ خود روایت کرتے ہیں کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی آزاد یا باندی سے زنا کیا تو وہ بچہ ولد الزنا ہے نہ تو وہ (باپ کا) وارث ہوگا اور نہ) باپ اس کا وارث بنایا جائیگا۔ (ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اگر زنا کے ساتھ بچہ کی ولادت ہوئی ہے وہ ولد الزنا ہے (حرامی بچہ) اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بچہ زانی کی میراث کا حقدار نہ ہوگا اور اسی طرح اس بچہ کی میراث زانی کو نہ پہونچے گی اور جب یہ وارث نہ ہوں گے تو اس کے اقربار بھی اس کے حقدار نہ ہوں گے البتہ عورت (زانیہ) کے ساتھ وہ بچہ منسوب ہوتا ہے اس لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کی میراث کے حق دار ہوں گے۔

﴿آزاد شدہ غلام کی میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۲۸﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ مَوْلٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئاً وَلَمْ يَدَعْ حَمِيْماً وَلَا وَلَداً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوْامِيْرَاثَهٗ رَجُلاً مِنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ .رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام (آزاد شدہ) کا انتقال ہوگیا اور کچھ مال چھوڑا اور نہ تو کوئی قریبی رشتہ دار چھوڑا اور نہ اولاد چھوڑی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسکی میراث اس کی بستی والوں میں سے ایک شخص کو دے دو۔ (ابوداؤدؒ۔ ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح گذشتہ سطور میں معلوم ہو چکا کہ آزاد کردہ غلام کی میراث (حق ولار) آزادہ کنندہ کو پہونچے گی اگر کوئی وارث نہ ہو۔

واقعہ: آپ ﷺ کے ایک آزاد شدہ غلام کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی میراث نہ لی؛ اس لیے کہ حضرات انبیاءِ کرامؑ کسی کے وارث نہیں ہوا کرتے اور اسی طرح حضرات انبیار کرامؑ کے اموال کے وارث بھی کوئی نہیں ہوا کرتے۔ ارشاد نبوی ﷺ "انامعاشر الانبیاءِ من اھل قریتہ الخ" اور جب آپ ﷺ نے اس کی میراث نہ لی تو آپ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جس بستی کا وہ رہنے والا تھا اسی بستی کے کسی شخص کو دے دیا جائے۔ حضرات انبیاءِ کرامؑ منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد حصولِ دنیار کے تمام ظاہری اسباب اور وسائل سے لاتعلق کردیئے جاتے ہیں۔

﴿اگر کسی کا وارث معلوم نہ ہو﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۲۹﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيْرَاثِهٖ فَقَالَ اَلْتَمِسُوْا لَهٗ وَارِثًا اَوْذَا رَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوْهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ اُنْظُرُوْا اَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ.

ترجمہ : حضرت بریدہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ قبیلہ خزاعہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا، نبی اکرم ﷺ کے پاس اس کی میراث لائی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے وارث کو تلاش کرو اور یا ذی رحم (وارث حقدار کو تلاش کرو) لوگوں نے اس کے کسی وارث کو نہیں پایا اور نہ کسی ذی رحم کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: قبیلہ خزاعہ میں جو بڑا شخص ہے اس کو دے دو۔ (ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: قبیلہ خزاعہ میں جو شخص سب سے بڑا ہے اس کو تلاش کرو۔

کلماتِ حدیث کی تشریح گذشتہ روایت کے تحت معلوم ہوگیا کہ اگر کسی میت کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ترکہ (میراث) بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا، اور اس روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس کے قبیلہ کے اکبر رجل کو دیئے جانے کا حکم دیا ہے، اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ صدقہ کی صورت میں دیا گیا ہو اور یا اس اعتبار سے کہ بیت المال کے مصارف اہلِ اسلام ہی ہوں گے، اسی اعتبار سے یہ بھی آپ ﷺ نے ان کو پہونچایا "لما رأى من المصلحة" (از تعلیق مع التشریح)

﴿قرضہ کی ادائیگی مقدم ہے﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۳۰﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْدَيْنٍ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَاِنَّ اَعْيَانَ بَنِي الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ الرَّجُلُ يَرِثُ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ دُوْنَ اَخِيْهِ لِاَبِيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ: قَالَ الْاِخْوَةُ مِنَ الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ اِلٰى اٰخِرِهٖ.

ترجمہ : حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے ارشاد فرمایا: یقیناً تم لوگ اس آیت کو من بعد الخ تلاوت کرتے ہو (جس میں وصیت کا تذکرہ مقدم ہے) حالانکہ رسول اللہ ﷺ قرض کی ادائیگی وصیت سے مقدم کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ حقیقی بھائی وارث ہوتے ہیں سوتیلے بھائی نہیں، اور آدمی وارث ہوتا ہے اپنے بھائی کا جو کہ اپنے والد اور اپنی والدہ سے ہو (یعنی حقیقی بھائی ہو) نہ کہ (صرف باپ شریک) سوتیلے بھائی۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ) اور دارمی کی ایک روایت میں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا: سگے بھائی (جو ماں شریک ہوں) وارث ہوتے ہیں نہ کہ سوتیلے (یعنی بھائی)۔ آخر حدیث تک۔

کلماتِ حدیث کی تشریح حضرت علیؓ نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر چہ آیت میں وصیت کا تذکرہ مقدم ہے اور قرضہ کی ادائیگی کا تذکرہ اس کے بعد؛ لیکن عملاً قرضہ پہلے ادا کرنا ہوگا کہ آپ کی سنت سے یہی ترتیب ثابت ہوتی ہے۔

﴿حق میراث کے لیے حقیقی برادر ہونا﴾

دوسرا مسئلہ: "وان اعيان بنى الام الخ" یعنی وراثت میں اخوت حقیقی کا اعتبار ہوگا اور اس کا معیار یہ ہے "الاخوة والاخوات لاب واحدا وام واحدة" ایک ہی والد اور والدہ دونوں کی ہوں۔ مقصد بیان یہ ہے کہ اگر میت کے اولاد میں علاتی اور اعیانی دونوں موجود ہوں تو اعیانی اولاد مقدم ہوگی، والد بھی اور والدہ بھی ایک ہو، ان کو حقیقی بہن اور بھائی کہا گیا ہے اگر والدہ کے اعتبار

سے مختلف ہوئے تو وہ سوتیلے ہوں گے۔

﴿آیت میراث کا واقعۂ نزول﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۳۱﴾ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَتْ اِمْرَأَةُ سَعْدِبْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَامِنْ سَعْدِبْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِبْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِي اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ : حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت سعد بن ربیع کی زوجہ سعد بن ربیعہ کی دولڑکیوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ دونوں لڑکیاں سعد بن ربیع کی ہیں ان کے والد آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے چچا نے ان کا تمام مال لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور ان کا نکاح بغیر مال کے نہ ہو سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں فیصلہ فرمائیں گے (لہٰذا تم انتظار کرو) چنانچہ آیتِ میراث نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے ان لڑکیوں کے چچا کے پاس (قاصد) بھیجا، اور فرمایا سعد کی دونوں لڑکیوں کو دو ثلث اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ دو اور جو باقی رہا وہ تمہارا ہے۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، اور) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں واقعہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں قدیم رسم اور رواج کے مطابق میراث (ترکہ میت) پر کسی طرح قبضہ کر لیا جاتا تھا اور بیوہ اور یتیم بچیوں کو بالکلیہ محروم کر دیا جاتا تھا۔

بہرحال بیوہ نے آپ ﷺ نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا، اس وقت تک کوئی آیت میراث کے متعلق نازل شدہ نہ تھی؛ اس لیے فی الوقت آپ ﷺ نے کوئی حکم نہیں فرمایا، حکم ربانی کے نزول تک موقوف فرمایا: اور ارشاد فرمایا "يقضي الله في ذلك" اور بہت جلد آیتِ میراث نازل ہوئی اور جملہ متعلقین کو طلب فرمایا اور حکمِ الٰہی کے مطابق آپ نے تقسیم کا حکم فرمایا۔

تقسیم کی نوعیت: اس لیے کہ میت کے ورثاء میں دو (یا تین) لڑکیاں اور ایک زوجہ (بیوہ) تھی اور میت کے عصبات تھیں؛ اس لیے آپؐ نے لڑکیوں کو دو ثلث (دو تہائی) عطار کئے اور زوجہ کو آٹھواں حصہ اور اصحابِ فروض کے بعد مابقیہ عصبہ کو دیا؛ یعنی میت کے بھائی (یا بھائی کی اولاد) کو۔

﴿میراث کی ایک صورت﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۳۲﴾ وَعَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ قَالَ: سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ ابْنَةٍ وَبِنْتِ ابْنٍ وَاُخْتٍ فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَاْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِيْ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِيْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ: لَاتَسْاَلُوْنِيْ مَادَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ترجمہ : حضرت ہزیلؒ بن شرحبیل نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰؓ سے سوال کیا گیا بیٹی، پوتی اور بہن کی میراث سے متعلق، حضرت ابو

موسیٰ نے فرمایا بیٹی کیلئے نصف اور بہن کیلئے نصف میراث ہے، اور حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ تم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس (بھی) جاؤ وہ میری موافقت کریں گے؛ چنانچہ (سائل انکے پاس آیا اور) عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا اور انکو ابوموسیٰ کے قول کی خبر بھی دی گئی، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا (اگر میں نے ابوموسیٰؓ کے فیصلہ کی اتباع کی) تو پھر میں گمراہ ہو جاؤنگا اور میں راہِ مستقیم پر نہ رہونگا۔ میں تو اس سوال میں وہ فیصلہ دوں گا جو نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا تھا، بیٹی کے لیے نصف اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ دو تہائی پورا کرتے ہوئے اور جو باقی رہا تو وہ بہن کے لیے، اس کے بعد پھر سوال کنندہ حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس آئے اور ہم نے ان کو حضرتِ عبداللہؓ کے فیصلہ کی خبر دی، حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا: تم لوگوں کے درمیان جب تک یہ ماہر عالم موجود ہے تو مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ (بخاریؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح ایک لڑکی تھی اس لیے نصفِ میراث اور ایک میت کی پوتی تھی اس کو سدس دیا، اس طرح دو ثلث ہو گئے (گویا کہ دو لڑکیوں کا) اور مابقیہ میت کی بہن کو دیا گیا؛ اس لیے کہ کوئی بھائی وغیرہ عصبات میں نہ تھا، کل چھ حصے ہوئے۔

﴿میراث جدّ (دادا کی میراث)﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۳۳﴾ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ ابْنِيْ مَاتَ فَمَالِيْ مِنْ مِيْرَاثِهٖ قَالَ: لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ: لَكَ سُدُسٌ آخَرُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ: اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخِرَ طُعْمَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمه: حضرت عمران بن حصینؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ میرے پوتے کا انتقال ہو گیا ہے (اور اس کے دو لڑکیاں ہیں) تو اس کی میراث میں میرے لیے کس قدر حصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے چھٹا حصہ ہے اور پھر جب وہ واپس ہوئے تو اس کو بلایا اور فرمایا: تیرے لیے ایک اور دوسرا (بھی) چھٹا حصہ ہے اور پھر جب وہ واپس ہوا تو اس کو پھر بلایا اور فرمایا: آخر کا چھٹا حصہ (بوجہ عصبہ ہونے کے) تیرے لیے بطور رزق ہے (چونکہ ذوالفروض کی تعداد زائد نہیں) احمدؒ، ترمذیؒ، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر میت کے والد باحیات نہ ہوں اور دادا (جدّ) باحیات ہے تو والد کی جگہ دادا (جدّ) کو سدس حصہ ملے گا جو والد کا حصہ ہوتا ہے۔

دوسرا مسئله: دوسری مرتبہ بلا کر آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا "لك سدس اخر" یعنی دوسرا سدس اور ہوگا عصبہ ہونے کی حیثیت کے اعتبار سے، پہلا از روئے ذوالفروض تھا۔

مسئله دوم: اور پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا "طعمة لك" باقی ماندہ سدس چونکہ اور مزید اصحاب فروض نہیں تھے؛ اس لیے یہ آخری "تمہارا رزق" ہے اور وہ من حیث الفرض نہیں۔

ضروری وضاحت: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ میت کی دو لڑکیاں تھیں اور ایک دادا؛ اسلئے لڑکیوں کو حسبِ آیت قرآنیہ "دو تہائی" پہونچا اور ایک تہائی میں سے (اولاً) ایک سدس ذی فرض ہونے کیوجہ سے اور ایک سدس عصبہ ہونے کیوجہ سے اور اس سدسِ ثانی (آخَر - آخِر بالفتحہ اور بالکسرہ) کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے (جد) کو فرمایا یہ سدس ثانی دراصل عصبہ کی حیثیت پر ہے جو گویا کہ رزقاً ہوا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ احتمال تھا کہ دادا یہ نہ تصور کرلیں کہ تہائی من حیث الفریضہ ہوتا ہے؛ اس لیے اولاً ایک تہائی نہیں عنایت

فرمایا۔ اور "طعمة" سے مراد تعصیب ہی ہے لیس بفرض البتہ اول سدس فریضہ ہے (از تعلیق: ص ۳۹۴، مع التشریح، اسعدی)

﴿جدہ (دادی) کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۳۴﴾ وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا: مَالَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَمَا لَكِ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ فَارْجِعِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى إِلٰى عُمَرَ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن ذویب نے بیان کیا کہ ایک دادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس حاضر ہوئی جو کہ اپنی میراث سے متعلق معلوم کر رہی تھی۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: کتاب اللہ میں (تو) تیرے حصہ کا تذکرہ نہیں اور نہ سنتِ رسول ﷺ میں (یعنی حضرت ابوبکرؓ کی معلوم کے مطابق) لہٰذا تم واپس جاؤ یہاں تک کہ میں صحابہؓ سے معلوم کرلوں؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا: تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا، حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ساتھ (اس وقت) اور کوئی دوسرا شخص بھی تھا؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے اسی طرح بیان کیا جس طرح کہ حضرت مغیرہؓ نے کہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دادی (یا اس سوال کرنے والی دادی) کے لیے چھٹا حصہ نافذ کر دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس دوسری دادی آئی جو کہ اپنی میراث کا مطالبہ کر رہی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہی چھٹا حصہ ہے اور اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ تو یہ چھٹا حصہ مشترک ہے اور اگر کوئی ایک اس چھٹے حصہ میں تنہا ہے تو وہ اسی کے لیے ہے (یعنی اگر کسی ایک میت کی دو دادیاں موجود ہوں تو ایک ہی چھٹا حصہ دونوں میں مشترک رہے گا)۔ امام مالکؒ، احمدؒ، ترمذیؒ، دارمیؒ، ابن ماجہؒ۔

کلماتِ حدیث کی تشریح

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (اولاً) عدم علم کی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا؛ اس لیے کہ بصراحت آیاتِ میراث میں جدہ کا تذکرہ نہیں اور حدیث بھی ان کو معلوم نہ تھی، بہر حال تحقیق کرنے پر حدیث مرفوع بروایت حضرت مغیرہؓ معلوم ہوئی جس میں بصراحت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جدہ (دادی) کو سدس (والدہ کی جگہ) تجویز فرمایا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو نافذ کر دیا، اور اسی روایت کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں جدہ (دادی) کے لیے بھی (والدہ کی جگہ) سدس کا حکم نافذ ہوا جس کی تفصیل حدیث نمبر (۲۹۲۲) کے تحت معلوم ہو چکی ہے۔

ضروری وضاحت: حدیث نمبر (۲۹۳۴) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ جدہ (یعنی نانی) کے حق میں تھا۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد کا واقعہ جدہ (دادی) کا واقعہ تھا اور اس کی تصریح دوسری روایت میں ہے۔ (ماخوذ از تعلیق: ص ۳۹۴، مع التشریح)

مسئلہ سوم: فان الخ: اگر ایک سے زائد جدات ہوں تو پھر ان کے درمیان ایک ہی سدس تقسیم ہوگا، اور ایک ملے تو اسی ایک کے لیے، ذلک (بالکسرہ) خطاب خاص جو سوال کنندہ تھی، اور (بالفتح) خطابِ عام ہوگا (ایضاً)

﴿حدیث نمبر ۲۹۳۵﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا أَنَّهَا أَوَّلُ جَدَّةٍ أَطْعَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ ضَعَّفَهُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: دادی کی میراث کے سلسلہ میں بیٹے کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں وہ پہلی دادی تھی

کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ بیٹے کے ساتھ دلایا کہ اس کا بیٹا زندہ تھا (اور اس کی والدہ زندہ نہ تھی) ترمذیؒ، دارمیؒ اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت میں صورتِ واقعہ یہ ہے کہ دادی اور اس کا لڑکا (بھی) باحیات تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس جدہ کو حصہ عطا فرمایا ہے۔

ضروری وضاحت: اکثر اہلِ علم نے اس روایت کو اس لیے متروک قرار دیا ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے؛ کیونکہ اگر لڑکا زندہ ہے اس وقت دادی کا حصہ نہ ہوگا اور روایت میں "طعم" کے ساتھ ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ کسی خاص وجہ کے پیشِ نظر عنایت فرمایا۔ (واللہ اعلم، ماخوذ از تعلیق: ص ۳۴۵)

﴿مسئلۂ دیت اور میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۳۶﴾ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ وَرِّثْ اِمْرَاَةَ اَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

ترجمہ: حضرت ضحاک بن سفیانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تحریر فرمایا کہ اشیم ضبابی کی زوجہ کو اس کے شوہر کی دیت میں سے میراث دی جائے۔ (ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ شوہر مقتول کی اگر دیت حاصل ہوئی ہے تو اس کی زوجہ کا بھی اس میں حق میراث ہے، جس طرح ترکہ میں ہوا کرتا ہے۔

ضروری وضاحت: حضرت عمرؓ کو (اولاً) یہ روایت نہیں پہونچی تھی اور جب یہ روایت ان کو معلوم ہوئی تو آپؓ نے اسی کے مطابق حکم نافذ کردیا۔

﴿اگر کوئی شخص کسی کے ذریعہ مسلمان ہوا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۳۷﴾ وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِمِيِّ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلٰى يَدَىْ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ؟ فَقَالَ هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ .

ترجمہ: حضرت تمیم دارمیؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ جو مشرک کسی مسلمان شخص کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اس کی زندگی میں (بھی) اور اس کے مرنے کے بعد بھی تمام لوگوں میں زیادہ ولی ہونے کے لائق ہے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہ، دارمی)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ جو شخص کسی شخص کے ذریعہ (اور اس کے ہاتھ پر) اسلام قبول کرے، اس کے حق میں یہ شخص اسلام کنندہ مولیٰ (سرپرست) ہوتا ہے اور ابتداءِ اسلام میں میراث باہم تقسیم ہوتی تھی اور جب آیاتِ میراث نازل ہوگئیں وہ حکم منسوخ ہوگیا، اس روایت سے اسی کو بیان کرنا ہے کہ (ابتداء) حیات اور ممات میں شریک ہوا کرتے تھے۔

اقوالِ فقہاء کرام: یہ حکم عند الاحناف ؒ ہے اور حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حق میراث اب بھی ہے اگر اس کے مسلمان وارث نہ ہوں۔ (از تعلیق)

﴿کیا آزاد غلام وارث ہوگا؟﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۳۸﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا غُلَامًا كَانَ اَعْتَقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَهُ اَحَدٌ؟ قَالُوْا لَا اِلَّا غُلَامٌ لَهُ كَانَ اَعْتَقَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهُ لَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا اور اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا بجز ایک غلام کے جس کو اس نے آزاد کیا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا اس مرنے والے شخص کا کوئی کوئی وارث ہے؟ اصحابؓ نے کہا بجز اس کے ایک آزاد کردہ غلام کے اور کوئی نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی میراث اس غلام کو دے دی۔ (ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب میت کا کوئی بھی وارث موجود نہ تھا تو آپ ﷺ نے میت کے آزاد کردہ غلام کو میراث دیئے جانے کا حکم فرمایا، بہر حال یہ میراث کا عنایت فرمانا از روئے میراث نہ تھا؛ بلکہ از روئے تبرع یہ حکم ہوا جیسا کہ حدیث نمبر (۲۹۲۸) کے تحت تفصیل معلوم ہو چکی۔

﴿مسئلۂ ولاء﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۳۹﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَرِثُ الْوَلَاءَ مَنْ يَرِثُ الْمَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب بروایت والد خود از جدّ خود روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مال کا وارث ہوگا وہی ولاء کا بھی وارث ہوگا۔ (ترمذیؒ، اور امام ترمذیؒ نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں)

کلماتِ حدیث کی تشریح یہ معلوم ہے کہ آزاد کردہ غلام کی میراث ''ولاء'' ہے جب کہ اس کے ورثاء میں سے کوئی نہ ہو اور اس روایت میں از روئے اصول یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ''یرث الولاءَ من یرث المال'' یعنی جو شخص مال کا وارث ہوتا ہے وہی ولاء کا بھی وارث ہوگا، یعنی من العصبات الذکور، تاہم اگر عورتوں نے کسی غلام کو آزاد کیا ہو تو حقِ ولاء عورتوں کو بھی حاصل ہے کما المشهور فی حدیث بریرۃؓ.

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ عصبہ رجال ہی ہوں گے عورت عصبہ بنفسہ نہ ہوگی۔ (از تعلیق: ص/۳۹۶)

الفصل الثالث

﴿گذشتہ تقسیم شدہ میراث کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر۲۹۴۰﴾ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاكَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَمَاكَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْاِسْلَامِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مالِ میراث زمانۂ جاہلیت میں تقسیم کر دی گئی، وہ میراث نہیں ہے (یعنی اب اس میں کسی کا حق ارث جاری نہ ہوگا) وہ تو جاہلیت کی تقسیم پر ہی برقرار رہے گی۔ اور جو مالِ میراث موجود ہے (تقسیم نہیں ہوئی) اسلام نے اس کو پالیا (یعنی ورثاء مسلمان ہو گئے) تو اب وہ اسلامی تقسیم کے مطابق ہوگی۔ (ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصد بیان یہ ہے کہ جب تک آیاتِ میراث نازل نہ ہوئی تھیں اور احکام میراث بیان نہیں ہوئے تھے تو اس وقت تک عہدِ جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق ہی تقسیم ہورہی تھی، آپ ﷺ نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ اس وقت جو تقسیم ہوچکی تھی وہ اس پر برقرار رہے گی، اور جب سے یہ احکامِ اسلام نازل ہوئے اس وقت ان کا نفاذ ہوگا؛ لہٰذا اگر کوئی ترکہ تقسیم شدہ نہ تھا، اس پر اسلام کا عہد شروع ہوچکا ہے تو اب یہ اسی اسلامی قانون کے مطابق تقسیم ہوگی۔

﴿پھوپھی کے لیے حکمِ میراث﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۱﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِبْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ کَثِیْرًا یَقُوْلُ: کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب یَقُوْ لُ: عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُوْرِثُ وَلَا تَرِثُ رَوَاهُ مَالِكٌ.

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ اکثر فرماتے تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے پھوپھی کیلئے تعجب ہے کہ وہ (اپنے بھتیجے کو) وارث بناتی ہے اور (خود بھتیجے کی میراث میں) وارث نہیں ہوتی (رواہ امام مالکؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصد بیان یہ ہے کہ پھوپھی کا بھتیجہ اپنی پھوپھی کا وارث ہوگا یعنی اگر اس کے کوئی ذو الفروض اور عصبات نہ ہوں؛ لیکن خود پھوپھی اپنے بھتیجہ کے مال میں وارث نہ ہوگی۔

﴿علم الفرائض کی تعلیم کی تاکید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۲﴾ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَزَادَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالطَّلَاقَ وَالْحَجَّ قَالَا فَاِنَّهٗ من دِیْنِکُمْ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ.

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا فرائض (کے احکام ومسائل) سیکھو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مزید (یہ بھی) فرمایا طلاق اور حج کے احکام (بھی) سیکھو۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ دونوں حضرات نے فرمایا کیوں کہ وہ تمہارے دین (کے اہم ترین امور میں سے) ہے۔ (دارمیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح فانه من دینکم - یہ علم الفرائض یا مذکورہ دوسرے اہم ترین مسائل، طلاق، حج، (خاص کر) اہم ترین احکام اور مسائل میں سے ہیں؛ اس لیے خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ ان کے احکام کو حاصل کیا جائے بسا اوقات اس قسم کی تاکیدات حالات پر نظر رکھتے ہوئے بھی اسلافِ امت فرماتے تھے، بعض روایات میں ہے "فانه نصف العلم" اس لیے کہ علم الفرائض کا تعلق حالتِ حیات اور حالتِ بعد الموت سے بھی متعلق ہے۔ (واللہ اعلم، از تعلیق: ص/۳۹۶)

باب الوصایا

﴿وصیتوں کا بیان﴾

وصایا وصیةٌ کی جمع ہے جس طرح خطیئة کی جمع خطایا ہے اور وصیّت کا یہ لفظ اسم ہے بمعنی مصدر (الایصاء) وصیت کرنا۔ وصی، یصی وصیًا

بمعنی اتصل اور وَصَلَ۔ پہونچنا اور وصیت (کے ذریعہ چونکہ) موصی لہ تک پہونچتا ہے؛ اس لیے اس کو وصیت کہا گیا، البتہ یہ پہونچنا خاص ہے مرنے کے بعد کیوں کہ وصیت مرنے کے بعد کی جاتی ہے۔

لہٰذا شرعاً وصیت کی تعریف یہ ہے "عهدٌ خاصٌ مضاف الی مابعد الموت " یعنی وہ عہد (اور اقرار) جو مخصوص ہے (اور

جس کی نسبت مرنے کے بعد کی جاتی ہے۔

اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ وصیت کا نفاذ وصیت کرنے والے کو مرنے کے بعد ہی ہوگا، زندگی میں نفاذ نہ ہوگا، (مثال) ایک شخص نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد فلاں کام کیا جائے، اور وصیت کی چند اقسام ہیں۔لازم اور واجب وفرض، نیز احسان وتبرع خواہ اپنے حق میں اور یا دوسروں کے حق میں جس کی شریعت نے بندہ کو اجازت دی ہے۔

وصیت کی مشروعیت قرآن وسنت سے ثابت ہے اور ہمیشہ وہ معمول بہ رہی ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں وصایا کا تذکرہ ہے قال اللہ تعالیٰ: "وَوَصّٰى بِهَا اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ"

(الف) اگر کسی شخص پر نماز، روزہ فرض اور حج فرض ہے اور وہ ادا نہ کر سکے تو عند الموت لازم وفرض ہے انکی ادائیگی کی وصیت کرنا

(ب) نیز اگر امانت ہے یا قرض وغیرہ کوئی حق لازم ہے اس کی بھی وصیت کرنا م لازم ہے۔

(ج) یہ خواہش ہے کہ وہ کسی کو تبرعاً اپنی ملک میں سے کچھ دے تو ایک تہائی تک اس کی اجازت ہے نیز۔

(ح) اس کی خواہش ہے کہ وہ بعد الموت اس کے حق میں کوئی کام صدقۂ جاریہ کی صورت میں ہو، اس کی بھی شرعاً اجازت ہے کہ تہائی ملک تک کر سکتا ہے وغیرہ ذلک۔

(خ) اور وصیت بمعنی حکم، نصیحت بھی مستعمل ہے اور یہ وصیت زندگی میں ہو سکتی ہے اور عند الموت بھی۔ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوبؑ کا وصیت کرنا اپنی اولاد کو اسی مفہوم پر ہے کہ وہ اسلام اور حق پر قائم رہیں۔

(د) ابتداءِ اسلام میں جب تک آیاتِ میراث کا نزول نہ ہوا تھا مالدار پر واجب وفرض تھا کہ وہ بعد الموت کے لیے وصیت کر لے کہ کس کو کتنا مال دیا جائے اور کس کو کس قدر دیا جائے؟ اور آیاتِ میراث کے نزول کے بعد یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(ذ) اسی وجہ سے شریعت نے جس کا حق میراث بیان کیا ہوا ہے ان میں سے کسی کے حق میں وصیت کرنا جائز نہ ہوگا، آپ کا ارشاد ہے "ان اللہ قد اعطیٰ کل ذی حق حقہ فلا وصیت لوارث" (ابو داؤد)

تفصیل فقہ میں موجود ہے (اسعدی ماخوذ از تعلیق وغیرہ)

الفصل الاول

﴿وصیّت تحریر کرنا﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاحَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْئٌ يُوْصىٰ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمه: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے جس کے ذمہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس کو وصیت کرنی ہو کہ دو راتیں گذر جائیں مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی (ہونی چاہئے)۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ جو حقوق کسی پر لازم ہوں ان کو وصیت نامہ کی صورت میں تحریر کر کے رکھ لیا جائے اس لیے کہ کس وقت موت آ جائے معلوم نہیں اور اس وقت وہ وصیت نہ کر سکے، اور از روئے تاکید یہ حکم ہے جس قدر جلد ہو اسکو تحریر کر دیا جائے، دو رات برائے تقیید نہیں ہے؛ بلکہ اشارہ ہے جلد کرنے کی جانب، تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے

اقوال فقہاء کرام: علماءِ ظاہر کے نزدیک یہ وصیت تحریر کرنا واجب ہے اور جماہیر علماء کے نزدیک یہ حکم استحباب ہے البتہ جو حقوق واجبہ ہیں ان کی وصیت کرنا لازم اور واجب ہے، جس کی تفصیل معلوم ہو چکی۔

﴿ایک تہائی تک وصیت کرسکتا ہے﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۴﴾ وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَیْتُ عَلَی الْمَوْتِ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ نِیْ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ مَالًا كَثِیْراً وَلَیْسَ یَرِثُنِیْ اِلَّا اِبْنَتِیْ اَفَاُوْصِیْ بِمَا لِیْ كُلِّهٖ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَا لشَّطْرِ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ الثُّلُثُ كَثِیْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰی فِیْ امْرَاَتِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا میں فتح مکہ والے سال میں بیمار ہو گیا ایسا سخت بیمار کہ موت کے قریب ہو گیا (یعنی موت کو دیکھنے لگا) میرے پاس رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے کہا یا رسول اللہ! بیشک میرے پاس بہت زائد مال ہے اور میری ایک بیٹی کے علاوہ اور کوئی میرا وارث نہیں ہے، کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا تو پھر اپنے مال کی دو تہائی (کی وصیت کر دوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا نصف؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا ایک تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی (کی وصیت کر دو) اور ایک تہائی بہت زیادہ ہے، بیشک تمہارے اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو مفلس اور نادار چھوڑ دو کہ (پھر) وہ لوگوں سے سوال کرتے ہوں۔ اور بیشک تم جو بھی خرچ کرتے ہو جس سے تمہاری غرض اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا ہو تو تم اس پر اجر دیئے جاؤ گے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم نے اپنی زوجہ کے منہ کی طرف اٹھایا ہے (تا کہ تم اس کو کھلاؤ)۔ (بخاری، مسلم)

کلماتِ حدیث کی تشریح

مقصدِ بیان یہ ہے کہ اگر قبل از وفات وصیت کرتا ہے اور اس کے ورثاء بھی ہوں تو زائد از زائد ایک تہائی تک ہی وصیت کی جا سکتی ہے؛ اس لیے کہ اب ورثاء کا حق شرعی منجانب اللہ مقرر ہو چکا ہے جس میں مزید تصرف کا استحقاق نہیں رہا، علاوہ ازیں۔

امرِ دوم جو اس روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے "انك ان تذر الخ" کہ مرنے کے بعد ورثاء کو یہ ترکہ پہنچے جس سے ان کی مالی حیثیت مستحکم ہو، زیادہ بہتر ہے اس سے کہ ورثاء دوسروں کے دستِ نگر ہوں، بہر حال ورثاء کو پہونچنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہوگا۔ اور یہ مسئلہ تمام اہلِ علم کا متفق علیہ ہے، اختلاف نہیں ہے۔

ضروری وضاحت: اگر تمام ورثاء بخوشی اس پر رضامند ہوں تو پھر ایک تہائی سے زائد کی بھی وصیت کی جا سکتی ہے۔

الفصل الثانی

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۵﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِیْضٌ فَقَالَ اَوْصَیْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ بِكَمْ؟ قُلْتُ بِمَالِیْ كُلِّهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ: فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ؟ قُلْتُ: هُمْ اَغْنِیَا ءُ بِخَیْرٍ فَقَالَ: اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ اُنَا قِصُهٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ.

ترجمہ: حضرت سعد ابی ابن وقاصؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی اور میں (اس وقت) بیمار تھا۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے وصیت کی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کتنی مقدار کی وصیت کی؟ میں نے کہا اپنے تمام مال کو اللہ کے راستہ میں (دے رہا ہوں) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اپنی اولاد کے لیے تم نے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا وہ (تو) مالدار ہیں، مال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دسویں حصہ کی وصیت کردو۔ (میں نے اس کو کم خیال کیا، آپؐ نے پھر اور زیادہ کی تو آپ ﷺ فرماتے) تو میں اس کو برابر کم خیال کرتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی کی وصیت کردو اور ایک تہائی بہت زیادہ ہے۔ (ترمذیؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح حدیث نمبر (۲۹۴۴) اور یہ نمبر (۲۹۴۵) ایک ہی واقعہ سے متعلق ہے، دونوں حدیث میں قدرے فرق ہے، دراصل یہ احادیث کے کلمات کا فرق روایت بالمعنی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے، نیز ایک وجہ فرق کی یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ بعض راوی اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور بعض تفصیل کے ساتھ (اور یہ بھی روایت بالمعنی ہی کی ایک صورت ہے) اس روایت میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ اولاً آپ ﷺ نے فقط عشر (دسویں حصہ) کی وصیت کا مشورہ دیا تھا تاکہ وارث کو زیادہ سے زیادہ ترکہ پہونچے اور اس میں اشارہ ہے کہ وصیت زائد مال کی نہ ہو، بالآخر آپ ﷺ نے ایک ثلث کی اجازت دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا "والثلث کثیر"

﴿وارث کے لیے وصیت نہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْ لُ فِیْ خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِالْوَدَاعِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَالتِّرْمِذِیُّ اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ وَیُرْوٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاوَصِیَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ الْوَرَثَةُ مُنْقَطِعَةٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَفِیْ رِوَایَةِ الدَّارِ قُطْنِیِّ قَالَ لَاتَجُوْزُ وَصِیَّةٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ الْوَرَثَةُ.

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرمارہے تھے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلایا (اور متعین فرمادیا) ہے؛ لہٰذا کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ (ابوداوٗدؒ، ابن ماجہؒ) اور امام ترمذیؒ نے اپنی روایت میں یہ زیادہ روایت کیا ہے بچہ صاحبِ فراش کے لیے اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور بروایت حضرتِ ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی وارث کے لیے وصیت نہیں البتہ اگر ورثار منظور کرلیں۔ (یہ حدیث منقطع ہے اور یہ الفاظِ حدیث مصابیح کے ہیں اور دار قطنی کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں البتہ اگر ورثار منظور کرلیں)۔

کلماتِ حدیث کی تشریح گذشتہ سطور میں معلوم ہوچکا ہے کہ شریعت نے جن ورثار کا حق میراث تجویز کردیا ہے مزید ان کے حق میں اگر کوئی وصیت کرے تو درست نہیں ہے اس لیے کہ "ان اللہ قد اعطیٰ کل ذی حق حقہٗ" البتہ اگر تمام ورثار (بالغ) اس بات کو منظور کرلیں تب درست ہوسکتی ہے (نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے "الا ان یشاء الورثۃ".

ضروری وضاحت: عہد جاہلیت میں وصیت کے ذریعہ دوسروں کونقصان (بھی) پہونچاتے تھے؛ اس لیے شریعت میں وصیت کی قید لگائی گئی ہے۔ **وزاد الترمذیؒ:** اسی روایت میں بروایت (اسنادامام ترمذیؒ) یہ بھی ہے کہ بصورتِ زنا حق میراث ثابت نہ ہوگا کما مر اورزنا کاری کی حد لازم ہوا کرتی ہے، رجم اوریا ۱۰۰ کوڑے جس کی تفصیل کتاب الحدود میں معلوم ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

**فائدہ: منقطع...... ** صاحب مصابیح فرماتے ہیں کہ روایت ابن عباسؓ سنداً منقطع ہے۔ (ماخوذ از تعلیق: ص ۲/۳، مع التشریح اسعدی)

﴿ورثاء کو بذریعہ وصیت نقصان پہونچانا درست نہیں﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَصِیَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ ثُمَّ قَرَأَ اَبُوْهُرَیْرَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصیٰ بِهَا اَوْدَیْنٍ غَیْرَمُضَارٍّ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت (وعبادت) ساٹھ سال تک کرتے ہیں، پھر ان کو موت آئے وہ دونوں وصیت میں نقصان پہونچاتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں کے حق میں دوزخ کی آگ لازم ہوجاتی ہے، اسکے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے آیت تلاوت فرمائی "من بعد وصیة یوصیٰ بها الخ " ترجمۂ آیت۔
(احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ شریعت نے جب حقِ میراث کی تفصیل بیان کردی ہے اور حدود قائم کردیے ہیں اس کے خلاف کرنا صاحبِ حق کے حق کو ضائع کرنا ہے، بالخصوص حقوق العباد میں خلافِ شرع تصرف کرنا اور بھی شدید تر گناہ اور ظلم کی ایک صورت ہے اور فقط اعمالِ حسنہ کو اختیار کرنا اور شرعی حدود کی خلاف ورزی کرنا اور وہ بھی آخری عمر میں سفرِ آخرت کے قریب شدید ترین اپنی ذات پر ظلم ہے جیسا کہ حدیث کے آخر میں ارشاد ہے "فتجبُ لهما النارُ" "ثم قرءَ الخ: اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں اس امر کو بیان فرمایا ہے کہ جو وصیت کی جائے وہ "ورثاء" کونقصان پہونچاتے ہوئے نہ کی جائے، وصیت کرتے ہوئے نیت بھی درست ہو اور شریعت کی حدود میں ہو۔

الفصل الثالث

﴿وصیت اور تقویٰ﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۸﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَسُنَّةٍ وَمَاتَ عَلٰی تُقًی وَشَهَادَةٍ وَمَاتَ مَغْفُوْرًا لَهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وصیت پر وفات پائی تو اس نے راہِ مستقیم اور سنت (کے مطابق) وفات پائی اور اس نے تقویٰ اور شہادت پر وفات پائی اور اس نے وفات پائی اس حال میں کہ اس کی مغفرت کردی گئی۔ (ابن ماجہؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح علیٰ سبیل: یعنی علیٰ وجہ السنت مزید ارشاد فرمایا "علیٰ تقیً" یعنی حقوقِ واجبہ کی رعایت کرتے ہوئے وصیت کی گئی جو علامت ہے کہ وہ تقویٰ پر قائم ہے اور اس کے ذریعے مقامِ شہادت پر فائز ہوا

اوراس کے بعد آپ ﷺ نے بشارت فرمائی "وما ت مغفورا" یہ آخرت کے اعتبار سے مقامات عالیہ کا آخری درجہ ہے کہ مغفرت کا مقام حاصل ہوا ہے، لان الغفران غایۃ الطلب ونھایۃ المقصد۔ (ماخوذ از تعلیق)

﴿ایصال ثواب کا حکم﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۴۹﴾ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ اِبْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَابْنُهٗ عَمْرٌوانْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ: حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَاِنَّ هِشَاماً اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب بروایتِ والد خود از جدّ خود روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت عاص بن وائل کا انتقال ہو گیا، انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے ایک سو غلام آزاد کئے جائیں؛ چنانچہ ان کے ایک لڑکے ہشامؓ نے پچاس ﷺ غلام آزاد کردیئے ہیں اور ان کے دوسرے لڑکے حضرتِ عمرؓ نے باقی پچاس غلام آزاد کردینے کا ارادہ کیا ہے، حضرت عمروؓ کہتے ہیں کہ (آزاد نہیں کروں گا) تا وقتیکہ میں رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرلوں؛ چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! بیشک میرے والد نے وصیت کی ہے کہ ان کی طرف ایک سو غلام آزاد کردیئے جائیں، ہشامؓ نے تو پچاس غلام ان کی طرف سے آزاد کردیئے ہیں اور پچاس باقی ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے آزاد کردوں (اور ان کو ثواب پہونچے گا؟) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ مسلمان تھے تو تم ان کی طرف سے آزاد کردو یا ان کی طرف سے تم صدقہ کرو یا تم ان کی طرف سے حج کرو تو ان اعمال کا اجر و ثواب ان کو پہونچے گا۔ (ابوداؤدؒ)

کلماتِ حدیث کی تشریح اس روایت سے معلوم ہوا کہ زندوں کی جانب سے مرنے والوں کو ہدیۂ ثواب (ایصالِ ثواب) پہونچتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ جس کو ثواب کا ایصال مقصود ہو وہ مسلمان ہو، آپ ﷺ کا یہ ارشاد: "انہ لو کان مسلماً" اس کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ جو بھی عمل صالح ہو اس کا ثواب پہونچتا ہے "بلغہٗ ذلک"۔

فائدہ: آپ ﷺ نے جواب میں "لا" نہیں فرمایا؛ بلکہ آپ نے تشریح کے ساتھ بیان فرمایا، غالباً اس میں یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اگر شرط ہونے کی وجہ سے ثواب نہ پہونچا ہوگا؛ لیکن عمل کرنے والے کو وہ ثواب حاصل رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (از تعلیق)

﴿ورثاء کا حق نہ دیئے جانے پر وعید﴾

﴿حدیث نمبر ۲۹۵۰﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: حضرت انسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے وارث کی میراث کا حصہ قطع، ادانہ کرے تو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت جنت سے اس کا حصہ قطع کریگا۔ (ابنِ ماجہؒ، اور امام بیہقیؒ نے بروایتِ ابی ہریرہؓ شعب الایمان میں نقل کی ہے)

کلماتِ حدیث کی تشریح مقصدِ بیان یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میراث کو قطع کرنا، وارث کو محروم کرنا، کوئی صورت اور تدبیر ایسی کرنا جس سے کوئی وارث محروم ہو جائے تو یہ شدید ترین ظلم اور عدوان ہے، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ

حق کو قطع کرنا، قانونِ الٰہی کو قطع کرنے کے مترادف ہے؛ اس لیے اس پر یہ شدید وعید فرمائی ہے کہ جنت کی میراث سے یہ محروم رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہلِ ایمان کی وراثتِ جنت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ "وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا" بہر حال اس حدیث پاک میں اس پر یہ شدید وعید ہے۔

(ب) محروم کرنا اور حق کو ضائع کرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں، (مثلاً) بصورتِ ناجائز وصیت کر دینا اور کوئی خلافِ شرع وصیت نامہ تحریر کر دینا جو سبب ہو کسی کے حق ضائع ہونے کا۔

(۲) کسی اولاد کو "عاق" کر دینا اور اس کا اعلان کر دینا۔ (بہر حال اس "عاق" سے وارث محروم نہ ہوگا)

(۳) خلافِ واقعہ کسی کے لیے قرض وغیرہ کا اقرار کرنا۔

(۴) خلافِ شرع کوئی وقف یا ہبہ وغیرہ کر دینا۔

(۵) کسی وارث کا حق نہ دینا اگرچہ بصراحت اس کا تذکرہ اس روایت میں نہیں ہے؛ لیکن یہ بھی ظلم ہے اور حق العباد پر قبضہ کرنا ہے جو حرام ہے۔

عرض ضروری: آج کل یہ صورتِ حال غالب ہوگئی ہے کہ معاشرہ میں حق میراث کی ادائیگی میں بہت زیادہ غفلت اور بے فکری ہے اور اکثر و بیشتر میراث کا اہتمام جس قدر ضروری اور لازم و فرض ہے اس میں بہت زیادہ کوتاہی ہے اور جس کا قبضہ ہے وہ اس پر قابض رہتا ہے اور خاص کر لڑکیوں اور بہنوں کا حق تو تقریباً نہ دیئے جانے کے ہی برابر ہے، دورِ جاہلیت کی یہ رسم اہلِ اسلام میں بھی بہت حد تک پائی جاتی ہے، نیز صحرائی اور کاشت کی املاک میں غیر شرعی قانون کا سہارا لے کر غیر اسلامی طریقہ کو ہی عملاً اختیار کئے ہوئے ہیں، شاید اور باید ہی اس میں حقِ شرعی پر عمل کرتے ہوں گے، یہ صورت بھی محروم کرنے کے ہم معنی ہے، اللہ تعالیٰ امتِ اسلام کو قرآن و سنت کے اصولوں پر فائز رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

الحمد للہ فیض المشکوٰۃ کتاب البیوع، اور جلد پنجم کی تکمیل ہوئی

تفسیر فیض الامامین

﴿اردو شرح تفسیر جلالین﴾

شارح: علامہ محمد عثمان صاحب سابق شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف)

طلبہ کے لئے نہایت ہی آب و تاب،

آفسیٹ کی عمدہ طباعت و پائدار کاغذ کے ساتھ علمی تحفہ

اس تفسیر کی زبردست اہمیت اور مستند ہونے کا عظیم ترین ثبوت یہ ہے کہ کئی سو سال سے یہ تفسیر ہر بڑے مدرسے میں داخل نصاب ہے اور ہر طالب علم کو عالم و فاضل کی سند حاصل کرنے کے لئے دیگر کتب کے ساتھ اس تفسیر کو درسا درسا پڑھ کر امتحان دینا ضروری ہے، چنانچہ جملہ مدارس کے طلبار کے لئے بھی یہ تفسیر انتہائی اہم ہے۔ آخر اس تفسیر میں ایسی کیا خاص چیز ہے کہ بے شمار تفاسیر کے ہوتے ہوئے بھی یہی تفسیر سیکڑوں سال سے داخل نصاب ہے اور قدیم دور سے آج تک کے جملہ علمار نے اسی تفسیر کو نصاب کے لئے لازم قرار دیا ہے؟

اب الحمد للہ اس کا جدید اردو ترجمہ و تشریح نہایت آسان اردو میں علامہ محمد عثمان صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف) نے انتہائی کاوش و عرق ریزی سے کر کے عوام الناس کے لئے سہل کر دیا ہے۔

اردو تفسیر کی اضافہ شدہ خصوصیات:

۱- ترجمہ و تفسیر اتنی آسان اردو میں کی گئی ہے کہ ہر خاص و عام اس کو یکساں سمجھ سکیں۔

۲- تفسیر میں ربط آیات کے نام سے عنوان لگا کر سابقہ آیات سے ربط قائم کر دیا ہے۔

۳- تحقیق و تشریح کا عنوان لگا کر ہر آیت کی جامع تحقیق و تشریح کر دی گئی ہے۔

۴- شان نزول کے تحت قرآن شریف کے آیتوں کے نازل ہونے کا سبب اور پس منظر بیان کر دیا گیا ہے۔

۵- مشکل عربی الفاظ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ نحوی و صرفی ترکیب کا بھرپور اہتمام کیا ہے جس سے عام طبقہ کو بھی قرآن مجید سمجھنے میں بھرپور مدد مل سکے۔

کامل سیٹ مجلد ٦ جلد میں تیار ہر جلد میں پانچ پارے، ہر جلد الگ الگ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

جملہ علمی دینی کتب ملنے کا پتہ

مکتبہ فیض القرآن نزد مسجد چھتہ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی) پن ۲۴۷۵۵۴

Mobile No.09897576186, Phone No.01336-222401

تفہیم البخاری

عربی متن مع اردو شرح

صحیح بخاری شریف

مسلک دیوبند کا پہلا اور واحد بخاری شریف کا اردو ترجمہ

فخر دو عالم کائنات حضور اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ کا گراں قدر مجموعہ قرآن کریم کے بعد دنیا کی وہ مستند ترین اور لاثانی کتاب ہے جس میں قطعی سچی احادیث کا عظیم علمی خزانہ پوشیدہ ہے۔

بخاری شریف کا مسلک دیوبند کا مکمل کوئی ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے علامہ وحید الزماں (غیر مقلد عالم) کا ہی ترجمہ بازار میں دستیاب تھا اور مجبوراً یہی ترجمہ عوام و خواص تک پہنچ رہا تھا اب الحمدللہ تفہیم البخاری مکمل شائع ہونے پر قدیم ترجمہ کی چنداں ضرورت نہیں رہی اس لئے کتاب خریدتے وقت صرف تفہیم البخاری ہی طلب فرمائیں۔

اہم خصوصیات

☆ اطمینان بخش ترجمہ اور عام فہم شرح اس زمانہ کی ذہنی سطح کے مطابق کی گئی ہے۔ ☆ حدیث کے ان پہلوؤں کی واضح ترجمانی جن کو موجودہ شارحین نے چھیڑا تک نہیں۔ ☆ بخاری شریف کے لطائف وخصوصیات کی کامل رعایت۔ ☆ فقہی مذاہب کی ترجمانی معتدل لب ولہجہ میں اور محدثین و فقہاء کے اختلافات کی دلآویز وضاحت کی گئی ہے۔ ☆ ایک کالم میں عربی متن احادیث اور مقابل کالم میں ترجمہ وتشریح۔

سائز ۲۰×۳۰ قیمت کامل سیٹ مجلد ۹ جلد

تفسیر فیض الامامین

اردو شرح تفسیر جلالین

اس تفسیر کی زبردست اہمیت اور مستند ہونے کا عظیم ترین ثبوت یہ ہے کہ ہر طالب علم کو عالم و فاضل کی سند حاصل کرنے کے لئے دیگر کتب کے ساتھ اس تفسیر کو درساً درساً پڑھ کر امتحان دینا ضروری ہے، چنانچہ جملہ مدارس کے طلباء کے لئے بھی یہ انتہائی اہم ہے۔ اب الحمدللہ اسکا جدید اردو ترجمہ وتشریح نہایت آسان اردو میں علامہ محمد عثمان صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم نے کرکے عوام الناس کیلئے سہل کردیا ہے۔

اردو تفسیر کی اضافہ شدہ خصوصیات

☆ ترجمہ و تفسیر اتنی آسان اردو میں کی گئی ہے کہ ہر خاص وعام اس کو یکساں سمجھ سکیں۔ ☆ تفسیر میں ربط آیات کے نام سے عنوان لگا کر سابقہ آیات سے ربط قائم کردیا ہے۔ ☆ تحقیق وتشریح کا عنوان لگا کر ہر آیت کی جامع تحقیق وتشریح کردی گئی ہے۔ ☆ شان نزول کے تحت قرآن شریف کی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب اور پس منظر بیان کردیا گیا ہے۔ ☆ مشکل عربی الفاظ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ نحوی وصرفی ترکیب کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ قیمت کامل سیٹ مکمل ٦ جلد

کشف الاسرار

ترجمہ وشرح اردو (درمختار)

ترجمہ اردو مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

ادارہ فیض القرآن نے موجودہ دور کی اہم ضرورت کے پیش نظر فقہ حنفی کی نہایت مفید مستند اور معتبر ترین کتاب درمختار مع اردو تشریح کے صاف وسلیس اردو میں شائع کی ہے۔ مسلم پرسنل لا (یعنی مسلمانوں کے قانون کی معتبر ترین کتاب) کی طباعت یقیناً ایک بڑی خدمت ہے جس میں پاکی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح وطلاق غرض روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلہ کا شرعی حل موجود ہے اسلئے اس کتاب کا ہر مسلمان کے گھر میں ہونا وقت کی شدید ضرورت ہے۔

کتاب کی اہم خصوصیات

☆ ترجمہ کے ساتھ ساتھ متن کی عربی عبارت بھی باقی رکھی گئی ہے تاکہ اہل علم اس سے پورے طور پر مستفید ہوں اور انکو کوئی اشکال پیش نہ آئے۔ ☆ عموماً ہر باب کے آخر میں مصنف نے "فروع" کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے اور اس کے نیچے ضروری جزئیات کے بیان کا اہتمام کیا ہے۔ ☆ شامی اور طحطاوی کا خلاصہ سمیٹ لینے کی سعی کی گئی ہے۔

تفسیر ابن کثیر اردو (مع حواشی واضافات)

(مع اختصار تفسیر بیان القرآن)

تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کو بطریق سلف صالحین سمجھانے والی تفسیر "تفسیر ابن کثیر" ہے اور اسکے بعد کی تمام اردو عربی تفاسیر اس سے ماخوذ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو ام التفاسیر کا لقب دیا گیا ہے۔

جدید نسخے کی اضافہ شدہ خصوصیات

☆ یہ تفسیر کیونکہ شافعی مسلک ہے اس لئے جہاں جہاں حنفی مسلک سے ٹکراؤ پیدا ہوا وہاں حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری کے قیمتی حاشیہ نے چار چاند لگادیئے ہیں۔ ☆ قدیم تفسیر میں ترجمہ قرآن پاک غیر مقلد عالم کا تھا اس لئے اس ترجمہ کی جگہ حنفی مسلک کا مستند ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ شامل کتاب کیا گیا ہے۔ ☆ تفسیر تھانوی عنوان کے تحت تفسیر بیان القرآن کا اختصار شامل کتاب کیا گیا ہے اس طرح یہ کتاب دو تفاسیر کا مجموعہ بن گئی ہے اور عوام کو اب اس کتاب کے بعد تفسیر بیان القرآن حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ☆ جدید نسخہ از سر نو کمپیوٹر کی عمدہ کتابت اور بہترین کاغذ پر آفسیٹ کی دیدہ زیب طباعت سے آراستہ کیا گیا ہے۔

قیمت کامل سیٹ مجلد ۵ جلد

پتہ:۔ مکتبہ فیض القرآن، دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی) فون: 01336-222401